وہ اس کمرے کے باہر جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے پچھلے پانچ منٹ سے کھڑا تھا۔ دستک دینا مشکل نہیں تھا پر کبھی کبھار یادیں موقع محل دیکھے بنا حاوی ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کمرے میں بچپن سے آتا جاتا رہا تھا، یہاں دن رات گزارے تھے، دستک جیسے کسی بھی تکلف کے بغیر۔ ملک چھوڑنے کے بعد بہت سی چیزیں روزمرہ کا حصہ نہیں رہیں تھیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ زندگی کا حصہ نہیں تھیں، جیسے یہ کمرہ۔

اس نے ذہن سے سب جھٹک کر لکڑی کے سیاہ دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

آجائیں" دروازے کے پار سے مانوس آواز ابھری۔"

چند لمحے رک کر دوبارہ دستک دی، وہ اندر نہیں جانا چاہتا تھا۔

اب کہ دروازہ کھولا گیا۔ وہ دکھ کے انگنت موسموں میں لپٹی اسکے سامنے کھڑی تھی۔ کسی ہلکے رنگ کی شلوار قمیض پر اپنی ناپ سے بہت کھلا سیاہ سوئٹر پہنے، بال ڈھیلے بکھرے سے جھوڑے میں سمیٹے، چہرے پر شاک، حیرانگی کے آثار لئے وہ صرف ایک لفظ ہی کہہ پائی۔

آپ؟" شاید وہ دنیا کا آخری شخص بھی نہیں تھا جس کی وہاں موجودگی کی توقع وہ کرتی۔ "

ہم بات کر سکتے ہیں؟" اسنے کمرے کے برابر بنے سٹنگ ایریا کی طرف اشارہ کیا۔ "

سامیہ کو چند لمحے لگے تھے حیدر کی بات سمجھ کر اثبات میں سر ہلانے میں، وہ واپس اندر پلٹ گئی۔

چند منٹ بعد وہ باہر آئی تو کاندھے پر سرمئی رنگ کی شال یوں اوڑھ رکھی تھی کہ گھٹنوں تک سراپا ڈھنپ جائے۔ وہ سٹنگ ایریا میں رکھے سنگل صوفوں میں سے ایک پر چہرے پہ وہی ازلی سخت سی سنجیدگی لئے منتظر سا بیٹھا تھا۔

وہ جذبوں کو رنگوں سے نسبت دینے والوں میں سے نہیں تھا پر اسے سامیہ کے اوڑھے سیاہ سرمئی رنگ سوگ اور مایوسی کی ہی علامت لگے۔ سوگ سمجھ میں آتا تھا پر اس قدر دبیز مایوسی؟ اسکے چہرے پر موجود سیاہ ہلکے کبھی بھی اس کی شخصیت کا حصہ نہیں رہے تھے، وہ بہت گلابی رنگ کی مالک نہیں تھی پر ایسا زرد چہرہ، وہ اپنی پرچھائی بھی نہیں رہی تھی۔ وہ اب حیدر کو بے تاثر چہرہ لئے دیکھ رہی تھی جس کے بال پہلے کی نسبت کافی بڑھے ہوئے تھے، اتنے کہ ایک انچ کی پونی میں جکڑا جاسکے۔ حیدر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

طبعیت ٹھیک رہتی ہے؟ تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں۔" وہ بیٹھ گئی تو وہ پوچھنے لگا۔ "

، سوال نظر انداز کیا گیا۔ غصہ تو اسے اس شخص پر بچپن سے ہی اکثر آتا تھا پر ناراضگی، ایسا کوئی تعلق "آپ نے بات کرنی تھی کوئی غالباً" انکے درمیان کبھی نہیں رہا تھا، پر آج وہ اس سے ناراض تھی، وہ کہاں تھا اتنا عرصہ؟ اور ہر چیز کے بعد بھی اتنا نارمل کیسے نظر آرہا تھا۔

"آگے کیا سوچا ہے؟ "

"کس بارے میں ؟"

فائق سے بات ہوئی تھی، وہ بتا رہا تھا تمھارے والد پریشرائیز کر رہے ہیں ڈیڈ کو کہ تمھیں انکے ساتھ جانے دیا جائے، اور تم اپنی خالہ کے " پاس سکاٹ لینڈ جانے کا سوچ رہی ہو، دونوں ہی صورتوں میں تم اکیلی ہوتیں تو یہ تمہارا فیصلہ تھا لیکن اب اگر تم اپنے باپ کی مرضی پہ انکے

گاوں جاکر اپنے کسی کزن سے شادی کر لیتی ہو تو تمھارا بچہ زمینداروں کی ان حویلیوں میں کسی کمی کمین کی طرح بڑا ہوگا اور یہ صرف تمھاری اولاد نہیں ہے، اور سکاٹ لینڈ، تمھاری خالہ فل ٹائم جاب کرتی ہیں، ان کے گھر میں تمھارے لئے مہینہ بھر سے زیادہ گنجائش نہیں نکلے گی، یورپ میں ایز اے سنگل پیرنٹ سروایو کرنا بہت مشکل ہے، سنگل پیرینٹنگ کا سب سے زیادہ نقصان اولاد اٹھاتی ہے، اور امان کی اولاد کے لئے میں یہ دونوں ہی نہیں چاہوں گا، میں چاہتا ہوں کہ تم۔۔"

وہ حیدر کے طویل جملے صبر سے سننا چاہ رہی تھی، وہ اس کے سامنے ضبط کھونا نہیں چاہتی تھی، پر اسکے آخری جملے۔۔ سامیہ نے ساتھ پڑا اے سی کا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر اسے دے مارا، جو حیدر کی گردن پر لگنے کے بعد اسکے پیروں کے قریب زمین پر گرا تھا۔

آپ کو لگتا ہے کہ اتنا عرصہ غائب رہنے کے بعد میں منتظر بیٹھی ہوں گی کہ آپ یوں اچانک نمودار ہوکر مجھے بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں " اور کیا نہیں، آپ اسے اپنے سگے بھائی سے زیادہ پیارے تھے، ایسا کون سا موقع تھا جب وہ آپ کے ساتھ نہیں تھا، آپ کے پیرنٹس کی ڈیتھ، آپ کے بیٹے کی پیدائش، آپکا ڈائیورس، آخری دن بھی وہ آفس جانے سے پہلے اسی پریشانی میں تھا کہ اسکی فلائٹ کنفرم ہو جائے تاکہ وہ آپکے بیٹے کے کسٹڈی ٹرائل پر وقت سے پہنچ سکے، یو ایس شفٹ ہونے کے بعد پچھلے دس سالوں میں آپ بمشکل دو دفعہ پاکستان آئے ہیں جبکہ آپ کا گھر، رشتہ دار، فیملی بزنس سب یہیں تھا اور وہ، وہ ان دس سالوں میں بیس دفعہ تو ضرور وہاں گیا ہوگا جبکہ وہاں تھا ہی کیا آپ کے سوا، اور اور آپ، آپ اسکے جنازے تک میں شامل نہیں ہوئے، کہاں تھے آپ؟ ہاں؟ اور آج اتنے مہینوں بعد آپ کو یاد آئے ہیں ہم؟ غصے میں بولتے بولتے اس کی آواز اب بھاری ہوگئی تھی، آنسو تیزی سے آنکھوں "رہنے دیں آپ، جائیں جہاں سے آئے ہیں، بخش دیں ہمیں سے جاری تھے۔

وہ کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا کر ذرا گردن ترچھی کئے اسے سن رہا تھا، سامیہ نے بات مکمل کی تو اسنے جھک کر ریموٹ اٹھایا۔

اتنی لمبی تمہید نہیں باندھنی چاہئے تھی مجھے" کہتے ہوئے حیدر نے ریموٹ اسکی طرف بڑھایا کہ دوبارہ مارنا چاہو تو لو۔ "

وہ سرخ پڑتی آنکھوں میں غصہ لئے مخالف سمت دیکھتی رہی، ریموٹ نہ پکڑا تو حیدر نے اسے درمیان میں موجود ٹیبل پر رکھ دیا۔

میرے پاس ایک بہتر حل ہے، میں واپس نہیں جاوں گا اب، فائق سے گھر کی رینویشن کرانے کا کہہ کر اوپر آرہا ہوں، ہم شادی کر سکتے " ہیں، اس طرح تم دونوں یہیں رہ سکتے ہو، تمھارے فادر کے پاس اعتراض کا کوئی جواز نہیں رہے۔۔" انداز ایسا تھا جیسے آفس میں کوئی پروجکٹ پروپوزل پر بات کر رہا ہو کہ ہماری آفر قبول کرنے سے آپ کو کیا کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

سامیہ کا دل کیا وہ ریموٹ اٹھا کر اب کہ اتنی طاقت کے ساتھ اس کے سر پر دے مارے کہ اسکا سر نہیں تو کم از کم ریموٹ ضرور ٹوٹے، کہہ کیا رہا تھا وہ۔

میں نے اگر دو منٹ مزید آپ کی بات سنی تو میرا بی پی شوٹ کر جائے گا، جس کے خلاف مجھے میری ڈاکٹر نے سختی سے وارن کر رکھا " ہے سو" وہ چلانے کی خواہش کو سختی سے دبا کر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اٹھنے لگی۔

حیدر نے اسے جانے "ہم اتنے میچیور اور تہذیب یافتہ تو ہیں کہ ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھنے کے باوجود تحمل سے بات کر سکیں " سے روکا۔

میں اڑتالیس گھنٹے کی کنکٹنگ فلائٹ لے کر تم سے بات کرنے آیا ہوں، تم مجھے اڑتالیس نہ سہی بیس منٹ ہی دے دو۔" وہ یونہی کھڑی" رہی تو اسنے جیسے درخواست کی، عجیب بارعب سی درخوست۔۔

آپ کو اندازہ بھی نہیں ہے یہ کس قدر تکلیف دہ ہے" وہ بیٹھتے ہوئے دبا دبا سا چلائی تھی۔ "

شادی ختم کی (abusive) میں بارہ سال کا تھا اماں بابا کی ڈیتھ کے وقت، اور تم دس سال کی تھیں جب تمھاری مام نے اپنی ابیوزو " تھی، ہم دونوں سے بہتر کون جانتا ہے کہ ابنارمل بچپن کیسی ابنارمل شخصیات کو پروان چڑھاتا ہے، ہم تینوں میں مکمل صرف امان تھا کیونکہ وہ ایک نارمل فنکشنل فیملی کا حصہ تھا، تم نے اور میں نے اپنا سارا بچپن اسکے گھر میں پناہ اور اسکی شخصیت میں مرہم ڈھونڈتے گزارا ہے، اپنی زندگی کا اتنا بڑا حصہ ہمیں ریپئیر کرنے پر صرف کرنے کے بعد کیا وہ اتنا حق نہیں رکھتا ہم پر کہ ہم اپنے ذاتی جذبات پسِ پشت ڈال کر اسکی اولاد کو ایک نارمل آسان بچپن فراہم کریں؟" وہ دھیرے دھیرے دلیل سے بات کر رہا تھا اور سامیہ اس دوران یہ سوچ رہی تھی کہ بنا اپنے اعصاب پر سے اختیار کھوئے اسے بولتے رہنے سے کیسے منع کرے۔

آپ جیسے لوگ جو مشکل وقتوں میں غیر حاضر رہ کر مہینوں بعد محبت اور کنسرن کے دعوے کرتے ہوئے آتے ہیں ناں ایسے ناپائیدار لوگ " نہیں چاہیئے مجھے میرے بچے کی زندگی میں، امان مرگیا ہے اور ہم اب اکیلے ہیں، اسکا کوئی نعم لبدل نہیں ہوسکتا، ہمیں قبول کرنے دیں یہ حقیقت" اب کہ اس کی آواز خشک تھی اور لہجہ سپاٹ۔

اسے ریپلیس کرنے کی کوشش کر بھی نہیں رہا میں، نہ کر سکتا ہوں، پر تم لوگ اکیلے رہو یہ ضروری۔۔" وہ اسے قائل کرنا چاہ رہا تھا ہر " حال میں۔

میں منع کر رہی ہوں اس امید کے ساتھ کہ آپ اڑتالیس گھنٹے کی کنکٹنگ فلائٹ لے کر واپس چلے جائیں گے" اسنے حیدر کو بات مکمل " کرنے نہیں دی۔

میں یہیں ہوں اب اور یہیں رہوں گا، تم نکاح سے منع کر سکتی ہو پر مجھے میرے بھتیجے کی زندگی کا حصہ بننے سے نہیں، اگر تم پیپرز " ہوجاتا، خیر آفر از سٹل ان دا ٹیبل، (threat neutralize) سائن کر دیتی تو تمھارے فادر کی طرف سے مسلسل تھریٹ نیوٹرالائز تمھارے پاس وقت ہے، میں انتظار کروں گا" حیدر کا انداز مضبوط اور مشینی سا تھا، جذبات سے عاری مگر اٹل۔

اور میں کوشش کروں گی کہ آپ کی ان غیر معقول باتوں کو امان کی آپ سے دوستی کی خاطر بھولنے کی کوشش کروں" سامیہ نے اسی " کے انداز میں جواب دیا۔ وہ بات کیا کر رہا تھا اور انداز اسکا کیسا تھا۔

میں نے معقول بات کی ہے، بس تم اپنے جذبات کو ایک طرف نہیں رکھ پا رہی ہو، ہمیں اپنی موت تک امان کی موت کے ساتھ جینا ہے " وہ کہہ کر رکا نہیں، اب وہ سٹنگ ایریا سے ملحق "لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ یہ سفر آنکھوں پر جذبات کی پٹی باندھ کر طے کیا جائے سیڑھیاں اتر رہا تھا اور سامیہ آنکھوں میں غصے اور تکلیف کے آثار لئے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

#-------------------#

آپ کی کافی" حیدر نے شام کی اخبار پڑھتے احمد کے سامنے بھاپ اڑاتا مگ رکھا، اور اپنا مگ لئے ان کے برابر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسے یہاں " آئے ایک ماہ ہونے کو آیا تھا، گھر کی رینویشن اب اختتامی مراحل میں تھی، تب تک کے لئے وہ یہیں گیسٹ روم میں ٹھہرا ہوا تھا۔

احمد کے چھوٹے بھائی بھابھی کی وفات کے بعد جب وہ یہاں آیا تھا تب سے ہی امان کے ساتھ اس کے کمرے میں رہا تھا، چند سالوں بعد احمد نے جب حیدر کے لئے اپنے کمرے کی بات کی تو وہ امان کو کھینچ کر دیوار پار بنے اپنے گھر لے گیا جو اس گھر سے اندرونی اور بیرونی حصوں میں بنے دو دروازوں سے جڑا تھا، اور وہیں امان کے لئے کمرہ سیٹ کیا، حیدر کے امریکہ شفٹ ہو جانے تک امان اسی کے گھر اس کے کمرے کے برابر میں بنے کمرے میں رہا تھا۔

سامیہ اسے اس دن کے بعد زیادہ تر ڈنر ٹیبل پر ہی دکھتی تھی، ایک دو مرتبہ ٹیرس پر یا پھر روٹین چیک اپس کے لئے آتے جاتے ہوئے پورچ میں، وہ اسے نظر انداز کرنے کی شعوری کوشش کر رہی تھی۔

شاکرہ شکایت کر رہی تھی کہ تم یہ سارے کام خود کر کے اسے دراصل مجھ سے ڈانٹ پڑوانا چاہتے ہو"آمنہ نے میگزین پر سے نظریں اٹھا " کر اسکے کافی خود بنانے پر چوٹ کی۔

رہنے دیں آپ، آپ کی شاکرہ ایسی کافی بنا ہی نہ لے" احمد کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولے۔ "

میں بہت پرٹیکلر ہوں ممی اور آپ کی شاکرہ بہت کندذہن، اسے سمجھ نہیں آئے گا" اسنے آمنہ کا اعتراض مسکرا کر رفع کیا۔ "

دس سال امریکہ میں اکیلے رہنے کے بعد اب اپنا کام کسی اور کو کہنا عجیب سا لگتا تھا۔

میں نے آج صبح سے سامیہ کو نہیں دیکھا، ٹھیک ہے وہ؟" احمد نے یاد آنے پر آمنہ سے پوچھا۔ "

"ٹھیک تھی وہ، لنچ ساتھ کیا تھا ہم نے، اسکے بعد سے اپنے کمرے میں ہے "

وہ ایک ہاتھ سے کافی کے گھونٹ بھرتے دوسرے سے ریموٹ پکڑے ٹی وی کے چینل بدلتے ہوئے آمنہ اور احمد کی باتیں سن رہا تھا جب آمنہ نے اسے مخاطب کیا۔

"جی"

جب سے تم آئے ہو میں نے اسے تمھیں ایک بار بھی مخاطب کرتے نہیں دیکھا، بلکہ وہ اپنے کمرے سے باہر بھی تمھاری غیر موجودگی میں " ہی نکلتی ہے، تم جنازے پر نہیں آئے تھے اس لئے؟" آمنہ کو سامیہ کے ذکر پر اسکا حیدر سے کترایا کترایا رویہ یاد آیا۔

شائد اس لئے کر رہی ہے کہ میں دوبارہ نہ وہ ذکر (avoid) یہ بھی ایک وجہ ہے پر زیادہ وہ مجھ سے شادی کا کہنے پر ناراض ہے, اوائڈ" حیدر نے سرسری انداز میں ٹی وی پر نظریں جمائے دھماکہ کیا، آمنہ اور احمد نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر حیدر "لے کر بیٹھ جاوں کو۔

تم نے سامیہ سے دوسری شادی کا کہا ہے؟" آمنہ کا انداز حیرانی لئے تھا۔ "

"جی"

اتنی جلدی کیوں اور کس سے؟ " احمد سمجھے نہیں تھے۔ "

میں نے اسے دوسری شادی کا مشورہ نہیں دیا، بلکہ خود پرپوز کیا تھا، اور اتنی جلدی اسلیئے کیونکہ اس کا باپ کب سے تھرہٹ کر رہا ہے " نظریں اب بھی ٹی وی پر تھیں۔ "اسے، ورنہ میں انتظار کر لیتا ایک ادھ سال تک مزید

احمد نے اسکے انکشاف سے پیدا ہونے والی خاموشی توڑنے میں پہل کی۔ "ہمیں آگاہ کرنا ضروری نہیں سمجھا تم نے؟ "

وہ ایسا ہی تھا پوچھنے کے بجائے فیصلے کر کے آگاہ کرنے والا پر انھیں نجانے کیوں یہ امید ہو چلی تھی کہ وہ اب سدھر گیا ہے، پر نہیں۔۔

اسنے منع کر دیا تھا ڈیڈ، کیا بتاتا آپ کو؟" حیدر نے کندھے اچکائے۔ "

تم مجھے بتاتے میں سمجھاتی اسے، تم نے کیا بات رکھی ہوگی اپنی، بلکہ میں بات کرتی ہوں اس سے، مان جائے گی وہ" آمنہ کے لہجے میں " جوش، خوشی سب نمایاں تھا، انھیں جیسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس پہاڑ جیسی مشکل کا اتنا آسان حل ہو سکتا تھا۔

ابھی نہیں ممی، اسے وقت دیں کچھ، کم از کم ڈیلوری تک، اس کی رپورٹس دیکھیں تھیں میں نے وہ خاص تسلی بخش نہیں ہیں، وہ پریشرائز " "نہ فیل کرے

اورکرنا کیوں چاہتے ہو سامیہ سے شادی تم؟" احمد کا سوال کڑی تفتیش لئے تھا، وہ اپنے بھتیجے کو آمنہ سے بہتر جانتے تھے۔ "

کیوں نہیں ڈیڈ؟" اسنے الٹا سوال کیا تھا۔ "

اچھی لڑکی ہے وہ، ہماری فیملی کا حصہ ہے، مجھے بھی تو سیٹل ہونا ہی تھا، دو سال ہو گئے ہیں میری ڈائیورس کو" احمد کے انداز پر اسنے آخر " کار ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اپنا سرسری انداز بدلا، وہ یہ سوال سامیہ کے باپ بن کر رہے تھے، انھیں مطمعین کرنا ضروری تھا۔

آپ جانتے ہیں میں ہر صبح اس خدشے کے ساتھ اُٹھتی تھی کہ کسی روز سامیہ اور بچہ نہیں ہونگے گھر میں، اسکا باپ نہ بھی اصرار کرے " وہ خود سے جانا چاہے بھی تو ہم اسے نہیں روک سکتے، امان کے بعد اسکی اولاد سے دوری کا خیال بہت ڈراونا تھا میرے لئے اور دیکھیں اللہ نے راستہ نکال دیا" آمنہ خوش تھیں۔

سامیہ نے ہاں نہیں کی ہے اور آپ سن لیں کوئی اس پر دباو نہیں ڈالے گا، یہ فیصلہ سامیہ کا ہے اور وہ ہی کریگی" احمد کا آمنہ کو " مخاطب کرتے ہوئے انداز تنبیہی تھا۔

بالکل" حیدر نے تابعداری سے ہاں میں ہاں ملائی۔ "

آمنہ کچھ دیر میں سامیہ کو دیکھنے کے لئے آٹھ گئیں، حیدر نے اپنی توجہ واپس ٹی وی پر مرکوز کرلی، احمد اب بھی اسے اخبار کی اوٹ سے گاہے بگاہے کھوجتی نظروں سے گھور رہے تھے۔

#-------------------#

اسکی آنکھوں کے پپوٹے بہت بھاری تھے، جیسے اتنا عرصہ بے حرکت دیکھ کر ان پر کسی نے بھاری سلیں رکھ دی ہوں۔ گلا خشک رہ رہ کر چھلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ حواس بحال ہوتے ہی دماغ کام کرنے لگا، وہ اپنی ڈیو ڈیٹ سے ڈیڑھ ماہ پہلے نمیرا بھابھی کے ساتھ ایک روٹین چیک اپ کے لئے ہسپتال آئی تھی، ڈاکٹر نے اسکی رپورٹس سے گھبرا کر اسے فوراً داخل کیا تھا، اسکے بعد سب دھندلا تھا، آپریشن تھیٹر میں اس کے بے قابو بلڈ پریشر سے پریشان ہوتے ڈاکٹروں کی آواز، کمرے میں کونے میں پڑی ٹیبل پر موجود اسکے بچے پر جھکے ڈاکٹر، وہ شاید رو نہیں رہا تھا۔

اور پھر گھپ اندھیرا اور خاموشی۔۔

وہ رو کیوں نہیں رہا تھا، اب کہاں تھا وہ، اسنے تو اسے دیکھا ہی نہیں تھا، یا اللہ۔۔

اسنے یکدم سے آنکھیں کھول کر اٹھنا چاہا، نچلے دھڑ سے اٹھتا درد سارے جسم میں پھیلا، وہ بے اختیار کراہی۔

سامیہ، آرام سے، دھیان سے بچے، یہاں ہوں میں" آمنہ ساتھ والی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں، اسے اٹھتا دیکھ فوراً قریب آئیں۔ "

ممی وہ رو نہیں رہا تھا، ممی۔۔ کہاں ہے وہ" وہ رندھی ہوئی آواز میں بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔ "

سب ٹھیک ہے، ہادی ٹھیک ہے بالکل، ڈرا تو ہمیں تم نے دیا تھا، کوئی ایسے کرتا ہے بچے، پر اب تم بھی ٹھیک ہو شکر میرے اللہ" آمنہ " اسکے گال پیار سے سہلا کر اسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔ کتنے مشکل گزرے تھے پچھلے چند دن۔

ہادی؟" اسنے نام کے بارے میں استفسار کیا۔ "

"چار دن سے ہاسپٹل میں ہیں،اتنی فامیلیٹیز، تمھارے ڈیڈ نے فارمز میں ہادی لکھوا دیا نام، پر تم بدلنا چاہو تو ضرور "

نہیں ہادی ٹھیک ہے، کہاں ہے وہ" اسے اچھا لگا تھا، سب پچھلے کچھ وقت سے اسکے بیٹے کو اس نام سے پکار رہے تھے، اسے برا کیسے " لگ سکتا تھا وہ نام۔

اتنا چھوٹا سا ہے وہ، ابھی دس دن انکیوبیٹڈ رکھنا ہے اسے، حیدر وہیں ہے اس کے پاس،پہلے دن سے وہیں بیٹھا ہوا ہے نرسری کے سامنے " رکھی چیئیرز پر، تمھاری ڈاکٹر کچھ گھنٹوں میں راونڈ پر آتی ہے تو اجازت لے کر تمھیں لے جاوں گی۔ تم ٹھیک ہو نا؟، ڈاکٹرز کو بلاوں یا؟"۔

کیسا ہے وہ؟" اسنے نفی میں سر ہلا کر ڈاکٹر کو بلانے سے منع کیا۔ "

بہت پیارا، بالکل امان جیسا، پری میچیور برتھ ہے پر ڈاکٹرز کہہ رہے ماشااللہ وہ اس کنڈیشن میں بھی باقی بچوں کے مقابلے بہت اچھا کوپ " -کر رہا ہے" وہ سامیہ کے اشارے پر اسے پانی کا گلاس تھماتے ہوئے پر مہر انداز میں ہادی کی صحت کے متعلق آگاہ کر رہی تھیں

میرا فون گھر رہ گیا آج، بلکہ میں جاکر حیدر کو بھیجتی ہوں اس کے فون میں ہیں ہادی کی پکچرز، ہادی کو بھی دیکھ آوں گی اسی بہانے" وہ " انھیں حیدر کو بھیجنے سے منع کرنا چاہ رہی تھی پر وہ اس قدر خوشی سے اسے ہادی کی تصاویر دیکھنے کو کہہ رہی تھیں کہ وہ منع نہیں کر پائی۔

آمنہ کے جانے کے بعد اسنے تکیے پر سر رکھ لیا، اسکا بیٹا ٹھیک تھا، یہ بے چینی بھی ختم ہوئی، چھت کو تکتے ہوئے اسنے اپنے اندر کا خالی پن محسوس کیا، نہ خوشی، نہ اطمعنان، بس سناٹا، دبیز، مہیب۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز سے اسکا ارتکاز ٹوٹا، حیدر اندر داخل ہو رہا تھا، اسکے ہاتھ میں فون تھا جیسے راستے میں مطلوبہ پکچرز فون گیلری میں کھولتا ہوا آیا تھا۔

اسے دیکھ کر سامیہ نے خود سے اٹھ بیٹھنے کی ایک اور ناکام کوشش کی، حیدر نے اسکی مشکل سمجھتے ہوئے خاموشی سے جھک کر اسکی بیڈ کا لیور سیٹ کیا اور اسے فون تھما کر خود کونے میں پڑے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

وہ تصاویر سامیہ دنیا بھلا کر دیکھنے لگی، چھوٹا سا گلابی نازک سا وجود، کہیں سوجھی ہوئی آنکھیں بند، کہیں کھلیں، بہت گھنے کالے بالوں والا سر، ہونٹ چوسنی سے بنا کر سوتا ہوا، کچھ دیر پہلے کا خالی پن اس معصوم سے وجود کے لئے محبت سے بھر گیا، مامتا آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکی۔

یہ ٹیوبز۔۔۔" اسنے بے قراری سے ہادی کے جسم سے جڑی نلکیوں کے متعلق پوچھا۔"

بریتھنگ کے لئے تھیں، دو دن پہلے اتار دی تھیں" حیدر نے سوال ختم ہونے سے پہلے تسلی بخش جواب دیا۔ "

اور آئی وی (ڈرپ)۔۔" ایک اور فکر ابھری "

آج رات اتار دیا تھا۔" سابقہ انداز میں تشفی کی گئی۔ "
وہ بنا اس کی طرف دیکھے سنجیدگی سے جواب دے رہا تھا، نظریں اسنے میز پر پڑے پھولوں کے باسی ہوتے گلدستے پر ٹکائی ہوئیں تھیں، وہ امان سے بہت مشابہہ تھا، قدو قامت، ناک، ہونٹ، چہرے کا کٹاؤ، بالوں کی رنگت۔امان کی آنکھیں مختلف تھیں بڑی، روشن اور حیدر کی چھوٹی چندھیائی ہوئیں سی، امان کا گندمی رنگ بھی سفیدی مائل تھا اور حیدر کا سانولاہٹ، امان کے چہرے پر ہمیشہ سجی رہنے والی معصوم، سادہ سی خیر مقدمی مسکراہٹ بھی یہاں مفقود تھی اور اسکی جگہ ایک خاص فاصلہ برقرار رکھنے پر مجبور کرتی سنجیدگی تھی۔ وہ دونوں مشرق مغرب ہو کر بھی غیر معمولی ظاہری مشابہت رکھتے تھے۔
حیدر نے اسکی نظریں خود پر محسوس کرتے ہوئے اسے دیکھا تو ایک لمحے کو وہ گڑبڑائی ، وہ کیا کر رہی تھی، کون سے نقش کس چہرے پر کھوج رہی تھی۔
آپ کو یہاں مسلسل رہنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ جانا چاہیں تو۔" سامیہ نے اسکا دھیان اپنے مسلسل گھورنے سے ہٹانے کے لئے " بات بنائی، ممی نے ذکر کیا تھا اسکے مسلسل ہسپتال میں ہونے کا۔
ائی نو، ممی ہادی کے پاس رکنا چاہ رہی تھیں اور تم اکیلی تھیں سو۔" وہ سمجھا وہ اسکے کمرے میں موجودگی سے غیر آرامدہ ہو رہی ہے۔ "
ممی کے آنے تک میں باہر ہی ہوں، کچھ چاہیے ہو تو تم بلا سکتی ہو" وہ واقعی جانے لگا۔ "
آپکا فون" سامیہ نے پیچھے سے آواز دی۔ وہ فون لے کر چلا گیا۔ "
اسنے کوئی صفائی نہیں دی کہ اسکا مطلب کچھ اور تھا، زندگی بعض اوقات ان چھوٹی چھوٹی وضاحتوں سے بہت آگے نکل آتی ہے، اسنے تھکن زدہ انداز میں سر دوبارہ تکیے پر رکھا۔

#-------------------#

تم نے وہ ڈاکیومنٹس چیک کیۓ جو فائق کہہ رہا تھا؟ آمنہ ہادی کی ہلکے ہاتھوں سے مالش کرتے ہوئے سامیہ سے مخاطب تھیں جو انکی " پلنگ سے دور دیوارگیر کھڑکی کے پاس رکھی آرام کرسی پر بیٹھی باہر کا منظر تک رہی تھی۔
جی، بھیج دیے تھے میں نے بھائی کو" اسکی نظریں اب بھی کھڑکی کے پار ٹکی تھیں۔ "
فائق کہہ رہا تھا کہ اگر تم ایسے ہی گھر سے تھوڑا بہت کام دیکھ لیا کرو تو اسکی بہت مدد ہو جائے گی"آمنہ نے بات جاری رکھی۔ "
جو ڈاکیومنٹس بھائی نے بھیجے تھے وہ پراجیکٹ میری موجودگی میں شروع ہوا تھا سو مجھے آیڈیا تھا، پر میں سال بھر سے آفس نہیں گئی، گھر " "میں رہ کر صرف فگرز اور تھیوری کو دیکھ کر میں انھیں پریکٹکل میٹرز پر کیسے اڈوائس کر سکتی ہوں، مدد کے بجائے اور کام بڑھ جائے گا انکا فائق کو اگر مدد چاہئے ہوتی تو وہ ضرور کرتی پر فلحال وہ سب صرف اسے مصروف رکھنے کے عزر تلاش کر رہے تھے تاکہ وہ نارمل روٹین پر واپس آسکے۔ یہ ان سب کی محبت تھی وہ قدر کرتی تھی پر اس گھر، آفس سے متعلق اسکی ہر روٹین امان سے جڑی تھی، جب وہ ہی نہیں رہا تو کیا روٹین اور کیا نارمل۔۔

ہادی اب دو ماہ کا ہو گیا ہے، تم چاہو تو ایک دو گھنٹے کے لئے جا سکتی ہو آفس، میں ہوں ہادی کے پاس" وہ سامیہ کو قائل کرنا چاہ رہی " تھیں۔

"میں نے ابھی فیصلہ نہیں کیا ممی "

وہ یہ ذکر نہیں کرنا چاہ رہی تھی، پر آمنہ کا مسلسل اصرار۔

آمنہ چپ ہوگئیں ، وہ جانتی تھیں کہ وہ اس فیصلے کی بات نہیں کر رہی کہ اسنے دوبارہ آفس جانا ہے یا نہیں، بلکہ اسکا اشارہ اس طرف ہے کہ اسنے وہاں مزید رہنا بھی تھا یا نہیں۔

انہوں نے ایک نظر سامیہ کو دیکھا اور پھر ہادی کو ، اسے مالش سکون دے رہی تھی، آنکھیں بند کئے وہ دھیمے سے مسکرایا۔ اس بات کا امکان بھی کہ وہ مستقبل میں ان کے قریب نہیں ہوگا تکلیف دہ تھا۔ وہ اب مزید انتظار نہیں کرنا چاہ رہی تھیں۔

کل حیدر کا گھر دیکھنے گئی تھی میں، سیڑھیوں پر بے بی گیٹ لگوایا ہے اسنے، میں نے پوچھا کہ مزیئر تو بڑا ہے اب، تو کہتا ہے ہادی کے " انہوں نے تمہید باندھی، سامیہ سابقہ انداز میں انھیں سن رہی تھی۔ "لئے ہے یہ

تمھیں سوچنا چاہئے اُسکے بارے میں" بالآخر بات رکھی گئی۔ "

جی، بے بی گیٹ۔۔" سامیہ سمجھ نہیں پائی وہ کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔"

انداز میں ٹھہراو تھا، آنکھیں سامیہ کے چہرے پر ٹکی تھیں جس پر بہت واضح حیرانگی کا تاثر تھا۔ "حیدر سے شادی کی بات کر رہی ہوں میں " وہ تو سمجھی تھی اسنے حیدر کو منع کر کے بات وہیں ختم کر دی تھی۔

حیدر نے بتایا تھا ہمیں" آمنہ نے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے کہا۔"

اُسنے آپ سے کہا ہے یہ سب کہنے کو" اسے حیدر پر ایک دم ہی بہت سارا غصہ آیا۔ "

نہیں بلکہ اسی نے تو اتنا عرصہ تمھاری طبیعت کے پیش نظر تم سے کوئی بھی بات کرنے سے روکے رکھا تھا مجھے، پر اب تم ٹھیک ہو، بلڈ " پریشر بڑھائے بنا میری بات سن سکتی ہو۔۔" کاش وہ بلڈ پریشر بڑھا کر انھیں بولنے سے روک سکتی۔

ممی پلیز۔۔ ہم کوئی اور بات کرتے ہیں" متوازن آواز کے پس پردہ جیسے ڈھیروں آنسو تھے۔"

حقیقت سے فرار کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا" آج وہ اپنی بات مکمل کر کے اٹھنا چاہ رہیں تھیں۔ "

میں بھاگ نہیں رہی ہوں میں نے بہت صاف الفاظ میں حیدر کو جواب دے دیا تھا" وہی پر اشک سا متوازن خشک لہجہ۔ "

ہاں کیونکہ تم طے کر چکی ہو کہ تم نے تمام عمر ایک ہی حادثے کے سرہانے ماتم کرتے گزارنی ہے" وہ اسے عمر بھر ماتم اوڑھے نہیں " دیکھ سکتی تھیں۔

اسے اب واضح جھنجھلاہٹ ہو "میرا ایک بیٹا ہے ، میں اپنے بارے میں نہیں سوچ سکتی، شادی وغیرہ، مجھے ہادی کے لئے سوچنا ہے اب " رہی تھی۔

تو اسی کے بارے میں سوچ لو، حیدر بہت محبت کرتا ہے ہادی سے، تمھیں اپنے لئے شاید حیدر سے بہتر ساتھی مل جائے پر ہادی کے لئے " "اس سے اچھا باپ نہیں ملے گا

حیدر کی ہادی سے محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی، وہ آفس کے بعد کا زیادہ تر وقت ہادی کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔ اور باقی مردوں کی طرح اسکی محبت گود میں اٹھانے تک محدود نہیں تھی وہ اسکا ہر کام کر لیتا تھا، فارمولا بنانا، ڈائیپر بدلنا، سلانا۔ اسکے چیک اپس کی، ویکسینیشن کی ہر تاریخ، ہر شیڈیول اسے یاد تھا۔ گھنٹوں ہادی کا حیدر کے پاس ہونا اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا پر وہ چاہ کر بھی اعتراض کا کوئی پہلو نہیں نکال پاتی تھی۔

آپ سب کو نظر کیوں نہیں آرہا، میں جج نہیں کر رہی پر وہ اپنی شادی تو نبھا نہیں پایا، اسکا بیٹا دو سال کسٹڈی جیسی کھینچ تان کی اذیت میں مبتلا رہا ہے، اور اس وقت جب اسکے اپنے بیٹے کو اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہے وہ اسے ایک غیر ملک میں تنہا چھوڑ کر یہاں میرے بیٹے سے محبت جتا رہا ہے، میرے اس بیٹے سے جسکے باپ کے جنازے تک میں شریک نہیں ہوا تھا وہ، حیدر ایک غیر ذمہ دار اور ناقابل اعتبار شخص ہے ممی، آپ سب اس سے محبت کرتے ہیں اس لئے آپ لوگوں کو نہیں دکھتا پر وہ شروع سے ہی ایسا رہا ہے، ذمہ داریوں سے، رشتوں سے بھاگنے والا" سامیہ نے حیدر پر سارا غصہ اسکی ذات پر تلخ الفاظ میں تبصرے کی صورت نکالا۔ "

شادی نہ چل پانا تو نصیب ہوتا ہے قصور تھوڑی، تم خود بروکن فیملی سے ہو تم کیسے یہ کہہ سکتی ہو"آمنہ کو جیسے افسوس ہوا۔ "

میں ہی تو کہہ سکتی ہوں ممی، میرے پیرنٹس کی شادی میرے باپ کی وجہ سے ٹوٹی تھی، یہ انکا نصیب نہیں بلکہ قصور تھا" اسنے جھلا کر کرسی کے ہتھے پر ہاتھ مارا۔ "

اور تمھاری مما؟ انکا بھی قصور رہا ہوگا پھر تو؟"آمنہ تحمل سے بحث کر رہی تھیں۔ "

تھا ناں، غلط شخص سے شادی" اب کہ آواز میں نمی واضح تھی، ماں کا ذکر اسے ہمیشہ یونہی بے چین کر دیتا تھا۔"

تو ہو سکتا ہے حیدر کا قصور بھی غلط "

انسان سے شادی ہو؟، تمھارا باپ اس تعلق میں قصوروار تھا تو اسکا مطلب یہ تو نہیں مزیئر کا باپ بھی ہو؟ تم زیادتی کر رہی ہو سامیہ" انکے انداز میں ڈھکی چھپی ملامت تھی۔

اسے واقعی سمجھ "چلیں مان لیا، پر اپنے بیٹے کو یوں وہاں چھوڑ کر یہاں سیٹل ہو جانا، آپ کو اس سب میں کچھ بھی غلط نہیں لگتا ممی؟ " نہیں آتا تھا کہ سب اس قدر اہم بات کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔

حیدر کیس ہار گیا ہے سامیہ ، لگلے ایک سال تک نہ کیس ری اوپن ہوسکتا ہے اور نہ وہ مزیئر سے مل سکتا ہے، ایسے حالات میں وہ وہاں " رہ کر کیا کرتا؟"آمنہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے وہ سب جانتے بوجھتے یہ ذکر کر رہی ہے، پر وہ لاعلم تھی، اسے یاد تھا کہ امان کیس کو لے کر پریشان تھا، پر پھر امان کے بعد اسے دھیان ہی نہیں رہا تھا کسی شئے کا۔ بنا پوری بات جانے اس انداز میں بات کرنا، اسے شرمندگی محسوس ہوئی آمنہ کے سامنے۔

چند لمحوں "اور ایک سال بعد وہ واپس چلا جائے گا اپنے بیٹے کے پاس اپنی دنیا میں، تب ہادی کی کیا گنجائش رہ جائے گی اسکی زندگی میں؟ " کی خاموشی کے بعد اسنے دھیمے لہجے میں دوسرا نکتہ اٹھایا۔

اتنے اعتراض سامیہ؟ مزمّل کو چھوڑ کر آنے پر، اسکے پاس واپس جانے پر؟ تمھیں یہ اعتراضات واقعی ہیں بھی یا صرف غصہ ہے کہ اسنے " تم سے شادی کا کہا ہے؟ تمھیں لگتا ہے اسنے تمھیں پرپوز کر کے تمھارے اور امان کے تعلق کی توہین کی ہے، جانے والوں کے ساتھ تعلق نہیں ہوا کرتے بچے بس یادیں ہوتی ہیں، اور زندگی یادوں کے ساتھ تو گزاری جاسکتی ہے پر انکے سہارے نہیں"

سامیہ کو لگا جیسے اسکی اتنی پوشیدہ سوچیں آمنہ کے سامنے برہنہ ہوں کہ وہ اتنے آرام سے انھیں پڑھ رہی تھیں۔

اور تمھاری تسلی کے لئے، حیدر میرے سامنے بڑا ہوا ہے مجھے ممی کہتا ہے وہ، دس سال پہلے جب وہ تمھارے ڈیڈ کو یہ کہہ کر امریکہ گیا تھا " ناں کہ ڈگری مکمل کر کے لوٹ آئے گا میں تب بھی جانتی تھی کہ وہ نہیں آئے گا اور کل اگر وہ یہ کہہ کر بھی مزمّل کے پاس امریکہ جائے کہ وہ واپس نہیں آئے گا میں اب بھی جانتی ہوں کہ وہ اسے لے کر واپس آئے گا، وہ جتنی محبت امان سے کرتا تھا اس سے کہیں زیادہ ہادی سے کرنے لگا ہے، اور اسکی محبت تمھارے اس سے شادی پر امادگی کی محتاج نہیں ہے"

آمنہ ہادی کو کاٹ میں لیٹا کر، اسے لاجواب کر کے چلی گئی تھیں، وہ اپنی جگہ بیٹھی رہی۔

#-------------------#

زندگی کا دائرہ اس پر تنگ پڑ رہا تھا، وہ اسکاٹ لینڈ خالہ کے پاس جانے کے بارے میں بہت سنجیدگی سے سوچ رہی تھی،وہاں نانا کا گھر جب بکا تھا تب خالہ نے مما کے لئے انکے حصے سے ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ خرید کر کرائے پر چڑھا دیا تھا، گھر اپنا تھا پھر کرائے کی رقم بھی اسنے سالوں سے استعمال نہیں کی تھی، مما کا یہاں والا فلیٹ اور ایک عاد پلاٹ بھی تھے۔ وہ وہاں جاکر جب تک ہادی سکول جانے جتنا نہیں ہو جاتا تب تک پانچ چھ گھنٹے کی جاب کر سکتی تھی، دو گھنٹے وہ خالہ کے پاس رہ لیتا، دو گھنٹے بے بی سٹر اور دو گھنٹے وہ ورک پلیس کی نرسری میں رہ سکتا تھا، سب بہت آسان نہیں تو بہت مشکل بھی نہیں تھا۔ پر خالہ سے پچھلے چند ماہ سے کوئی رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا، امان کی موت کے دو ماہ تک وہ باقاعدگی سے فون کرتی تھیں اسے اپنے پاس بلاتی تھیں، پھر کالز میں لمبے وقفے آنے لگے اور اب چند ماہ سے اس طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ سیل نمبر بند تھا انکا، ای میلز کا بھی کوئی جواب نہیں آرہا تھا، اسنے آج صبح لینڈ لائن کا خیال آنے پر انھیں انکے گھر کے نمبر پر کال کی جو کسی اجنبی عورت نے اٹھائی تھی۔ اور تب سے اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ زندگی یوں بھی اسکی ہر راہ بند کر سکتی ہے۔ خالہ کو الزائمر ہو گیا تھا۔ جسنے چند ماہ میں غیر معمولی رفتار سے انکی یاداشت کو متاثر کیا تھا، دو ماہ قبل انکا بیٹا، جو کسی ملٹی نیشنل میں کام کرتا تھا اور بارہ ماہ ٹریول کرتا تھا، انھیں نرسنگ ہوم میں داخل کروا کر گھر بیچ کر کہیں چلا گیا تھا۔ اسکا خالہ زاد جو عمر میں اس سے کافی بڑا تھا،اس کے کم عمری سے ہی خالہ سے بہت اختلاف رہے تھے، سولہ سال کی عمر میں گھر چھوڑنے کے بعد وہ سال میں چھ فون اور تین تین دن کے دو چکر لگانے کے علاوہ کوئی رابطہ نہیں رکھتا تھا، وہ اسے ٹھیک سے جانتی تک نہیں تھی۔ اسے نہیں سمجھ آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اب۔ وہ ایک اتنے چھوٹے بچے کے ساتھ دیار غیر میں بلکل تنہا نہیں رہ سکتی تھی، اور یہاں اسے اسکا باپ نہیں رہنے دے رہا تھا۔

بابا نے ہادی کی پیدائش کے وقت ہسپتال آکر بہت تماشا کیا تھا، وہ اور انکے بھتیجے اسلحہ تک ساتھ لائے تھے، وہ اسے ہر صورت اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ کچھ ڈاکٹر نے اسکی طبعیت کے پیش نظر سختی سے اسے کہیں بھی لے جانے سے منع کیا اور کچھ ڈیڈ نے اپنے تعلقات استعمال کر کے انھیں روکا، حیدر کی اسکے چچازاد سے ہاتھاپائی تک ہوگئی تھی۔ وہ فلحال کے لئے ٹل گئے تھے پر وہ جانتی تھی کہ یہ خاموشی دیرپا نہیں تھی۔

ہادی کے رونے کی آواز نے گھپ خاموشی کو توڑا ، آمنہ کو گئے تین گھنٹے ہوگئے تھے، کمرے میں اب رات کی سیاہی پھیلی تھی، اور وہ وہیں تب سے اسی کرسی پر بیٹھی زندگی کی جمع تفریق کرتی رہی تھی ،ہر بار ملنے والے جواب کو صفر سے ضرب دینی پڑ جاتی تھی، وہ وہی صفر ہاتھوں میں لئے ہادی کی کاٹ تک جانے کے لئے اٹھی۔

#------------------#

وہ ہادی کی باسکٹ ایک ہاتھ میں لئے دوسرے میں اسکا چھوٹا سا بیگ تھامے پورچ میں آئی، آج اسکی ویکسینیشن تھی۔ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے اسے باغیچے میں بنے چھوٹے دروازے سے حیدر اپنے گھر سے آتا دکھائی دیا، اسے اپنے گھر شفٹ ہوئے کافی عرصہ ہوگیا تھا۔ وہ جینز اور رف سی سرمئی ٹی شرٹ میں ملبوس، بال آدھے پونی میں باندھے ہوئے سر جھکائے چلا آرہا تھا۔ آفس کے علاوہ وہ ایسے ہی حلیے میں دکھتا تھا۔

ہادی ساتھ نہ ہوتا تو وہ اسے نظر انداز کر کے گزر جاتا بجائے وہاں رک کر اس سے پوچھنے کے کہ وہ کہاں جا رہی ہے ؟

" ہادی کی ویکسینیشن ہے"

اکیلے ؟" وہ عین اسکے سامنے سوالیہ نظریں لئے کھڑا تھا۔ "

نظیر (ڈرائیور) ہے ساتھ" وہ جواب دے کر جانا چاہتی تھی پر وہ رستے سے ہٹتا تب ناں۔ "

ممی کہاں ہیں؟" اسکی تفتیش ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ "

انکی طبیعت ٹھیک نہیں، اور بھابھی گھر پر نہیں ہیں سو۔۔" وہ جانتی تھی اگلا سوال وہ نمیرا کے متعلق کریگا سو اسنے پہلے ہی بتا دیا۔ "

"ہوں، میں چل رہا ہوں ساتھ، آجاو "

وہ اسے منع کردیتی پر وہ اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بنا ہی اس سے ہادی کی باسکٹ لے کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ہسپتال سے وہ جلدی فارغ ہو گئے ، یہ ٹیکہ ذرا مشکل رہتا ہے اس لئے ڈاکٹر نے احتیاطاً ایک دوا لکھ دی تھی۔

وہ ہادی کی باسکٹ اٹھائے ڈاکٹر کے پرچے کو دیکھتا ہوا فارمیسی کی طرف مڑ گیا۔ "تم جاو، ہم یہ لے کر آتے ہیں "

وہ دھوپ کا چشمہ آنکھوں پر ٹکاتی حیدر کے انداز پر جلتی کڑھتی پارکنگ کی طرف جا رہی تھی۔ اسے کس نے کہا تھا ساتھ آنے کو۔۔ہادی کے معاملے میں اسکا انداز اتنا دو ٹوک ہوا کرتا تھا کہ وہ منع نہیں کر پاتی تھی، پر اسے منع کرنا چاہئے تھا، وہ ہادی کا ہر کام خود کرنا چاہتی تھی، امان کے بعد اسے کسی پر انحصار کرنے کے تصور سے بھی خوف آنے لگا تھا۔

کار اب بھی کچھ فاصلے پر تھی، پارکنگ ہسپتال کی عمارت سے الگ ایک کونے میں بنی تھی اور اس وقت ویران تھی۔

دفعتاً کسی نے درشتی سے اسکی کہنی پکڑ کر روکا۔ اسکی چیخ باپ کو سامنے دیکھ کر کہیں اندر ہی دب گئی، ان کے ساتھ اسکا وہ منحوس کزن جس سے بابا اسکی شادی کرانا چاہتے تھے اور ایک ملازم بھی تھا، وہ دونوں ہی اسلحہ تھامے ہوئے تھے۔ وہ اپنی سوچ میں اس قدر محو تھی کہ اسے ان تین لوگوں کا اپنے گرد ہونا محسوس بھی نہیں ہوا، یا اللہ! اب کیا کرے گی وہ۔

"بابا۔۔ "

تمھارے اس سابقہ سسر کو میں نے کہا تھا کہ وہ مجھے اپنی بیٹی سے ملنے سے نہیں روک سکتا، تمھیں آخر کب تک گھر میں بند رکھ سکتا تھا " وہ" وہ اب بھی اسکی کہنی تھامے ہوئے تھے۔

بابا میں خود آپ سے نہیں ملنا۔۔'' اسنے ڈیڈ کا دفاع کیا۔ ''

باقی باتیں گاڑی میں بیٹھ کر کرتے ہیں، چلو'' منان نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی۔ ''

مجھے آپکے ساتھ کسی گاڑی میں نہیں بیٹھنا، نہ کہیں جانا ہے ، چھوڑیں مجھے، مجھے گھر جانا ہے'' سامیہ نے جھٹکے سے اپنی کہنی چھڑائی۔ ''

ہاں تو گھر ہی جا رہے ہیں ہم، تمھارے اپنے گھر، وہ لڑکا نہیں رہا اب اور اس کے ساتھ تمھارا اسکے خاندان سے تعلق بھی ختم ہوا'' کس قدر '' سفاکی اور بے حسی تھی انکے انداز میں، سامیہ نے انھیں دکھ سے دیکھا۔

کیسے ختم ہوا ہے تعلق، میرا بیٹا اسی خاندان کا فرد ہے، آپ ہٹیں یہاں سے مجھے جانے دیں''اسنے انھیں پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے رستے '' سے ہٹانا چاہا۔

''تو بیٹے کو رہنے دو وہیں ، مجھے میری بیٹی سے غرض ہے ''

''آپ کو اندازہ ہے آپ کہہ کیا رہے ہیں ؟ ''

وہ ساری عمر باپ سے امیدیں وابستہ کرتی آئی تھی اور وہ اسکی ہر امید کو یونہی توڑتے آئے تھے۔

فہیم نے منان کو ایک طرف کر کے سامیہ کی کلائی دبوچی، اسنے چیخنے کے لئے ''چاچا دیر ہو رہی ہے، لوگ نہ آجائیں اس طرف، ہٹیں آپ'' منہ کھولا تو ایک ہاتھ اسنے اسکے منہ پر رکھنے کی کوشش کی، تبھی کسی نے فہیم کا ہاتھ جھٹک کر اسے پیچھے دھکیلا۔ وہ حیدر تھا۔

کر کیا رہے ہو تم ہاں؟'' حیدر کا انداز سخت ناگواری لئے تھا۔ وہ فہیم کو انگارہ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ ''

تم، تمھیں مرنے کا شوق ہے بہت، اس دن ہسپتال تھا تو بچ گئے تھے تم، آج ایسا نہیں ہوگا'' وہ جو دھکا لگنے سے لڑکھڑایا تھا حیدر کو '' دیکھتے ہوئے دھاڑا۔

تم جاو یہاں سے، میں اپنی بیٹی سے بات کر رہا ہوں ، ہمارا آپس کا معاملہ ہے'' منان نے حیدر کی طرف بڑھتے فہیم کو روک کر اسے جانے '' کو کہا۔

تو اپنے بھتیجے سے کہیے کہ اپنے ہاتھ قابو میں رکھے، آپ بات کریں میں یہیں کھڑا ہوں'' وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر سامیہ کے ساتھ کھڑا ہوگیا، '' نظریں اب بھی فہیم پر تھیں۔

ہم گھر جا کر بات کریں گے، تم چلو میرے ساتھ'' منان نے پھر سامیہ کی کلائی دبوچی۔ ''

'' میں نہیں جاوں گی کہیں بھی، آپ اپنے ملازم سے کہیں بندوق ہٹائے وہ ''

اسنے درشتی سے اپنی کلائی چھڑائی۔ وہ گھنی مونچھوں والا توانا شخص حیدر پر بندوق تانے کھڑا تھا۔

جب وہ کہہ رہی ہے وہ نہیں جائے گی تو نہیں جائے گی، جاو تم لوگ۔۔'' حیدر نے اپنے بازو سے اسے اپنے پیچھے کرتے ہوئے بندوق کی '' پرواہ کئے بنا آگے ہوتے ہوئے کہا، اب کہ فہیم نے بھی اس پر بندوق تان کر ٹریگر پر دباو بڑھایا۔

اسنے حواس باختہ ہو کر حیدر کے بازو پر دونوں ہاتھ رکھے اسے روکنا چاہا، وہ اسے نقصان نہیں پہنچاتے پر ''حیدر میں بات کر رہی ہوں۔۔ '' حیدر۔۔۔، وہ گولیاں چلا دینے والوں میں سے تھے۔ ملازم بندوق تانے منان کے اشارے کا منتظر تھا پر فہیم، اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، وہ کسی بھی لمحے ٹریگر دبا دیتا۔ وہ حیدر کا بازو ہٹاتے اسکے اگے آکر کھڑی ہوگئی یوں کہ تنی ہوئی بندوقوں اور اس کے درمیان ڈھال ہو۔

سامیہ تم یہ کیا۔" حیدر نے جھک کر اسے کان میں کہتے ہوئے اسے اپنے آگے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ "
ہٹو آگے سے، ہوتا کون ہے یہ ہمیں روکنے والا" اب کہ منان کو بھی بیٹی کا اس شخص کا یوں دفاع کرتے دیکھ غصہ آیا، انھوں نے " سامیہ کو بازو سے پکڑ کر درمیان سے ہٹانا چاہا۔
شوہر ہے یہ میرا، پچھلے ہفتے ہمارا نکاح ہوا ہے، یہ ڈیڈ کا بھتیجا ہے اور اسکول میں میرا سینئر تھا، میں اپنے گھر جاوں گی اور کہیں نہیں، " وہ آخر میں منان کے ملازم پر غرائی تھی، جس نے جھجھک کر بندوق والا ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیا، پہلے "تمھیں سمجھ نہیں آرہا ہے بندوق ہٹاو اپنی بات اور تھی پر اگر یہ شخص مالک کا داماد تھا تو یہ انکا خاندانی جھگڑا تھا۔
چھے حیران آنکھیں بیک وقت اس پر کی تھیں، سب سے زیادہ تپش اسے اپنی پشت پر موجود ان دو آنکھوں کی محسوس ہوئی۔
تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا؟باپ ہوں میں تمھارا" وہ شاک کی کیفیت میں اس پر دھاڑے۔ "
نہیں" اسنے گردن کڑا کر سختی سے کہا۔ "
تم سے تو تمھاری وہ ماں اچھی تھی جس نے تمھاری شادی کے ہر معاملے سے مجھے آگاہ رکھا، شامل کیا اور تم" انکے لہجے میں اسکی مری ہوئی " ماں کے لئے آج بھی کوئی عزت نہیں تھی۔
مجھے ذرا بھی امید ہوتی کہ آپ مجھے روکنے کی کوشش نہیں کریں گے تو میں ضرور بتاتی" ماں کے اس طرح ذکر نے اسے باپ پر اور برہم " کر دیا۔
آپ جائیں اب ، میں آپ کی ذمہ داری، عزت، غیرت کچھ بھی نہیں ہوں، انسان ہوں میں، مجھے جینے دیں، ایسے میرا پیچھا کرنا چھوڑ " دیں،آپ جب چاہیں میرے گھر آسکتے ہیں پر اپنے ملازم، بھتیجوں اور اسلحے کے بغیر۔۔" اسنے ایک ایک حرف پر زور دیتے فہیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ بابا اب کچھ نہیں کریں گے وہ جانتی تھی۔ مما ٹھیک کہتی تھیں جب تک وہ دنیا کی نظر میں انکی ذمہ داری تھی شادی سے پہلے، امان کے بعد،انہیں فرق پڑتا تھا، ورنہ امان سے شادی کے ان چار سالوں میں وہ اسے مما کے جنازے کے علاوہ دو بار بھی بمشکل ملے تھے، انکی بیوی تھی بچے تھے، اور وہ بس ایک بوجھ، عزت، غیرت۔
فہیم نے اسکی بات انسنی کر کے اسے بھڑک کر ساتھ چلنے کا کہا تو منان نے اسے روک دیا۔

#-------------------#

تم پاگل تو نہیں ہو، کیا ضرورت تھی تمھیں یوں بندوقوں کے نشانے پر کھڑے ہونے کی" ان لوگوں کے جاتے ہی حیدر نے اسے جھاڑنا " چاہا۔
تمھیں کیا ضرورت تھی درمیان میں پڑنے کی، میرا مسئلہ تھا میں سنبھال لیتی" سامیہ نے بھی حیدر سا ہی انداز اپنایا۔ "
"!وہ تمھیں لے جاتے سامیہ "
"!وہ تمھیں مار دیتے حیدر"
وہ دونوں دوبدو ایک دوسرے کو گھورتے آمنے سامنے کھڑے تھے۔
شکر صاحب وہ لوگ چلے گئے، میں نے تو پولیس کو بھی فون کر دیا تھا" نظیر ہادی کو لے کر ان کی طرف آتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "

تم کہاں تھے؟" سامیہ نے بڑھ کر اس سے ہادی کو لے لیا۔"

ان لوگوں کو آپ سے بات کرتا دیکھ کر میں صاحب کو بلانے گیا، صاحب نے کہا کہ ہادی بابا کو پارکنگ سے دور رکھوں، وہ لوگ چلے جاتے " ہیں تو ٹھیک ورنہ کسی بھی اور صورتحال میں سب سے پہلے بابا کو گھر پہنچاوں، میں نے سوچا تھا بابا کو گھر پہنچاتے ہوئے ایمبولینس کو فون کر۔۔" حیدر نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ گڑبڑا کر چپ ہو گیا۔

یہ لو، پھل وغیرہ خرید کر مستحقین میں بانٹ کر گھر آنا کہ تمھیں ایمبولینس کو فون نہیں کرنا پڑا" حیدر نے اسے پیسے دے کر اس سے چابی " لے لی۔ وہ کار میں اسکی موجودگی نہیں چاہتا مطلب کہ وہ بات کرنا چاہتا تھا۔

تم جانتی ہو ناں کہ ایسے جھوٹ تادیر نہیں نبھائے جاسکتے؟" آدھے راستے تک کار میں موجود غیر آرامدہ سی چھائی رہنے والی خاموشی کو حیدر " نے بلآخر توڑا۔

"مگر سچ تو نبھائے جا سکتے ہیں۔۔"

"یہ سچ نہیں تھا"

"پر ہو سکتا ہے۔۔"

حیدر نے پھر کوئی بات نہیں کی، وہ رخ موڑے کھڑکی کے پار دیکھتی رہی، چند آنسو خاموشی سے بہہ کر گردن کے گرد اوڑھے اسکارف میں جذب ہوئے۔

کس منظر نامے میں اسنے کون سا جواب کن جذبات پر پاوں رکھ کر دیا تھا، کوئی اس سے پوچھتا۔

گھر آگیا تھا، وہ ہادی کو لے کر اندر جانے لگی تو حیدر نے پیچھے سے آواز دے کر روک لیا۔

جی؟" وہ رکی پر مڑی نہیں۔"

"تمھاری مبہم بات کا مطلب میں ہاں سمجھوں؟"

ہاں" وہ کہہ کر اپنے بیٹے کو لئے اندر چلی آئی۔ حیدر گاڑی سے ٹیک لگائے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔"

#-------------------#

وہ لاونج میں داخل ہوا تو سب رات کے کھانے کے بعد اپنی اپنی کافی لئے جمع تھے۔ فائق ایک ہاتھ میں کافی کا مگ لئے دوسرے میں موبائل پکڑے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ احمد ٹی وی پر نظریں جمائے دس بجے کی ہیڈ لائنز سن رہے تھے، آمنہ اور نمیرا ساتھ بیٹھیں دھیمے سروں میں محو گفتگو تھیں۔ سامیہ اسے کھڑکی سے آتا دیکھ غیر محسوس انداز میں اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ مثبت جواب دینے کے بعد بھی یوں نظر انداز کرنا؟ وہ ٹھیک تذبذب کا شکار تھا۔

اسے دیکھ کر نمیرا نے کافی کا پوچھا، پر وہ انکار میں سر ہلاتا احمد کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

سامیہ نے ہاں کر دی ہے" اسنے جیسے اعلان کیا جس پر سب اپنی اپنی مصروفیت ترک کر کے اسکے اس اچانک بنا سیاق و سباق کے کئے " گئے اعلان کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔ چند لمحے لگے تھے سب کو بات سمجھنے میں۔ اس کے بعد لاونج طرح طرح کی آوازوں سے بھر گیا۔

https://d

"کب؟" فائق فون بھول چکا تھا۔

"تم سے خود کہا ہے اسنے یہ؟" احمد مشکوک ہوئے، حیدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اتنی اچانک، وہ تو بالکل بھی راضی نہیں تھی" نمیرا حیران اور خوش دونوں تھی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے" یہ آمنہ تھیں۔

"مجھے بھی" حیدر نے ان کی تائید کی۔

"میں چاہ رہا تھا ممی، آپ یا نمیرا اس سے ایک دفعہ پھر پوچھیں" وہ خواتین سے مخاطب ہوا۔

"میں اطمعنان کرنا چاہ رہا ہوں کہ اسنے کسی دباو میں آکر تو فیصلہ نہیں لیا" پرسوں ہسپتال کی پارکنگ میں ہوئے واقع کے متعلق انھوں نے کسی سے ذکر نہیں کیا تھا پر وہ اگر اس ایک واقع سے خائف ہو کر بنا سوچے سمجھے فیصلہ کر رہی تھی تو یہ غلط تھا۔

"وہ ہاں کر رہی ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کر رہی ہے دوبارہ پوچھ کر فائدہ" وہ اتنی مشکل سے مانی تھی، آمنہ کو اب بھی اسکے انکار کر دینے کا خدشہ تھا۔

"حیدر ٹھیک کہہ رہا ہے" احمد نے تائید کی تو فائق نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"نمیرا بیٹا آپ دوست ہیں سامیہ کی، آپ اپنے حساب سے بات کر کے دیکھئے گا" احمد نے نمیرا کو ذمہ داری سونپی۔

"جی ڈیڈ، حیدر تم مٹھائی کھانے والی بات پر کافی بھی نہیں پی رہے ہو"

"تم پہلے کنفرم تو کر آو" نمیرا کے انداز پر وہ دھیما سا مسکرایا۔

"وہ تو میں کر آوں گی، ویسے مجھے لگ رہا ہے وہ انکار نہیں کریگی، جلد بازی میں فیصلے لینے والوں میں سے نہیں ہے سامیہ"

اور پھر نمیرا کے علاوہ بھی سب نے موقع پا کر سامیہ سے بات کر کے اپنی اپنی تسلی کی تھی۔

آمنہ نے اسے کہا تھا کہ وہ سامیہ کو دلائل سے، منطق کے ذریعے حیدر سے شادی کے لئے راضی کرنے کی جتنی بھی کوشش کریں پر وہ یہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ سامیہ ایسا فیصلہ کسی دباو میں آکر کرے، وہ آج انکار کرے وہ پھر اسے قائل کرنے کی کوشش کریں گی لیکن وہ اسکی ہاں پر صرف تب ہی خوش ہونگی جب وہ وہ دل سے رضامندی دے گی۔

نمیرا اس کے پاس گھٹنوں بیٹھ کر اسے یقین دلا کر اٹھی تھی کہ ان سب کے لئے اسکی حیدر سے شادی سے زیادہ خوشکن یہ خیال ہوگا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی کے فیصلے لے رہی ہے۔

فائق اسے خاص یہ بتانے آیا کہ ان سب کی اس سے محبت اسکے کسی بھی عمل، کسی بھی فیصلے سے مشروط نہیں ہے، وہ ان کے خاندان کا فرد ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ڈیڈ نے اسے بھیگی آنکھیں لئے اپنے کندھے سے لگاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ سمجھ سکتے ہیں اگر وہ حیدر جیسے سر پھرے سے شادی کا فیصلہ واپس لینا چاہے تو،ان کے انداز پر وہ نم آنکھوں کے ساتھ ہنس دی۔

اس سارے عمل کے دوران اسے احساس ہوا تھا کہ امان نے جا کر بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا، وہ جسکا مما کے بعد کوئی نہیں تھا، امان نے اسکے گرد اپنے رشتوں کا کس قدر مضبوط حصار باندھا تھا۔ جہاں اسے سب گھر والوں پر ٹوٹ کر پیار آیا وہیں حیدر پر جی بھر کر غصہ بھی، وہ

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اس سے خود پوچھ کر اور دوسروں سے پچھوا کر کم از کم چھے بار ہاں کروا چکا تھا۔ وہ سب کی تشفی کروا کروا کر تھک چکی تھی۔ وہ ہاں جو ایک بار کرتے ہوئے اس قدر تکلیف دہ تھی اسکی مسلسل تکرار کرنا۔

اسنے فیصلہ واقعی سوچ سمجھ کر کیا تھا پر اسکی وجوہات سب کے گمان سے بر عکس تھیں۔ اس دن باپ کا سامنا ہونے کے بعد وہ اچھے سے سمجھ چکی تھی کہ وہ ٹلنے والے نہیں تھے، خالہ کی بیماری کے بعد سکاٹ لینڈ جانے کا ارادہ وہ ترک کر چکی تھی، پاکستان میں بابا اسے صرف اسی صورت رہنے دیتے کہ وہ پھر شادی کر لے۔ اکیلے وہ اسے رہنے نہیں دیتے،وہ یہاں رہتی تو اپنے ساتھ باقی سب کے لئے بھی مصیبت، شادی کی صورت میں اسکی ذہنی، جذباتی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کسی بھی نئے تعلق کو اپنا سو فیصد دے پاتی، حیدر کے پروپوزل کی خوبی یہی تھی کہ وہ اس سے ایسی کوئی توقع کر بھی نہیں رہا تھا، وہ اس سے ہادی کے لئے شادی کرنا چاہتا تھا، ہادی ساتھ نہ ہو تو اسے تو شاید وہ نظر بھی نہیں آتی تھی، دوسرا ممی ٹھیک کہہ رہیں تھیں وہ اسکے بیٹے سے بہت محبت کرتا تھا، اگر ہادی کی زندگی میں کسی دوسرے شخص کا آنا ناگزیر تھا تو وہ شخص وہ کیوں نہ ہو جو اس سے محبت کرتا ہو، اسے بیوی کی پہلی شادی کی نشانی کے بجائے اپنی اولاد سمجھے، اور پھر یہ شادی اسے ہادی کے خونی رشتوں سے ہمیشہ جڑے رہنے کا موقع بھی دیتی تھی جو کسی بھی اور صورت میں یوں ممکن نہ ہو پاتا۔ تو ٹھیک تھا ناں پھر زندگی آسان تو اب یوں بھی نہیں رہی تھی، ایک زہر کا پیالہ اور سہی۔

#-------------------#

آج جمعہ تھا اور اتفاقاً فائق اور احمد گھر پر تھے، آمنہ نے سب کو گھر پر دیکھ گیارہ بجے کے قریب برنچ کا ہلکا پھلکا اہتمام کیا ہوا تھا۔ وہ سب ہی ڈائینگ ٹیبل کے گرد جمع اچھے موڈ میں ناشتہ کر رہے تھے، کسی کے چلے جانے سے نہ زندگی رکتی ہے اور نہ آپ ہنسنا بھولتے ہیں۔

حیدر بھی ہوتا تو ٹیبل کمپلیٹ لگتی" احمد نے اپنے مقابل موجود حیدر کی خالی کرسی کو دیکھا۔ "

آمنہ نے حیدر کو آتے دیکھ دروازے کی سمت اشارہ کیا، وہ ڈریس "وہ بھی گھر پر ہی ہے آج، میں نے بلوایا تھا اسے، آتا ہی ہوگا، لو آگیا" پینٹ اور شرٹ میں بال جیل سے پیچھے کئے لیپ ٹاپ بیگ تھامے آفس کے لئے تیار لگ رہا تھا۔

اسنے بیٹھتے ہوئے سب کو سلام کیا۔

مجھے لگا تمھارا آف ہے آج" آمنہ نے اسکے حلیے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "

نہیں، آدھے گھنٹے میں ایک میٹنگ ہے پھر شام میں ایک سیمینار۔۔" اسنے پین کیکس کی پلیٹ اپنے قریب کھسکائی۔ "

تو بچوں، حیدر، سامیہ، پھر آگے کیا پلان کیا ہے تم دونوں نے ؟" احمد نے ان دونوں کو ایک جگہ موجود پا کر مخاطب کیا۔ "

ان دونوں نے اپنی پلیٹ سے نظریں اٹھا کر بیک وقت پہلے احمد کو دیکھا پھر ایک دوسرے کو۔

وہ مسکرا رہے تھے۔ "بھئی کب کرنی ہے شادی؟ "

ہاں بھئی یہ بورنگ سی کورٹ شپ اور کتنی لمبی چلانی ہے ؟" سامیہ نے نمیرا کو گھورا، اور کتنی لمبی؟ دس دن بھی بمشکل ہوئے تھے اسے " ہاں کئے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"سامیہ سے پوچھیں آپ لوگ، جب اسے کنوینئنٹ لگے" حیدر نے کانٹے میں پین کیک پھنساتے ہوئے اسکی طرف اشارہ کیا۔ نوالہ چباتے وہ باقی سب کی طرح اسے ہی دیکھ رہا تھا، ایک تو وہ مان گئی ہے یہ کافی نہیں تھا کہ وہ اس سے ہر چیز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توقع بھی کر رہا تھا۔

"ہاں تو سامیہ، بتاو بھئی کب پہنائیں حیدر کو سہرا؟" ایک نمیرا ہی تھی جو اس غیر معمولی بندوبست کو نارمل شادی کے طور پر لے رہی تھی۔

"جو سب مل کر ڈسائڈ کریں، مجھے کوئی ایشو نہیں ہوگا" اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے، جب فیصلہ کر ہی لیا ہے تو کب اور کیسے سے کیا فرق پڑتا۔

"شیور؟" حیدر نے بہت سنجیدگی سے اسے براہراست مخاطب کیا، وہ اس سے یقین دہانی چاہ رہا تھا۔

سب اب بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اسنے مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔ صبر ابھی سے جواب دے رہا تھا۔

"ہوں ، فائق آج جمعہ ہے ناں، میں دو گھنٹے تک آجاوں گا واپس، تم تب تک مولوی وغیرہ کا انتظام کرو، نماز کے بعد نبٹاتے ہیں یہ کام بھی" اسنے سامیہ کی طرف سے مطمعین ہوکر پین کیکس پر مزید شہد ڈالتے ہوئے پروگرام ترتیب دیا۔

اسکی بات اتنی غیر متوقع تھی کہ حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے کسی نے سامیہ کے ہاتھ سے نوالہ واپس پلیٹ میں گرتے نہیں دیکھا۔ کب اور کیسے سے کیسے فرق نہیں پڑتا۔

"اتنی جلدی ،دو گھنٹے میں سب انتظام کیسے ہوگا" آمنہ باقاعدہ بوکھلا گئیں۔

"کیا انتظام؟" حیدر الجھا، ٹھیک ہے کہ اسنے پچھلے دس بارہ سال سے کوئی شادی نہیں اٹینڈ کی تھی اور خود اسنے کورٹ میرج کی تھی پر جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا نکاح کے لئے مولوی، نکاح نامہ اور چار گواہان ہی چاہئے ہوتے ہیں۔ جو وہ فائق کو کہہ چکا تھا۔

"انوائٹ کرنا ہے سب کو، مینیو، شاپنگ وغیرہ سب" نمیرا نے تفصیل بتائی، آمنہ نے تائید میں سر ہلایا۔

"اوہ" حیدر بے فکر ہوا۔

"جن لوگوں کی موجودگی سے مجھے فرق پڑتا ہے وہ سب پہلے سے ہی اس ٹیبل کے گرد موجود ہیں، اور کسی کو نہیں بلانا مجھے، سامیہ تمھیں انوائٹ کرنا ہے کسی کو؟"

اسنے نفی میں سر ہلایا، حلق میں گولا سا اٹکا تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ سب کے سامنے حیدر سے کیا کہے۔

"اور رہا مینیو، میں لنچ آرڈر کر دیتا ہوں ابھی جاتے ہوئے، اور کچھ؟" اسنے آمنہ اور نمیرا کو دیکھا۔

"ولیمہ؟" آمنہ کو یاد آیا۔

"نذدیک کی کچی بستیوں میں کھانا بھجوا دیجئے گا ممی" وہ اب اٹھ رہا تھا۔

"اور شاپنگ؟" نمیرا نے سوال اٹھایا۔

"دو گھنٹے ہیں تمھارے پاس جتنی کر سکتی ہو کر لو" حیدر نمیرا کے ساتھ بیٹھے ثمید (نمیرا کا بیٹا) کے بال بکھیرتا چلا گیا۔

"ممی ڈیڈ سے کہہ رہی تھیں۔ "یہ تو پورا امیریکن (امریکی) ہوگیا ہے، یوں اتنا عرصہ نہیں چھوڑنا چاہئے تھا آپ کو اسے وہاں"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سادگی میں خیر ہوتی ہے، ہونے دیں جیسے کہہ رہا وہ" ڈیڈ سب سے زیادہ مطمئین لگ رہے تھے۔ وہ آہستہ سے اٹھ کر اپنے کمرے میں " آگئی۔ ہادی اپنی کاٹ میں سو رہا تھا، ہر شئے سے بے نیاز، بے خبر۔۔

حیدر ایسے کیسے کر سکتا تھا، یوں دو گھنٹے میں، آج ہی۔۔ وہ اب بھی روز اس ہاں کو لے کر خود سے لڑ رہی تھی، اب یوں اچانک نکاح، وہ نہیں کر پائے گی۔۔

اسنے فون اٹھا کر کانٹیکٹس میں حیدر کا نمبر ڈھونڈا، نمبر نہیں تھا اسکے پاس، بہتے آنسو پونچھتے ہوئے واٹس ایپ کھولا، نمیرا کے بنائے ایک فیملی گروپ میں وہ ایڈ تھا۔ گروپ ممبرز کی لسٹ میں اسکے نمبر کے نیچے چھوٹا سا حیدر امیر لکھا تھا۔ سامیہ نے نمبر پر انگلی رکھی تو اسکی پروفائل کھل گئی۔ ڈسپلے پر لگی تصویر اسے ماضی میں لے گئی۔

تین سال پہلے وہ بال جھوڑے میں باندھے، موٹی سی ریڈنگ گلاسس آنکھوں پر ٹکائے بیڈ کراون سے ٹیک لگائے گود میں لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی جب امان گرنے کے انداز میں اسکے قریب بیڈ پر آکر لیٹا۔

یہ دیکھو حیدر نے بھی سیم پکچر ڈسپلے پر لگائی ہے" وہ اسے فون پر حیدر کی واٹس ایپ ڈی پی دکھا رہا تھا۔ تصویر میں امان اور حیدر موجود تھے، " کسی روف ٹاپ ریسٹورانٹ کا منظر تھا، وہ دونوں ریلنگ کے پاس کھڑے ہنس رہے تھے، امان کا سر قہقہہ لگاتے ہوئے عادتاً پیچھے کو ڈھلکا ہوا تھا اور حیدر ریلنگ پر ایک ہاتھ ٹکائے دوسرا پیٹ پر رکھے ہنسی کنٹرول کرنے کی کوشش میں سر جھکائے ہوئے تھا۔ ریسٹورانٹ کی لائٹنگ ان کے چہروں پر پڑ کر انھیں روشن کر رہی تھی۔ عقب میں نیو یارک کی روشنیوں کی جگمگاہٹ تھی۔ وہ ایک خوبصورت ، مکمل لمحہ تھا جسے کیمرے نے قید کیا تھا۔ امان پچھلے ہفتے یو ایس سے لوٹا تھا، یہ واپسی سے ایک دن پرانی تصویر تھی، تب سے اسکے واٹس ایپ ڈسپلے پر موجود تھی۔

اب بندہ ڈیکیڈ (دہائی) میں ایک دفعہ ہنسے گا تو تصویر ڈسپلے پر ہی لگائے گا ناں" سامیہ نے حیدر کی ڈی پی دیکھ جلا کٹا سا تبصرہ کیا۔ "

تھیں اس غریب سے نجانے کیا مسئلہ ہے" اسنے مسکراتے ہوئے فون سائڈ ٹیبل پر رکھا۔ "

پہلا تو وہ کوئی غریب وریب نہیں ہے دوسرا مجھے اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے" اسنے امان کو ٹوکا۔ "

کیا کر رہی ہو" امان نے اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکائے لیپ ٹاپ سکرین کو دیکھا۔ حیدر کو لے کر اسکی چڑ اتنی پرانی تھی کہ بحث عبث " تھی۔

"تمھاری کل کی میٹنگ کی پریزنٹیشن "

ارے یہ میں نے بنائی تو تھی" اسے لگا سامیہ شائد دوبارہ بنا رہی ہے۔ "

ہاں، آنکھیں بند کر کے، کل پروجیکٹ تو نہیں پر دوبارہ اسکول میں ایڈمیشن کا مشورہ ضرور ملتا تمھیں" سامیہ کا انداز نالائق شاگرد کو سرزنش " کرنے والا تھا۔

اچھا ناں، ایکسل کی موٹی موٹی فائیلز نے دماغ سن کر دیا تھا میرا یہ آخر میں بس جلدی جلدی بنائی" امان نے مصنوعی سا منہ بسورا۔ "

دکھ رہا ہے" اسنے ایک پوری سلائیڈ سرے سے ڈلیٹ کی۔ "

امان نے آہ بھری۔ "تمھارے بغیر کیا بنتا میرا؟ "

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

بھرتا!" سامیہ نے بنا تاخیر جواب دیا، جس پر وہ دونوں ہی ہنس پڑے۔ ان کی ہنسی کی آواز وقت کی گردش میں معدوم ہوتی گئی۔ "
حال میں سامیہ تر چہرے کے ساتھ فون ہاتھ میں پکڑے حیدر کی اسی پروفائل پکچر کو گھور رہی تھی۔ اسنے کیا تین سال سے ڈی پی نہیں بدلی تھی؟
سامیہ نے کال ملائی جسے دو گھنٹیوں بعد حیدر نے اٹھایا۔
نمبر سامیہ کا بھی اسکے پاس محفوظ نہیں تھا۔ "یس؟"
تم یہ کیا کر کے گئے ہو؟ اتنی جلدی، آج ہی، تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو؟" وہ بنا اپنا تعارف کرائے اس سے لڑ پڑی۔ وہ اس سے پانچ " سال بڑا تھا وہ بچپن سے کوشش کرتی آئی تھی کہ اسے آپ بلائے پر اس سے زیادہ تر وہ غصے میں ہی مخاطب ہوتی تھی اور غصے میں اس سے آپ جناب نہیں ہوتا تھا۔
سامیہ؟، میں نے پوچھا تو تھا تم سے کہ جو تمھیں کونیینینٹ لگے وہ بتاو، تم نے جو اپنے فادر سے جھوٹ بولا تھا وہ کبھی بھی تفتیش کرا سکتے " ہیں مجھے لگا جتنی جلدی پیپرز بن جائیں اتنا سیف رہے گا" وہ دس دن سے سامیہ کی طرف سے کسی بات کا انتظار کرہا تھا، خود سے کہتا تو سامیہ اسے دباو ڈالنا سمجھتی، آج ڈیڈ نے ذکر کیا تو اسنے اس سے پوچھ لیا۔
اسکی بات پر سامیہ ایک دم سے چپ ہوئی،
وہ ٹھیک کہہ رہا تھا، اسنے کیوں نہیں سوچا کہ وہ یوں کسی کو بھی بابا کے سامنے اپنا شوہر بتائے گی اور وہ تفتیش نہیں کرائیں گے؟،
افففف، وہ کیوں کہہ رہا تھا ٹھیک؟
لیکن اگر تمھیں مسئلہ ہے تو میں ابھی گھر کال کر کے منع کر دیتا ہوں سب کو، کوئی ایشو نہیں ہے، تم جو بھی ڈیسائڈ کرو آئے ایم " اوکے وداٹ" اسنے صاف صاف سامیہ کو فیصلہ لینے کا کہا تھا جب اس نے اندیہ دیا تب ہی سب طے کیا تو پھر اب۔۔ وہ جس معاشرے میں اتنا عرصہ رہ کر آیا تھا وہاں بات کا ایک ہی مطلب ہوتا تھا، اسے مشرقی معاشرے کی مصلحتیں اور مروتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔
اسنے دھیمے انداز میں خود کو کہتے سنا۔ "نہیں، منع مت کرو، ٹھیک ہے "
شیور؟" ایک تو حیدر اور اسکے شیور۔ سامیہ نے ہاں کہہ کر فون بند کر دیا۔ "

#-------------------#

نمیرا اسکے کمرے میں آئی تو وہ ہادی کو بیڈ پر لٹائے اسکے کپڑے بدل رہی تھی۔
سامیہ تم یہ کیا کر رہی ہو، یہاں میں گھن چکر بنی ہوئی ہوں" نمیرا اس پر باقاعدہ چیخی تھی۔ "
ہاتھ میں پکڑا ہادی کا جراب لہرایا کہ یہ کر رہی ہوں۔
"آپ کیوں گھن چکر بنی ہوئی ہیں؟ "
یار، اپنے، فائق اور ثمید کے کپڑے نکال کر پریس کرنے دے آئی ہوں، کیمرہ بھی چارج پر لگا دیا ہے، ڈیکوریشن لائٹس سمجھا کر آئی ہوں " ولایت اور نظیر کو کہ کیسے لگانی ہیں، اب پھول آرڈر کئے ہیں وہ آجایئں تو لاونج کی ڈیکوریشن تو ہو جائے گی پوری، پھر ممی نے کراکری بھی نئی نکالنے کو کہا ہے، اور تم نے کچھ سوچا ہے کیا کرنا ہے؟" وہ صوفے پر بیٹھتے بولتے ہانپنے لگی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"ہاں، جمعہ ہے آج، ابھی باتھ لینا ہے، پھر ناخن کاٹوں گی پھر نماز، پھر مولوی صاحب کے سامنے تین دفع قبول ہے بولنا ہے" آخر میں وہ تلخ سی خود اذیتی سے مسکرائی۔

"یار کپڑوں کا پوچھ رہی ہوں کہ کیا پہنو گی تم پتا نہیں کیا بولے جا رہی ہو، بلکہ رہنے دو تم" نمیرا نے اپنی مصروفیت میں سامیہ کا انداز نوٹ نہیں کیا۔ وہ اب اسکی وارڈروب کھولے کھڑی تھی۔

اسنے پہلے ایک جامنی فراک نکالی، اسے الٹ پلٹ کر دیکھا پھر واپس رکھ دی، اسکے بعد جارجٹ کی سفید لمبی قمیض۔۔ سامیہ نمیرا کو ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ کبھی بھی پہنے اوڑھنے کی شوقین نہیں رہی تھی، یہ سارے کپڑے امان نے جمع کیے تھے۔ ہر دفعہ شاپنگ پر وہ مسکین سی شکل بنا کر کوئی فینسی سا سوٹ نکال کر کہتا "میرا دل چاہ رہا ہے کہ دیکھوں تم یہ پہن کر کیسی لگتی ہو" اور پھر سامیہ کے نہ نہ کرنے کے باوجود خرید لیتا۔ پھر وہ مزید کچھ نخرے دکھا کر منہ بنا کر امان کی جان پر احسان کر کے پہننے پر راضی ہوتی اور سب کی تعریفیں سمیٹتی۔ جو ساڑھی اس وقت نمیرا کے ہاتھ میں تھی اسے دیکھ کر وہ چیخ پڑی تھی۔

"امان میں نہیں لپیٹ رہی یہ تھان، جہاں سے لائے ہو وہیں واپس رکھ آو اسے شرافت سے" امان اور اسکے ایک مشترکہ دوست کی شادی تھی اور وہ بوتیک کے عین وسط میں کھڑے الجھ رہے تھے۔

"یار اب اگر میری ایک عول جلول لڑکی سے شادی ہوگئی ہے تو اسکا مطلب یہ تو نہیں کہ بیوی کو ساڑھی میں دیکھنے کی حسرت ہی رہ جائے، میں بھاگ جاوں گا کسی ساڑھی باندھنے والی کے ساتھ میں بتا رہا ہوں" اسنے دھمکاتے ہوئے اصرار سے ساڑھی اسکی طرف بڑھائی۔

"مجھے نہیں آتی پہننے یہ" وہ ساڑھی کو ہاتھ میں پکڑے الجھن سے دیکھ رہی تھی۔

وہ تب تک سیلز گرل کو بلا لایا تھا جس نے ایک گھنٹا ڈریسنگ روم میں صرف کر کے اسے ساڑھی باندھنا "اسے پہنتے نہیں باندھتے ہیں الّو" سکھائی تھی، تب تک امان تحمل سے باہر بیٹھا کینڈی کرش کھیلتے اسکا انتظار کرتا رہا تھا۔

"بھابھی" اسنے نمیرا کو چند جوڑے نکال کر اپنی طرف آتے دیکھا تو بےاختیار پکارا۔

"ہاں؟"

"ان میں سے کوئی ڈریس نہیں۔۔ پلیز" آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی وہ رونا نہیں چاہ رہی تھی پر۔۔

"اوہ۔۔آئم۔۔آئم رئیلی سوری، سامیہ مجھے خیال نہیں رہا۔۔ میرا دماغ خراب ہوگیا ہے، میں واپس رکھ رہی ہوں سب، آئم سوری" نمیرا کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"اسکے ساتھ والی سائڈ میں کپڑے رکھے ہیں ان میں سے دیکھ لیں کچھ" سامیہ نے نمیرا کو یوں شرمندہ ہوتے دیکھا تو بات بدل دی۔

نمیرا نے سامیہ کے کہنے پر وہ خانہ کھولا تو اسکا سر ہی گھوم گیا۔ پریگننسی کے وقت کے اوور سائز کپڑے، کچھ سیزنل مردہ رنگوں کے کرتے، چند سفید اور سیاہ ٹراوزر، ایک عاد جینز، ایک طرف ہینگ ہوئے تین چار سکارف اور بس۔۔۔

وہ کیا پہنے گی اب،اس سے پہلے کے نمیرا سٹریس سے بے ہوش ہوتی آمنہ نے دروازے پر دستک دی۔

"اچھا ہے تم دونوں ہی یہیں ہو، یہ کچھ سپرنگ کلیکشنز میں سے آرڈر کیا تھا تم دونوں کے لئے، آج صبح ہی آئے ہیں ان میں سے ہی کچھ پہن لو آج" آمنہ نے شاپر نمیرا کی طرف بڑھایا جو اسنے شکر کہہ کر تھاما۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسنے چاروں سوٹ بیڈ پر پھیلائے، سب ہی کے پرنٹس نفیس سے تھے، ایک سفید تھا، ایک سیاہ اور سرمئی، ایک سبز اور ایک نیلا۔ نمیرا نے سامیہ کو پسند کرنے کے لئے کہا تو اسنے بنا سوچے سمجھے سیاہ اور سرمئی پر ہاتھ رکھا۔

پوچھ ہی کیوں رہی ہوں تم سے میں" اسنے فوراً وہ سوٹ پیچھے کیا۔ "

اسنے سبز اور سفید میں سے پسند کرنے کو کہا تو سامیہ نے سفید پر ہاتھ رکھا۔ "ان دونوں میں سے بتاو "

میں سبز پہنتی پر سفید بھی ٹھیک ہے" نمیرا نے جیسے سفید سوٹ اوکے کیا، اس پر بھورے اور کہیں کہیں سنہرے چھوٹے چھوٹے پھول " بنے تھے، شیفون کے مکمل سفید ڈوپٹے پر بھی سنہری چھن تھی۔

تو سبز آپ پہن لیں" سامیہ نے سبز سوٹ اسکی طرف بڑھایا۔ "

کوئی نہیں، میں اپنا سوٹ نکال کر آئی ہوں، یہ سب تم اپنے ساتھ لے جارہی ہو، تمھارے پاس پہنے کو کچھ بھی ڈھنگ کا نہیں ہے لڑکی، " فلحال یہ لے جاو پھر ایک دو دن تک چلتے ہیں شاپنگ پہ" نمیرا نے سفید والے کے علاوہ باقی تینوں سوٹ الماری میں رکھ دیے۔

وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی ہی تھی جب نمیرا کے ساتھ فائق اور اسکے دوست نکاح نامہ لے کر آگئے۔ مخصوص الفاظ دھرائے گئے۔ ایجاب و قبول کا مرحلہ ختم ہوا تو سب ہی کی آنکھیں نم تھیں۔ آمنہ ہادی کو لئے اسکے ساتھ بیٹھی بار بار آنسو پونچھ رہی تھیں، اسنے جیسے ہی آخری دستخط کیا، نمیرا اور آمنہ نے اسے ساتھ گلے لگایا، فائق نے سر پہ ہاتھ رکھا۔ جذبات جیسے اچانک جامد ہوگئے۔ عجیب بے حسی کا حصار تھا۔ اب کمرے میں صرف نمیرا تھی جو اسکا دل بھلانے کو ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھی، سامیہ ہوں ہاں ہی کرتی رہی۔ کتنے پہاڑ مرحلے یوں عام انداز میں گزر جاتے ہیں۔

#-------------------#

وہ نمیرا کے ساتھ لاونج میں آئی تب تک امام صاحب اور دیگر گواہان جا چکے تھے، حیدر ہادی کو گود میں بٹھائے ساتھ بیٹھے ثمید سے مسکرا کر کچھ کہہ رہا تھا، وہ ابھی بھی صبح والے حلیے میں ہی تھا، فائق اور ڈیڈ بھی کوئی بات کر رہے تھے، ممی لاونج سے ملحقہ ڈائینگ ایریا میں ملازمین کے ساتھ کھانا لگوا رہی تھیں۔

آجائیں سب، کھانا لگ گیا ہے" نمیرا اسے حیدر کے ساتھ جا کر بیٹھنے کا اشارہ کر رہی تھی پر ممی کی آواز پر وہ ڈائینگ ایریا کی طرف چل " دی۔

رکیں ، پہلے کچھ پکچرز لیتے ہیں، بعد میں لنچ" نمیرا نے اسے ہاتھ بڑھا کر روکتے ہوئے اعلان کیا اور کیمرہ فائق کو تھمایا، وہ شوقیہ طور پر لینڈ " سکیپ فوٹوگرافی کرتا تھا۔

سامیہ اور نمیرا قریب آئیں تو حیدر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سامیہ کو پہلے بیٹھنے دیا۔ نمیرا نے ثمید کو ایک طرف کیا اور خود فائق کے پیچھے جاکر کھڑی ہوگئی تاکہ دیکھ سکے کہ کیسی تصویریں آرہی ہیں۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

یار، حیدر لاو ہادی کو مجھے دو، اور سامیہ تم پلیز یہ دوپٹہ سر پر لو، لگے تو نکاح والی پکچرز ہیں" اسنے اگے بڑھ کر ہادی کو حیدر سے لے لیا۔ "
سامیہ نے ڈوپٹے کا ایک پلو لے کر سر ڈھانپا، نویرا نے اسکے انداز پر کلستے ہوئے اسکا دوپٹا سیٹ کیا۔ حیدر ساتھ ہی لاتعلق سا سر جھکائے بیٹھا تھا۔ فائق نے ریڈی کہا تو وہ سر اٹھا کر کیمرے کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"پوز چینج، تم لوگ اب یہاں کھڑکی کے پاس کھڑے ہو۔۔ "

بس، اس سے زیادہ ٹارچر نہیں کر سکتے تم دونوں میاں بیوی مجھے، بھوک لگی ہے اب" حیدر نے ہاتھ اٹھا کر مزید فوٹوگرافی سے روک دیا اور " ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

ہاں تو حیدر نبٹ گیا تمھارا یہ کام بھی؟" فائق نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اسکے صبح والے انداز پر چوٹ کی۔ کھانا تقریباً کھایا جاچکا " تھا۔

نبٹ گیا" حیدر گھڑی دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ "

مجھے نکلنا ہے ابھی، تم پیکنگ کر لو، ڈنر کے بعد چلیں گے" اسنے برابر میں بیٹھی سامیہ کو روٹین کے انداز میں مخاطب کیا۔ "

اینڈ لیس، ممی ڈنر پر ہاتھ ہولا رکھئے گا بہت کھا لیا آج" اسے دروازے پر یاد آیا تو پلٹ کر آمنہ کو کہتا باہر نکل گیا، سیمینار کے لئے دیر ہو " رہی تھی۔

#------------------#

رات کے گیارہ بج رہے تھے وہ کمرے میں اپنا سامان لینے آئی تھی۔ کافی کے بعد حیدر نے اسے چلنے کا کہا تھا۔ دہلیز کے دائیں طرف والی دیوار میں سوئچ بورڈ نسب تھا، اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ جلائی تو سب روشن ہو گیا۔ ہر چیز اتنی مانوس ہو کر بھی اجنبی سی لگ رہی تھی۔ وہ پانچ سال اس کمرے کی مکین رہی تھی پر اس کمرے کا اور اسکا بچپن کا ساتھ تھا۔ وہ شام کو یہاں ہوم ورک کرنے آیا کرتی تھی، پہلے بابا اور مما کے جھگڑوں اور بعد میں تنہائی سے یہ گھر اسکا واحد فرار تھا۔ جہاں اب ووڈن فلورنگ تھی تب وہاں کارپٹ بچھا ہوتا تھا، وہیں نیچے بستہ بکھرائے بیٹھ کر وہ ممی کے بنائے سینڈوچز کھاتے ہوئے سکول کا کام کیا کرتے تھے، وہ ذہین تھی، اسے بس ساتھی چاہئے ہوتا تھا کوئی اور امان کو ہوم ورک میں مدد، اسکا پڑھائی میں دل کم ہی لگتا تھا۔ والدین کی حادثے میں وفات کے بعد جب حیدر یہاں آیا تھا تب وہ بہت چڑچڑا اور غصیلا ہوا کرتا تھا، بنا کسی لحاظ مروت کے ان دونوں کو ہوم ورک کرتے ہوئے شور کرنے پر کمرے سے نکال باہر کرتا تھا۔ وہ اس سے پانچ اور امان سے چار سال بڑا تھا۔ امان نے شدید نمونیا کے باعث ایک سال سکول میں دیر سے داخلہ لیا تھا، یوں وہ دونوں ہم جماعت تھے۔ وہ بیڈ کے پاس موجود بیگز اٹھانے کو آگے بڑھی تو بک شیلف کے پاس رکھے اس فوٹو فریم کے پاس رک گئی، یہ انکی گریجویشن کی تصویر تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ کھڑے تھے امان اس کے گلے میں پڑے میڈل کو دانت سے چباتے کیمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے مسکرا رہا تھا اور وہ تصویر خراب کرنے پر امان کے سر پر ہاتھ میں پکڑی سرخ ربن میں بندھی ڈگری مار رہی تھی۔ سامیہ نے اس فریم میں اسی دن کی ایک اور تصویر لگائی تھی جس میں وہ دونوں برابر کھڑے کیمرہ کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے امان نے یہ کہہ کر کہ وہ تصویر بورنگ ہے نکال کر

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

یہ لگائی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو اسنے ہاتھ میں پکڑا فریم شیلف پر واپس رکھ دیا۔ مڑنے سے پہلے آنسو پونچھے اور پھر دروازے کی طرف دیکھا، حیدر سوئے ہوئے ہادی کو کاندھے سے لگائے کھڑا تھا۔ وہ اسکی مدد کے خیال سے اٹھ کر آیا تھا پر دہلیز پر ہی رک گیا۔

سامیہ نے ہادی کا چھوٹا سا بیگ ایک ہاتھ میں اٹھایا اور دوسرے میں اپنا ہینڈ بیگ، کمرے پر ایک آخری الودائی نظر ڈال کر وہ نکل آئی۔ حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس سے ہادی کا بیگ لے لیا۔

بس؟" سامان اس کی امید سے بہت ہی کم تھا۔ "

"باقی ممی صبح بھجوا دیں گی، یہ بس ہادی کے ایسنشلز۔۔"

"ہوں"

ایک دیوار پار ہی حیدر کا گھر تھا پر سامیہ اور ہادی کو جاتے دیکھ آمنہ کے آنسو نہیں تھم رہے تھے ،انکی کوئی بیٹی نہیں تھی پر آج وہ بیٹی رخصت کر رہی تھیں۔ نمیرا نے اسے گلے لگا کر ہنستے ہوئے آنسو پونچھے کہ اسے پتا ہے کہ وہ یہیں ہے پھر بھی دل خوامخوہ جذباتی ہوئے جا رہا ہے۔ خود سامیہ کمرے میں ہی آنسو بہا آئی تھی تو سب سے سنجیدہ چہرہ لئے خدا حافظ کیا۔

وہ حیدر کی معیت میں گھر میں داخل ہوئی تو وہاں ڈیڈ کے گھر کے برعکس عجیب دبیز خاموشی کا راج تھا۔

کشادہ لاونج کے دونوں اعتراف دو راہداریاں تھیں۔

اس طرف کچن ڈائنگ اور ڈرائینگ ایریا ہے اور اس طرف۔۔" وہ راہداریوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ "

رومز" سامیہ نے جملہ مکمل کیا۔ امان حیدر کے ساتھ یہاں شفٹ ہوا تو اکثر اسکے مسلسل" حیدر ہمیں تمھارے کمرے سے ایسے نکالتا تھا تو " اپنے گھر میں پتا نہیں کیا حشر کریگا" جیسے اعتراض کو سنا انسنا کر کے مرضی نہ ہونے کے باوجود اسے یہاں کھینچ لاتا تھا۔

اسنے دروازہ کھول کر سامیہ کو اندر جانے کی جگہ دی۔ سادہ سا کمرہ تھا، ایک پلنگ، ایک اسٹڈی ٹیبل، دو "یہ کمرہ میرے استعمال میں ہے" کتابوں کے ریکس، کھڑکی کے پاس ایک آرم چئیر اور بس۔

"یہ ہادی کا کمرہ"

حیدر نے کمرے میں موجود ایک دروازہ کھولا تو اسے ایک اور کمرہ نظر آیا، جسکا ایک دروازہ کوریڈور سے بھی کھلتا تھا۔ انٹیرئیر اسکا بھی سادہ ہی تھا پر وہاں پیدائش سے ایک سال تک کے بچے کے استعمال کی ہر ممکنہ شئے جیسے موجود تھی۔ یہ شاپنگ اسنے پچھلے دس دن میں کی تھی۔

یہ کبرڈ ہادی کے سامان کے لئے ہے، تم اپنا سامان وہاں کمرے کے ڈریسنگ روم کی لیفٹ کلازٹ میں رکھ سکتی ہو" وہ ہادی کو کاٹ " میں لٹاتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔ گھر سے متعلق چند اور ضروری ہدایات دے کر وہ چلا گیا.

کچھ دیر بعد حیدر نے کمرے میں آکر جھانکا تو ہادی جاگ رہا تھا۔ وہ شاور لے کر آیا تھا اور سفید ٹی شرٹ اور گھٹنوں سے سے ذرا نیچے آتے شارٹس میں ملبوس تھا۔

اسنے سامیہ سے ہادی کو یہ کہہ کر لے لیا کہ وہ ہے ہادی کے پاس سامیہ چاہے تو جاکر سو جائے۔

#-------------------#

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسکی آنکھ فجر کی آذان کی آواز سے کھلی۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ رات اسے لگ رہا تھا اس اجنبی ماحول میں اسے نیند نہیں آئے گی، یوں لگا تار پانچ گھنٹے سوجانے پر اسے خود پہ حیرت ہوئی، ہادی کی پیدائش کے بعد سے وہ یوں مسلسل سوئی ہی نہیں تھی، وہ ہر دو گھنٹے بعد اٹھ جایا کرتا تھا۔ کمرے میں وہ اکیلی تھی، ہادی کو نہ پاکر اسنے فوراً بستر چھوڑا۔ ساتھ والے کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ وہ دہلیز پر رک گئی، حیدر اور ہادی دونوں ہی ساتھ ساتھ لیٹے گہری نیند میں تھے۔ ہادی کمر کے بل چت دونوں بازو اوپر کئے لیٹا تھا اور حیدر اسکی طرف کروٹ کیے۔ وہ کچھ لمحے مزید رک کر واپس مڑ گئی۔ وہ جتنا نہ مانتی پر اس میں شک نہیں تھا کہ ہادی حیدر کے پاس رہتا تو اسے ہادی کی طرف سے اطمعنان رہتا تھا۔

اگلے دو دن ہفتے کا آخر تھے اور حیدر گھر پر ہی تھا، ناشتہ ممی بھیج رہی تھیں اور لنچ اور ڈنر انکی طرف تھا۔

حیدر کی اس سے پہلے کیا روٹین تھی وہ ناواقف تھی پر اب اسکا دن ہادی سے شروع ہوکر اسی پر ختم ہو رہا تھا۔ ممی کے گھر تو ٹھیک تھا پر یہاں واپس آکر اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کرے، اتنے ماہ ہادی اسکی واحد مصروفیت رہا تھا اور اب یہ عجیب سا سائیں سائیں کرتا گھر، حیدر نے رینویشن کے نام پر صرف ضروری مرمت کروائی تھی، وہاں کوئی ملازم تک نہیں تھا، وہ اپنے زیادہ تر کام خود کرتا تھا، کپڑے لانڈری جاتے تھے اور اس کی غیر موجوگی میں ممی شاکرہ یا ولایت کو بھیج کر صفائی کروا دیا کرتی تھیں۔

سامیہ کے اعصاب دو دن میں ہی جواب دے رہے تھے، اسکا دل کر رہا تھا کہ جاکر ہادی کو حیدر سے چھین کر اسے بتائے کہ وہ اسکا بیٹا ہے پر یہ وہ جانتی تھی کہ اسنے آگے سے کہنا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسکا بیٹا ہے اس میں چیخنے یا غصہ کرنے والی کیا بات ہے۔

فیصلہ نبھانا فیصلہ کر لینے سے زیادہ مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

دو دن یونہی گزرے تیسرے دن وہ ہادی کی کاٹ اس کمرے میں لے آئی جہاں وہ سو رہی تھی۔ وہ واشروم سے نکلی تو حیدر ہادی کو اٹھائے کاٹ کے پاس کھڑا اسے اسکی نئی جگہ پر دیکھ رہا تھا۔

آپکا ورکنگ ڈے ہے کل، ہادی بہت دفعہ اٹھتا ہے رات میں سو۔۔" سامیہ نے وضاحت دی حالانکہ اسنے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ "

ابھی تو جاگ رہے ہیں ہم" اسنے ہادی کو دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے تک اونچا کیا، وہ یوں اوپر اٹھائے جانے پر قہلقہلایا۔ "

رات کے کسی پہر اسکی نیند ہادی کے رونے سے ٹوٹی۔ تو حیدر اسے سلانے کے بعد یہاں لٹا گیا تھا۔ اسے لگا نہیں تھا کہ وہ اسکا کہا مان لے گا۔ وہ جس زمانے میں اسے جانتی تھی وہ ضدی ہوا کرتا تھا، بات ماننے والوں میں سے تو ہرگز نہیں تھا پر وہ دس بارہ سال پرانی بات تھی۔

اس ایک زمانے کے بعد کتنے موسم کتنے دور بدلے تھے۔۔

وہ پاوں لٹکا کر بیٹھ گئی اور سوئی جاگی کیفیت میں پلنگ پر ایک ہاتھ سے اپنا کیچر ڈھونڈنے لگی، کھلے بالوں کے ساتھ ہادی کو اٹھاو تو وہ بال ہاتھوں میں جکڑ لیتا تھا، سامیہ احتیاط کرتی تھی کہ کہیں اسکی نازک ہتھیلیوں پر بال چھڑاتے ہوئے کٹ نہ لگ جائے۔

کیچر تلاشتا اسکا ہاتھ کسی ٹھوس شئے سے ٹکرایا تو نیند ایک دم سے بھاگی، جھٹکے سے مڑ کر دیکھا تو نیم اندھیرے میں اسے حیدر پلنگ کی دوسری طرف قدرے فاصلے پر اوندھا لیٹا نظر آیا، اسکا ایک بازو البتہ کافی جگہ گھیرے ہوئے تھا جس سے اسکا ہاتھ ٹکرایا تھا۔ سامیہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

افف، کتنی گدھی تھی وہ، وہ ہادی کی وجہ سے دوسرے کمرے میں رہا تھا دو دن، اگر وہ ہادی کو یہاں لے آئی تھی تو وہ کیسے امید کر سکتی تھی کہ وہ کہیں اور سوئے گا، یہ اسکا کمرہ تھا۔ وہ کیسی بے ہوش نیند سونے لگی تھی آج کل، اسے پتا کیوں نہیں چلا۔۔ اعصاب قابو میں کرتے خود کو کوستے، خوب ملامت کرتے وہ ہادی کو لئے اسکے کمرے میں آگئی، اچھا بھلا انتظام تھا کہ جو ہادی کے ساتھ ہوگا وہ اسی کے کمرے میں رہے گا دوسرا دوسرے کمرے میں رہ سکتا تھا، اسے ہی نہ جانے کیا سوجھی۔ کل وہ پہلا کام کاٹ کو اپنی جگہ پر واپس رکھنے کا کرے گی۔ وہ یہی سوچتے ہوئے سوئی تھی۔

#-------------------#

صبح ہادی آٹھ بجے تک اٹھ جاتا تھا، سامیہ نے اسے کپڑے بدلنے کے بعد پلنگ کے وسط میں لٹا دیا، خود وہ اسکا بکھرا سامان سمیٹ رہی تھی جب حیدر نے اسے آواز دی۔ وہ انکے جاگنے سے پہلے ہی جاگا ہوا تھا، آفس کے لئے تیار ہوتے وہ دو تین بار ہادی کی آواز پر جھانک چکا تھا، اسنے رات میں یوں کمرہ بدلنے کے متعلق پوچھنا تو دور ذکر بھی نہیں کیا۔ آدھے گھنٹے پہلے وہ کمرے سے نکلا تو پھر واپس نہیں آیا تھا، اب بھی اسکی آواز لاونج سے آرہی تھی۔

وہ لاونج میں اسکی بات سننے آئی تو وہ دو کافی کے مگ تھامے آفس کے لئے تیار سنگل صوفہ پر بیٹھی آس پاس کا جائزہ لیتی ولایت کے سر پہ کھڑا اس سے بات کر رہا تھا۔

"جی"

"سامیہ ولایت کو میں نے بلایا ہے ہاوس کیپنگ میں ہلپ کے لئے، یہ اب یہیں ہوا کرے گی، گروسری میں کل لے آیا تھا، ہمارا کچن بھی آئے تھنک فنکشنل ہونا چاہیے ،روزانہ تین میلز کے لئے ممی کو پریشان کرنا۔۔" وہ بات کرتے کرتے چل کر اس تک آیا اور ایک کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا، جسے سامیہ نے کسی معمول کی طرح تھاما۔ وہ دو دن سے اسکی بنائی کافی پی رہی تھی، وہ شاید عادتاً دو مگ بناتا تھا۔ ممی کے گھر دوسرا مگ ڈیڈ کے لئے ہوتا تھا وہ نہ ہوں تو پھر فائق بھائی۔ حیدر کافی بہت اچھی بناتا تھا سامیہ کو دو دن میں ہی لگ رہا تھا کہ اب شاید اسے اپنے ہاتھ کی کافی کبھی بھی پسند نہیں آئے گی۔

"خیر بریک فاسٹ میں بنا چکا ہوں، لنچ ڈنر تم بتا دینا ولایت کو کیا بنانا ہے، نمیرا کہہ رہی تھی یہ بے بی سٹنگ بھی کر سکتی ہے، کر سکتی ہو نا‌ں؟" اسنے ولایت سے پوچھا۔

"کیا صاحب؟" ولایت کو سمجھ نہیں آیا۔

"ہادی کی دیکھ بھال، اگر کبھی ہم میں سے کوئی موجود نہ ہو تو۔۔" حیدر نے آسان الفاظ میں سمجھایا جس پر وہ زور شور سے اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"تمھاری گاڑی پورچ میں کھڑی ہے نظیر بھی گھر پر ہی ہوگا، ہادی کے ساتھ خود ڈرائیو مت کرنا پلیز" وہ اب اپنا لیپ ٹاپ بیگ اٹھا رہا تھا۔

"کوئی ایشو ہو تو یو کین آلویز کال، خدا حافظ"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسکے جانے کے بعد وہ کافی کا مگ تھامے وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔ ولایت اور نظیر۔۔ حیدر نے چن کر دو سب سے ہونق لوگ اسکے متھے مارے تھے۔ وہ اب بھی شاید اس سے بچپن کی طرح ہی چڑتا تھا بس طریقہ واردات بدل لیا تھا اسنے۔

باجی ناشتہ لے آوں آپکے لئے؟" ولایت فوراً کام پر لگی۔ "

وہ اٹھ گئی۔ "میں ہادی کے پاس روم میں ہوں وہیں لے آو"

اتنی جلدی؟" ولایت اسکے کمرے میں آنے کے کچھ لمحوں بعد ناشتے کا ڈش لے آئی۔ "

تیار رکھ کر گئے تھے صاحب، میں اٹھا کر لے آئی" اسنے ڈش سامیہ کے سامنے رکھا۔ مختلف سبزیاں ڈال کر بنا مہارت سے رول ہوا آملیٹ " اور دو ٹوسٹ۔

مجھے لگا ناشتہ بنایا ہے تو خوب پھیلاوا ہوگا پر نہیں جی صاحب تو برتن تک سارے دھو کر گئے ہیں، چمک رہا ہے باورچی خانہ، اتنے سگھڑ، "

"آپ کو تو میں نے اتنے سالوں میں چائے کافی کے علاوہ انڈا تک ابالتے نہیں دیکھا

سامیہ نے بے اختیار ولایت کی باتوں سے اٹھنے والے سر درد کو کافی کا گھونٹ لے کر دبایا۔

کیا ہو سکتا تھا اب، شاکرہ ممی کا دایاں ہاتھ تھی اسے وہ نہیں بلا سکتی تھی، کسی نئی قابل اعتبار معاون کو ڈھونڈنا پھر ٹرین کرنا یہ سب اسے نہیں آتا تھا، کبھی کیا ہی نہیں تھا۔ اسنے بے بسی سے ولایت کو دیکھا۔

#-------------------#

کچھ ہفتے وقت اور آگے سرکا تو ایک روٹین سی بن گئی سامیہ کی حیدر کے گھر میں،وہ اس جگہ کو اب بھی اپنا گھر نہیں کہہ پاتی تھی پر اب وہ اسکی عادی ہونے لگی تھی، یہاں کی خاموشی اب پہلے چند دن جیسا شور کرتی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے، حیدر اپنے معمول کے ٹی شرٹ اور شارٹس میں لاونج کے صوفے پر پھیل کر بیٹھا، گود میں لیپ ٹاپ رکھے اپنے بیٹے سے بات کر رہا تھا۔

سامیہ ہادی کی معمول کی بکھری چیزیں سمیٹتے ہوئے مزئیر کے امریکی لہجہ لئے معصوم جملے سن رہی تھی۔ اس کے لہجے میں ایسی بے ساختگی ہوتی تھی کہ سامیہ کے ہونٹوں پر غیر محسوس سی مسکراہٹ دوڑ جاتی تھی.

اسے حیدر کو مزئیر کے معاملے میں غیر ذمہ داری کا الزام دینا اب شرمندہ کرتا تھا۔ مزیئر اس قدر فاصلے پر ہوکر بھی اس گھر کا حصہ تھا، حیدر کی آفس کے بعد کی روٹین امریکہ کے اوقات کے حساب سے ترتیب دی ہوئی تھی، وہ کوشش کرتا تھا جتنا جتنا وقت ہوسکے یوں سکرین کے سامنے مزئیر کے ساتھ گزارے۔ اور وہ باپ سے دور رہ کر بھی جس قدر مانوس تھا یہ حیدر ہی کی محبت اور توجہ کا نتیجہ تھا، اسنے اپنے بیٹے کو ہر مجبوری، ہر پابندی کے باوجود تنہا نہیں چھوڑا تھا۔

"از دیٹ سامیہ بی ہائینڈ یو ڈیڈ؟ (کیا آپ کے پیچھے سامیہ ہے ڈیڈ؟) "

وہ ہادی کا کمبل صوفے کے ہتھے سے اٹھا رہی تھی تب ہی شاید کیمرہ میں نظر آگئی، اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا تھا۔

جب حیدر نے اسکا مزئیر سے تعارف کرانا ضروری نہیں سمجھا تو اسنے بھی خود سے اسکے بیٹے سے ہیلو ہائے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ ہادی کو جانتا تھا صرف، جسے حیدر نے اس سے اسکے بھائی کی حیثیت سے متعارف کرا رکھا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

لیپ ٹاپ باقاعدہ کہہ کر ہادی کے سامنے سیٹ کروایا جاتا اور مزئیر گھنٹوں اسے اپنے کھلونے دکھاتا رہتا، اسے ہنسانے کو عجیب غریب آوازیں نکالتا، شکلیں بناتا، وہ پانچ ماہ کا بچہ بھی اب جیسے سکرین پر آنے والے اس چہرے سے مانوس ہو گیا تھا۔

مزئیر کے نقش بلکل باپ جیسے تھے پر آتشی بال اور سپید رنگت ملیسہ جیسی۔

"یس، یو نو ہر؟ (ہاں، آپ جانتے ہو انہیں؟) "

حیدر کو بیٹے کے سامیہ کو پہچاننے پر حیرت ہوئی تھی۔

"یاہ، شیز امان ز وائف، وئیر از ہی؟ (ہاں، یہ امان کی وائف ہے، وہ کہاں ہے؟)"

اسنے فوراً سامیہ کو جاننے کا حوالہ دیا۔ سامیہ کا کمبل تہہ کرتا ہاتھ رکا۔ کس قدر مانوس، کس قدر اجنبی حوالہ تھا یہ۔

امان کو مزئیر کس قدر پیارا تھا، وہ اکثر حیدر ہی کی طرح اسے ویڈیو کال کرتا تھا، وہ امریکہ جاتا تو وہاں سے آنے والی ہر ویڈیو کال میں مزئیر اسکے ساتھ ہوتا۔

تین سال کی عمر کے بعد اسنے امان کو نہیں دیکھا تھا پر اس بچے کو وہ یاد تھا۔ وہ کیسے امان کے بعد مزئیر کو فراموش کر بیٹھی تھی، وہ اسے بھی تو کتنا عزیز ہوا کرتا تھا۔

ذہن کے پردے پر چند سال قبل کا منظر تازہ ہوا۔

وہ آفس سے ابھی ابھی واپس آئی تھی اور اپنے جوتے اتار رہی تھی جب اسکا فون بجا، امان کی ویڈیو کال تھی اسنے جوتے کی سٹرپ چھوڑ کر فوراً کال اٹھائی، وہ دور ہوتا تھا تو چاہے دن میں چھ دفعہ بات ہوتی ہو ہر دفعہ سامیہ کے فون اٹھانے کے انداز میں اس قدر ہی پھرتی اور بے قراری ہوتی تھی۔ سبز بٹن پر ہاتھ رکھا تو امان کا مسکراتا چہرہ سکرین پر ابھرا اسنے سکرین کچھ اپنے چہرے سے دور کی تو آس پاس کا منظر واضح ہوا، وہ ایپرن کے اوپر مزئیر کو بے بی کیری بیگ میں اپنے ساتھ لگائے حیدر کے کچن میں کھڑا تھا، وہاں اس وقت صبح تھی، امان نے ایک ہاتھ میں فون پکڑا ہوا تھا اور دوسرے میں لکڑی کا ایک چمچ جس پر پین کیک کا بیٹر لگا تھا، ایسا ہی ایک چمچ مزئیر کے پاس تھا جسے وہ دونوں ہاتھوں سے پکڑے اس پر لگا بیٹر خوش ہوتے ہوئے چاٹ رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟ "

"حیدر کا کچن تباہ ہو رہا ہے، ہم ککنگ کر رہے ہیں "

"تم نے کچن میں واقعی میں تباہی ہی مچائی ہے "

امان بے حد پھوہڑ تھا، بے ترتیبی اسکا ٹریڈ مارک تھی۔

"حیدر سامیہ کو تم سے ہمدردی ہو رہی ہے "

امان نے گردن موڑ کر حیدر کو مخاطب کیا تو اسے ذرا پیچھے کچن ٹاپ سے سبزیوں کے چھلکے سمیٹتا حیدر نظر آیا۔ امان نے خوب کچن پھیلایا تھا۔

تب حیدر کے بال بہت چھوٹے کٹے ہوتے تھے۔

"مجھے بھی ہو رہی ہے خود سے "

اسنے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"تم لوگ کلنگ کرو پھر بات کرتے ہیں "

اسنے پس منظر میں حیدر کو دیکھ کر فون رکھنا چاہا،امان نے ہینڈز فری بھی نہیں لگائے تھے، اسے حیدر کی موجودگی میں کھل کر بات کرنا بچپن سے ہی دشوار لگتا تھا، وہ اسکی ہر بات پر یوں زیر لب مسکراتا تھا جیسے وہ بےوقوف ہو اور کوئی بہت ہی بے تکی بات کر رہی ہو۔

"ارے رکو تو، کہاں جا رہی ہو، مزئیر بہت مس کر رہا ہے تمھیں "

امان نے اسے روکتے ہوئے آنکھ دبائی، اسنے اپنے بجائے مزئیر کا نام لیا تھا۔ جانے کی جلدی بھول کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی، تبھی مزئیر نے کھلکھلاتے ہوئے بیٹر لگا چیچ زور سے امان کے فون پر مارا۔ فون امان کے ہاتھ سے نیچے گرا۔

کیا کر رہے ہو بے بی، سامیہ سے کیسے بات کریں گے پھر؟" فرش پر چت گرے فون پر اب کچن کی چھت کے ڈیزائن دکھ رہے تھے، " اور امان کی آواز دور سے آرہی تھی۔

تم کیوں ہنس رہے ہو" وہ کچھ بولنے لگی ہی تھی جب امان حیدر سے مخاطب ہوا۔"

پُراستہزا لہجہ۔ "اتنے ضروری کام ہوتے ہیں فون پر تمھیں سامیہ سے بات کرنا یاد ہے صرف۔۔ "

"میرا تو یہی ضروری کام ہے باقی سب رک سکتا ہے "

فون بند ہونے سے پہلے اسنے امان کا جملہ سنا تھا۔

آج کے منظر میں وہ سب وہی تھے بس امان کہیں نہیں تھا۔ جس کے لئے سب سے ضروری اس سے بات کرنا ہوتا تھا، اس کی بات سننا ہوتا تھا۔

زندگی کے بعض مناظر اس قدر مستقل انداز میں بدلتے ہیں کہ پھر آپ سر پٹخیں یا ایڑیاں رگڑیں پہلے جیسا کچھ نہیں ہوتا۔

حیدر نے مزئیر کو امان کے حوالے سے کیا کہہ کر مطمعین کیا تھا وہ نہیں سن پائی، وہ اب اس سے بات کرنے پر اسرار کر رہا تھا۔

شی از بزی کڈ (وہ مصروف ہے بچے)" حیدر اسے ٹال رہا تھا۔ "

"نو آئ ایم ناٹ (نہیں میں نہیں ہوں) "

اسے حیدر کے ٹالنے پر جیسے اچانک غصہ آیا، اسنے کیوں اپنے بیٹے کو اسکے بارے میں نہیں بتایا تھا اور وہ کیوں چاہتا تھا کہ مزئیر اس سے بات نہ کرے۔

وہ ہاتھ میں دھرا کمبل وہیں رکھ کر لیپ ٹاپ اٹھائے صوفے پر بیٹھ گئی، اسے سکرین پر دیکھ کر مزئیر کا چہرہ خوشی سے روشن ہوا۔ وہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ سامیہ نے اس سے بات کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے۔

حیدر نے اسے روکا نہیں تھا پر وہ غیر آرامدہ ضرور ہوا، چند ایک بے چین نظریں سامیہ اور مزئیر پر ڈال کر وہ اٹھ گیا، انکی باتیں جلد ختم ہونے والی نہیں تھیں۔

ہادی کو اسکے پاس دیکھ کر بھی وہ ایسا ہی محسوس کرتی تھی، اسے جیسے خوشی ہوئی کہ حیدر کو بھی احساس ہو۔

#-------------------#

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

رات اپنے پچھلے پہر میں داخل ہو چکی تھی، حیدر اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھا آخری نظر کل ہیڈ کوارٹر کے ساتھ ہونے والی میٹنگ کے ڈاکیومنٹس کو دیکھ رہا تھا۔ سامیہ اور ہادی ساتھ والے کمرے میں تھے، درمیانہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسکی عادت تھی وہ لیپ ٹاپ، فون ہاتھ میں لے کر بیڈ پر نہیں بیٹھتا تھا، جو بھی کام ہوتا یہاں ٹیبل پر ختم کر کے سونے لیٹتا۔

ساتھ والے کمرے سے آتی سامیہ کی مدھم آواز نے اسکا ارتکاز توڑا۔ وہ آخری دفعہ ہادی کو ابھی پندرہ منٹ پہلے دیکھنے گیا تھا تو وہ دونوں ہی گہری نیند میں تھے۔ وہ اس وقت کیا بات کر رہی تھی اور کس سے۔ وہ اتنی کم گو ہوگئی تھی کہ اگر کوئی اس سے مخاطب نہ ہو تو وہ سارا سارا دن بنا ایک لفظ کہے رہ سکتی تھی۔

حیدر کو پہلے لگا اسکا وہم ہے، پر مسلسل آتی آواز نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ شاید فون پر بات کر رہی ہے کسی سے۔ اسنے سر جھٹک کر لیپ ٹاپ پر دھیان دیا۔ اسے سن گن لینے والی کوئی عادت کبھی نہیں رہی تھی۔

پھر مدھم نہ سمجھ آنے والی آواز اچانک گھٹی گھٹی سسکیوں میں بدلی۔

اب وہ پریشان ہوا تھا، وہ کیوں رو رہی تھی، اسنے کچھ لمحے وھیں بیٹھے بیٹھے سوچا کہ اسے جانا چاہئے یا نہیں، اور پھر اسکے ذہن میں جھماکہ ہوا، وہ فوراً کمرے کی طرف بھاگا۔

سامیہ کو برے خواب آتے تھے، اسکے بچپن کے پی ٹی ایس ڈی کی باقیات۔

وہ سیدھی لیٹی تکیے پر ہولے ہولے اپنا سر پٹخ رہی تھی ایک ہاتھ سینے پر دھرا تھا اور دوسرا تکیے پر، پسینے میں نہائی ہوئی کچھ بڑبڑاتے ہوئے رو رہی تھی۔ بے ربط نہ سمجھ آنے والے جملوں میں امان، مما اور بابا کا ذکر تواتر سے تھا۔

اسنے فورا جھک کر اسکا کندھا ہلایا۔

"سامیہ، اٹھو، سامیہ، ویک اپ، اٹھو"

اتنی بے چین نیند کس قدر گہری تھی۔

وہ اب اسکا پسینے میں تر گال تھپ تھپا رہا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تو وہ ذرا پیچھے ہوا۔

اسے سمجھ نہیں آیا وہ کہاں ہے، وہ امان کو ڈھونڈ رہی تھی، بابا مام پر ہاتھ اٹھا رہے تھے، اسے انہیں بچانا تھا پر وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی، امان اسکی آواز نہیں سن رہا تھا وہ اندھیرے میں گم ہو رہا تھا اور وہ اسکے پیچھے نہیں جا پا رہی تھی۔

زمین نے اسکے پاوں جکڑ لیے تھے۔

اسکا خواب وقفوں میں اسکی آنکھوں کے سامنے آیا۔

اسنے سر اٹھا کر دیکھا تو اس شخص کو اپنے سر پر کھڑے پایا، وہ خاموش نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا، کون تھا وہ، وہ کہاں تھی؟

ٹھیک ہو تم؟" اسنے سائڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس اسکی طرف بڑھایا۔ "

حسیات بحال ہونے لگیں تو ارد گرد کی سمجھ آنے لگی۔ وہ حیدر تھا، ٹینک ٹاپ اور ٹراوزر میں ملبوس، بال اسنے پیچھے کر کے آدھی پونی میں باندھے ہوئے تھے پر کچھ لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں، اسنے چشمہ پہن رکھا تھا جسکا مطلب تھا وہ اس وقت تک کام کر رہا تھا۔

ہادی اپنی کاٹ میں سو رہا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسے پھر برا خواب آیا تھا۔ یہ خواب اسکی زندگی کا حصہ تھے، اسکا باپ تشدد پسند انسان تھا، ماں پر ہاتھ اٹھانا، انھیں اذیت دینے کے لئے اسے اندھیرے سٹور میں بند کر دینا۔ معمولی سی بات پر ماں کو گھر سے نکال دینا اور اسے اپنے پاس رکھ لینا۔ کتنی راتیں اسنے اور اسکی ماں نے گھر کے داخلی دروازے پر مختلف طرف سے ٹیک لگائے روتے ہوئے گزاری تھیں۔ وہ غصے میں اکثر مما کو گھر میں بند کر کے اسے لے کر گاوں چلے جاتے تھے۔ بہت کم عمری کے ان مسائل نے اسکی ذہنی صحت پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ اسے ماں باپ کی طلاق کے بعد PTSD ہو گیا تھا۔ بہت علاج کے بعد اب یہ برے خواب رہ گئے تھے صرف جو اسکی ذہنی حالات کے مطابق اپنے وقفوں میں کمی یا طوالت اختیار کر لیتے تھے۔ مما کے اچانک چلے جانے سے پہلے یہ سال میں ایک دو بار تک محدود تھے۔ پر پھر یہ روز کا قصہ ہوگئے۔ امان کی موت کے بعد پھر ایسا ہی ہوا تھا۔ انکا سلسلہ ہادی کی پیدائش کے بعد رکا تھا، ہادی کے بعد شاید وہ اتنی گہری نیند سوئی ہی نہیں تھی کہ ایسے خواب آتے۔ اسے اس سے پہلے یہاں آنے سے قبل بس ایک ہی دفعہ ایسا خواب آیا تھا۔ اور یہ اب۔۔

وہ اچانک سے اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی، اسے دوا لینی تھی۔

پانی کا گلاس تھامے کھڑا حیدر اسے نظر ہی نہیں آیا جیسے۔

وہ اسکے پیچھے آیا تو وہ سائڈ ٹیبل پر دھرے اپنے ہینڈ بیگ میں کپکاتے ہاتھوں کے ساتھ کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" وہ اب اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

"ٹیبلٹس" لرزش اسکے ہاتھوں میں ہی نہیں آواز میں بھی تھی۔

اسنے ہاتھ بڑھا کر اسکے ہاتھوں پر رکھا، کپکاہٹ تھم گئی، جیسے سب سن ہوا۔ "چھوڑو"

اس سے پہلے وہ اپنا ہاتھ کھینچتی، حیدر نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ اب وہ اسے دونوں کندھوں سے تھامے بیڈ پر بیٹھنے کو کہہ رہا تھا۔

اسکا دماغ جس سوئی جاگی خوف کی کیفیت میں تھا وہ کوئی رد عمل نہیں دے پائی۔

وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"کونسی ٹیبلٹس ہیں؟" وہ اب اسکے بیگ میں جھانک رہا تھا۔ اسنے مشینی سے انداز میں نام بتائے۔

"یہ تم ریگولر لیتی ہو؟" وہ دماغ کی اس قدر ہیوی ڈوز دوا دیکھ کر تشویش کا شکار ہوا۔

وہ اب بھی سن سی بیٹھی جواب دے رہی تھی، نظریں فرش پر کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔ "نہیں، ایسی سچویشن میں صرف"

"یہ نہیں لے رہی تم، صرف یہ ایک لو" اسنے ایک گولی نکال کر دوسرے پتے ساتھ پڑی پیپر باسکٹ میں ڈال دئے۔ وہ فیڈ کراتی تھی یہ اس قدر بھاری دوائیں اسکے ساتھ ساتھ ہادی کے لئے بھی مضر تھیں، حیدر نے جلد ہی اسکے ڈاکٹر سے اپائنٹمٹ کا ارادہ کر کے، پانی کا گلاس اٹھایا۔

وہ اس کیفیت میں نہیں تھی کہ حیدر کا اپنی دوائیں یوں پھینکنا نوٹ کرتی۔

وہ دونوں ہاتھ سختی سے اپنے گرد باندھے جسم کی کپکاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسکی زندگی میں اگر کوئی شئے مستقل تھی تو وہ اسکے یہ ڈراونے خواب تھے۔

وہ اسکے ساتھ آکر بیٹھا اور اسکی مٹھی کھول کر اس میں ننھی سی نیلی گولی رکھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سامیہ نے برابر بیٹھے شخص کو اپنی ہتھیلی پر گولی رکھتے دیکھا اور پھر بے تاثر نظریں اس کے چہرے پر گاڑیں جو اب اسے آنکھوں کے اشارے سے دوا کھانے کا کہہ رہا تھا۔

یہ شخص کہاں سے اور کیوں آگیا تھا؟

دکھ، تنہائی سب کی عادت ہوگئی تھی، نہیں ہوئی تھی تو اس اجنبی شناسا کی عادت نہیں ہوئی تھی۔

اسنے امان کے بعد ان خوابوں کے ساتھ ایسی کتنی خوفناک راتیں اکیلے روتے کانپتے گزاریں تھیں، ممی کہتی تھیں وہ انکے پاس آجایا کرے پر آخر کب تک؟ اسنے ان خوابوں سے اکیلے ہی جونجنا تھا کیونکہ انکے علاوہ تو اسے سب ہی چھوڑ جاتے تھے۔

اور اب جب وہ عادی ہونے لگی تھی تو یہ شخص آگیا تھا مشینی سے انداز میں پرواہ کرتا، خیال رکھتا ہوا۔

وہ اس لاتعلق سے تعلق میں اسے کیا سمجھتا تھا؟ بوجھ یا ذمہ داری؟

وہ یوں ہی اسے تکتی رہی تو حیدر نے گولی اٹھا کر اسکے ہونٹوں کے درمیان رکھی اور پانی کا گلاس اسکے منہ سے لگایا۔

اسے زبردستی سونے کے لئے لٹا کر اسکے اوپر رضائی درست کی۔ وہ احتجاج کرنا چاہ رہی تھی مگر دوا کے زیر اثر آنکھیں بھاری ہورہی تھیں۔ وہ غنودگی میں ہادی کا ذکر رہی تھی۔

میں جاگ رہا ہوں، ہادی کو دیکھ لوں گا، سو جاؤ تم" وہ سامیہ کو تسلی دے کر پلنگ کی دوسری طرف آکر ٹیک لگائے بیٹھا۔ "

.سامیہ اس کی طرف کروٹ کئے لیٹی تھی، آنسوؤں سے تر چہرہ, سادہ سی بکھری پونی، ڈھیلا اوور سائز کُرتا

یا تو وہ ہادی کے ساتھ مصروف رہتی یا پھر ہاتھ پر ہاتھ رکھے گم سم سی سوچوں مگن۔ وہ ایسی کب ہوا کرتی تھی؟

وہ سادہ حلیے میں ضرور رہتی تھی پر وہ یوں بکھرا ماتمی سا نہیں ہوتا تھا۔ وہ کتنی ذہین تھی، محنتی، پرفیکشنسٹ۔

گہری بھوری آنکھوں کی ذہین چمک کس قدر دھندلا گئی تھی، اور وہ اس کا انتخابی نشان اسکی گردن کی حرکت کے ساتھ جھولتی اونچی پونی، بولتے ہوئے بہت ہاتھ ہلانا اور اپنی بات پر زور دینے کے لئے آنکھیں پھیلا لینا۔

وہ ذہین ضرور تھی پر سمجھدار بلکل بھی نہیں۔

کچھ بھی تو پہلے جیسا نہیں تھا سامیہ میں، ہاں شاید ایک چیز اب بھی وہی تھی، حیدر کے لئے ناپسندیگی ۔

انکے درمیان دوستی کبھی نہیں رہی تھی نہ کوئی بے تکلفی۔

وہ اسے خاص پسند نہیں کرتی تھی، وہ سامیہ جیسی اچھی لڑکی کی نظر میں بگڑا ہوا تھا۔

دس سال پہلے وہ بدتمیز ہوا کرتا تھا، پرتشدد، اسکے کالج میں آئے دن جھگڑے ہوتے تھے، اسے ہر وہ کام کرنے کا تجسس ہوا کرتا تھا جس سے معاشرہ منع کرتا ہو۔ وہ ماں باپ سے اسے یوں چھوڑ کر چلے جانے پر غصہ تھا، ان سے وہ بن کر بدلا لینا چاہتا تھا جس سے وہ اگر زندہ ہوتے تو روکتے۔

ممی ڈیڈ اسے ہینڈل کرنے کے لئے ہر طریقہ آزما چکے تھے، صرف امان تھا جو اسے سمجھتا تھا۔ وہ کسی کا سر پھاڑ کر گھر آتا تھا تو اسکے پیچھے سوچو تمھیں یہ کر کے کیا ملا؟ کیا تمھاری بے سکونی ختم "ہونٹ پر برف امان رکھتا تھا۔ ہر غلط کام کے بعد اسے محض ایک جملہ کہتا تھا، "ہوگئی؟

امان کا یہ سوال اسکی زندگی کو سمت دینے میں کس قدر اہم ثابت ہوا تھا کوئی اس سے پوچھتا، وہ آج بھی خود سے یہ اکثر پوچھتا تھا، امان جیسے اسکی ضمیر کی آواز تھا، اسکا مورل کمپاس۔۔

اور یہ لڑکی امان کو کس قدر عزیز تھی، آج اسکے بعد کیا ہوگئی تھی۔

حیدر کے لئے وہ دوست نہیں تھی پر فیملی تھی۔

#-------------------#

وہ کچن میں کھڑی سلاد کے لئے سبزیاں الگ کر رہی تھی اور ولایت سنک کے پاس برتنوں سے نبرد آزما تھی۔

سنک کی دیوار میں بڑی شیشے کی کھڑکی نسب تھی جس کے پار لان کا حصہ نظر آتا تھا، جہاں حیدر ہادی کو اٹھائے مالی کے سر پر کھڑا کاٹ چھانٹ کرا رہا تھا۔

باجی آپ صاحب کو روکتی نہیں ہیں؟"، ولایت نے شیشے کے پار دیکھتے ہوئے سامیہ کو مخاطب کیا۔ "

کس بات سے؟" وہ بے بی ٹماٹروں کو عام والوں سے الگ کرنے میں مگن تھی۔ "

ولایت نے حیدر کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ ایسے حلیے میں گھومتے ہیں، انکا امریکہ تھوڑی ہے یہ "

کیسا حلیہ؟۔۔" اسے پہلے بات سمجھ نہیں آئی اوہ، وہ حیدر کی شارٹس اور ٹاپ ٹینکس کی بات کر رہی تھی۔ وہ گھر میں ایسے ہی پھرتا تھا، " لاہور گرم تھا اسے شاید عادت نہیں رہی تھی اس موسم کی۔

اسکا گھر ہے جو چاہے کرے میں کیوں منع کروں گی" ولایت بھی ناں، وہ اب بھی سبزیوں میں مصروف تھی۔ "

ہاں آپ کیوں منع کریں گی آپ کے تو شوہر ہیں،گناہ تو ہم نمانیوں کو ملتا ہے" ولایت کی بڑبڑاہٹ کافی اونچی تھی، سامیہ کا دماغ بھک " سے اڑا, وہ کیا کرے اس عورت کا۔

وہ لیکر آیا تھا اسے بھگتے بھی وہ۔ سارا دن الٹی سیدھی باتیں کر "تمھیں جو بھی مسئلہ ہوا کرے نا سیدھا اپنے صاحب کو بولا کرو برائے کرم " کے وہ سامیہ کا بی پی اوپر نیچے کرتی رہتی تھی۔

وہ ولایت کی باتوں پر سر جھٹکتے سبزیوں کا ڈونگا اٹھائے ڈائننگ ٹیبل پر کاٹنے کچن سے نکل گئی۔

#-------------------#

میں آفس جوائن کرنا چاہ رہی ہوں " ڈنر ٹیبل پر وہ دونوں ہی تھے صرف، سامیہ نے بنا تمہید مدعا رکھا۔ "

حیدر نے کانٹے میں پھنسا پاستہ منہ میں رکھتے ہوئے اسکی بات سنی۔

اس خواب کے زیر اثر نیم خوابی کی سی کیفیت میں چند دن رہنے کے بعد وہ اب ٹھیک تھی، ڈاکٹر کے پاس بھی ہو آئی تھی، شاید اسی کا مشورہ تھا کہ وہ خود کو مصروف رکھے۔

دوپہر میں واپس آجایا کروں گی صرف چند گھنٹے، تب تک ممی کہہ رہی تھیں وہ دیکھ لیا کریں گی ہادی کو" سامیہ نے اسے خود کو دیکھتا پایا تو " بات جاری رکھی ، وہ اس سے اجازت نہیں لے رہی تھی بس اطلاع کر رہی تھی۔

دو دن سے وہ اس کشمکش میں تھی کہ وہ حیدر کو بتائے بھی یا جب وہ آفس جانا شروع کرے گی تو اسے خود ہی پتا چل جائے گا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہ اس قدر ضدی اور اپنی من مانی کرنے والی تو کبھی نہیں تھی جیسا حیدر کے سامنے اسکا بن جانے کا دل کرتا تھا۔ خود کو بہت سی تاویلیں دے کر اسنے اس بات پر راضی کیا تھا کہ وہ اسے جیسا بھی سمجھتی آئی ہو اتنا حق تو وہ رکھتا تھا کہ اسے بتایا جائے۔ یہ کڑوی تھی مگر حقیقت تھی۔

اچھے چند منٹ خاموش رہنے کے بعد اسنے پوچھا تھا۔ "کب سے جوائن کرنے کا سوچ رہی ہو؟"

اس منڈے سے"آج جمعہ تھا۔"

"ہوں۔۔ ایک ریکویسٹ تھی"

"کیا؟"

سامیہ کو لگا جیسے اسے بات پسند نہیں آئی وہ اسے منع کر دیگا اب۔ وہ ہوتا کون تھا اسے منع کرنے والا۔

اسکی بات سامیہ کی توقع کے برعکس تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیوں کہہ رہا ہے ایسا۔ "ایک منتھ تک رک سکتی ہو تم؟"

"جاب چھوڑنے سے ایک ماہ پہلے بتانا ہوتا ہے تاکہ جب تک وہ متبادل ڈھونڈیں میں کام سمیٹ لوں"

اسکی سوالیہ نظروں کے جواب میں حیدر نے وضاحت کی۔

"جاب کیوں چھوڑو گے تم؟"

حیدر کی جاب کا تعلق ہی کیا تھا اس موضوع سے۔

"میری آرگنائزیشن میں ورک فرام ہوم کی فیلوشپس کی کافی گنجائش ہے، اس کے علاوہ کچھ عرصہ فری لانسنگ کر لوں گا، ایک عاد پیپرز تھے ذہن میں وہ لکھوں گا"

وہ سکون سے اپنا پلان بتا رہا تھا۔

"لیکن کیوں؟"

"ہم میں سے کسی کو تو رکنا ہے ہادی کے ساتھ، ممی کی طبعیت ٹھیک نہیں رہتی ایک دو دفعہ کی بات اور ہے پر روزانہ ہادی کو انکے پاس چھوڑنا، ویسے بھی ہادی ہماری ذمہ داری ہے ممی کی نہیں، میں دیکھ لوں گا اسے، تم بس ایک منتھ اگر کاپریٹ کر سکو"

وہ کیا اتنی سنجیدگی سے سامیہ کے ساتھ مذاق کر رہا تھا یا پھر طنز؟

"تم مجھے شرمندہ کرنا چاہ رہے ہو، رہنے دو میں نہیں جاوں گی"

سامیہ کا دل کیا وہ غصے میں وہاں سے واک آوٹ کر جائے یا حیدر کو کوئی پلیٹ اٹھا کر دے مارے۔

"شرمندہ کرنے والی کیا بات ہے؟ تم کیوں نہیں جاو گی، ایک سال سے زیادہ ہوا ہے تمھیں آفس چھوڑے، تمھارا کیرئیر بھی اتنا ہی ضروری ہے، میں بریک افورڈ کر سکتا ہوں سو اب میں گھر پر رہ لوں گا، ایک دو سال جب تک ہادی اسکول جانے نہیں لگ جاتا ہم باری باری کر سکتے ہیں، اسکے بعد تو ایشو نہیں ہوگا۔"

وہ واقعی سنجیدہ تھا، افففف وہ اسکے بیٹے کے لئے ایک بار بھی سوچے بنا اپنی اتنی اچھی جاب چھوڑنے کو تیار تھا۔ اس کا غصہ شرمندگی میں بدلا اور پھر شرمندگی غصے میں۔ اسے کس نے کہا کہ وہ اسے یوں اپنے زیر بار کرے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

تم ابھی ریزائن مت کرنا، میں فلحال صرف سوچ رہی ہوں لیٹ می ڈسائڈ، ویسے بھی مجھے تو اپنا آفس ہی جوائن کرنا ہے وہ میں چاہے جتنے " بریک کے بعد کروں کوئی مجھے کچھ نہیں کہے گا، شاید آفس جاوں یا کوئی آنلائن ایوننگ پروگرام جوائن کر لوں، مجھے پبلک پالیسی میں ماسٹرز کرنا "تھا

چند سال وہ رہ لے گی گھر پر، پڑھائی دوبارہ شروع کر سکتی ہے وہ، حیدر کتنا ہی سنجیدہ کیوں نہ ہو وہ یہ احسان اسکا نہیں لے سکتی تھی، اسنے سوچا کہ وہ چند دن بعد ارادہ بدل گیا کہہ کر اسے مطمعین کر دیگی۔

"جو بھی ڈیسائڈ کرو مجھے انفارم کر دینا پلیز"

اسکے پلیز سامیہ کو اب بھی ہضم نہیں ہوتے تھے۔ اسنے جواب میں سر ہلایا۔

#-------------------#

یہ کیا کر رہے ہو تم" وہ جو انہمناک سے ڈرل مشین سے ہادی کے کمرے میں نئے فریم لگانے میں مصروف تھا، سامیہ کی آواز پر رکا، پھر " پلٹا۔

فوٹو فریم اور مشین کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کر رہا ہوں۔

"کیوں؟"

وہ امان کی تصویریں تھیں جنھیں وہ اوپر والی منزل پر موجود کسی زمانے میں اسکے زیر استعمال کمرے سے لایا تھا۔

ہادی کے کمرے میں امان کی تصویریں ہونی چاہئے ورنہ وہ اسے کیسے پہچانے گا؟" وہ واپس اپنا کام مکمل کرنے کے لئے پلٹا۔ "

"!!پر اس کمرے میں میں بھی رہتی ہوں"

وہ کیا یہ سب جان بوجھ کر کرتا تھا؟

تو؟" اسے سامیہ کی سمجھ نہیں آئی۔ "

ڈرل مشین پکڑے ہاتھ سے چہرے پر جھولتے بال پیچھے کر کے سامیہ کو دیکھا۔

"تو؟، تم مذاق کر رہے ہو ناں؟"

اسے سمجھ نہیں آیا حیدر کو کیا سمجھ نہیں آرہا۔

"تم نے اپنی مدر کی تصویر بھی تو رکھی ہوئی ہے یہاں"

اسنے سائیڈ ٹیبل کی سمت اشارہ کیا۔

"وہ ماں ہیں میری میں لگا سکتی ہوں۔"

یہ کیسا تقابلی جائزہ تھا۔

"امان بھی ہادی کا باپ ہے، تمھیں ایشو کیا ہے؟"

وہ کچھ پل اسکے ضبط کرتے چہرے کو دیکھتا رہا اور جیسے اسے اچانک سامیہ کا مسئلہ سمجھ آیا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسے افسوس ہوا تھا، وہ کس کس طرح خود کو پابند کئے ہوئے تکلیف اٹھا رہی تھی۔

.اسنے فریم مشین سب وہیں رکھے شیلف پر دھرا اور خود چند قدم پر موجود پلنگ پر بیٹھ گیا۔ سامیہ کی نظروں نے اسکے قدموں کا تعاقب کیا

یہاں بیٹھو" اپنے برابر ہاتھ تھپتھپایا۔ "

وہ چند مزید لمحے وہاں کھڑی رہی، وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بالآخر اسکے برابر آکر بیٹھی۔ اتنا حتمی سا انداز تو اسکا کسی چیز کو لے کر نہیں ہوتا تھا۔

جانے والوں کا ہم پر اتنا تو حق ہوتا ہے کہ ہم انہیں یاد رکھیں، انکا ذکر کریں، صرف اس لئے کہ امان کے بعد تم نے ایک نیا رشتہ جوڑ لیا "

"ہے تو تم اسکے ساتھ گزرے تیئیس سالوں کی یوں نفی کرو گی؟

وہ بہت آہستگی سے اسکے ذہن میں پڑی گرہیں کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کیا یہ اسکی تمھاری زندگی میں اہمیت کی توہین نہیں ہے؟ کیا یہ امان کی توہین نہیں ہے کہ تم اسکا ذکر بھی نہ کرو، اسکی یادوں سے پہلو " تہی کرو، اسکی اشیاء سے یوں نظریں چراو؟ نئے تعلق کے ہوتے ہونگے بہت سے تقاضے، میری طرف سے کوئی نہیں ہے، اگر ہوتا بھی تو کم از کم یہ کبھی نہ ہوتا، کسی سے یہ توقع رکھنا کہ چند دستخط اسکی یاداشت کے اس قدر اہم پنے پھاڑ سکتے ہیں یہ حماقت ہے، غیر حقیقی ہے، ظلم ہے۔ ہمارا سماج صرف عورت سے ہی کیوں ایسی توقع رکھتا ہے؟ تم نے کیوں خود پر ایسے بند باندھے ہوئے ہیں؟ کیا تمھیں اس سے محبت "نہیں تھی؟

وہ اب گردن زرا ترچھی کئے اسکی فرش پر ٹکی اشک بہاتی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

وہ تو تمھارا سب سے اچھا دوست تھا، اسے تو تم سے بہت محبت تھی، تمھارے ذکر پر اسکی آنکھیں روشن ہوجایا کرتی تھیں، کیا تمھیں وہ یاد " "نہیں آتا؟

وہ دل کو چیرتے سوال دھیرے دھیرے کر رہا تھا۔

"بہت آتا ہے، ہر وقت آتا ہے، کیسے نہیں آتا، اتنا آتا ہے کہ مجھے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوتا ہے"

وہ حیدر کے سوالوں پر اپنی ہتھیلیوں میں چہرہ چھپائے رو پڑی، یہ وہ اعتراف تھا جو وہ پچھلے کچھ ماہ میں خود سے کرتے ہوئے بھی کترانے لگی تھی۔

اور اب اس شخص کے سامنے کر رہی تھی۔

اتنے ماہ بعد جب لگتا ہے اسکے بغیر زندگی سے سمجھوتا کر لیا ہے، تب۔۔۔۔ تب بہت اچانک کسی بھی لمحے اسکی یاد اس شدت سے آتی ہے " کہ مجھے لگتا ہے میں دوسرا سانس نہیں لے پاوں گی، مر جاوں گی میں۔ کوئی اتنی شدت سے کیسے یاد آسکتا کہ آپ کو دل کے علاوہ بھی "سارے وجود میں درد ہو؟؟؟ کیسے اور کیوں؟؟ اور۔۔ اور پھر میں دوسرا سانس کیوں لے لیتی ہوں، میں ہمیشہ زندہ کیوں رہ جاتی ہوں

حیدر اسے آنکھوں میں تکلیف لئے دیکھ رہا تھا، اسکی صحرا جیسی آنکھوں میں کیسے سمندر پنہاں تھے، جو یوں آج اچانک امڈ آئے تھے۔ وہ اسے رونے دینا چاہتا تھا پر ایسے نہیں جیسے وہ اب رو رہی تھی بلک بلک کر۔

https://qissakaharriblogpk.wordpress.com/

اسے تسلی دینے کے لئے اپنا ہاتھ اسکے کندھے کے گرد پھیلاتے وہ ایک لمحے کو جھجکا پر اسکا ٹوٹا بکھرا انداز، اسکی تڑپ، اگلے لمحے اسنے اپنے ارادے پر عمل کرتے سامیہ کو خود سے لگا لیا، وہ اسکے کندھے میں منہ چھپائے ہنوز رو رہی تھی۔ اسے احساس بھی نہیں ہوا تھا۔

مجھے لگ رہا تھا میں نے اسے رو لیا ہے، اب آنکھیں خشک ہوگئیں ہیں، لیکن دیکھو میں اب بھی کیسے رو رہی ہوں، کتنا رو رہی ہوں، کس " کے سامنے رو رہی ہوں، میں ساری زندگی ایسے ہی روتی رہوں گی، مجھے۔۔ مجھے لگتا ہے وہ اب بھی آج اتنے وقت بعد بھی کہیں سے آجائے گا، مجھے بتائے گا کہ اسنے مجھے کتنا یاد کیا، وہ ہادی کو بھی نہیں دیکھ پایا، اسے کتنا انتظار تھا اسکا، وہ کتنا خوش تھا، میں کتنی خوش تھی، میں خوش کیوں نہیں رہ پاتی، مجھے خوش کیوں نہیں رہنے دیا جاتا، جان کنی کے سارے عذاب میرے حصے میں کیوں آتے ہیں؟، "کیوں۔۔ اور۔۔ اور اب جہاں اسے ہونا چاہیے تھا وہاں تم ہو، تم کیوں ہو اور وہ کیوں نہیں ہے۔۔

سامیہ ہچکیوں میں روتے اسکے کندھے سے ہولے ہولے اپنا سر پٹخ رہی تھی۔

وہ جانتا تھا کھو دینے کا، پیچھے زندہ رہ جانے کا عذاب کیا ہوتا ہے، وہ بہت بچپن میں گزرا تھا اس سے، اور یہ دکھ جس پر سامیہ رو رہی تھی وہ تو انکا سانجھا تھا۔

امان جس قدر اچانک گیا تھا، اس کے دماغ کی شریان کسی پرانے زخم کے خون جمنے سے پھٹی تھی۔

صبح اسنے حیدر کو فون پر اپنی امریکہ کی ٹکٹ کنفرم ہونے کی اطلاع کی تھی اور دوپہر میں فائق نے اسے روتے ہوئے اسکے چلے جانے کا بتایا تھا۔

اسے یاد بھی نہیں وہ پورا دن اسنے کس کیفیت میں گزارا، بس اتنا یاد ہے کہ ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد مزئیر کے کسٹڈی ٹرائل پر اپنا بیان دیتے ہوئے اسنے ملیسہ کے وکیل کو جرح کے دوران گریبان سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا تھا اور پھر وہیں بھری کچہری میں وٹنس چیئر پر بیٹھے وہ ہاتھوں میں سر دیئے رو پڑا تھا۔

حیدر امیر جسے بارہ سال کی عمر کے بعد کسی نے روتے تو کیا ہنستے بھی بمشکل دیکھا تھا، وہ یوں بھرے مجمعے میں پھوٹ پھوٹ کر رودیا تھا۔

جج نے اسے پر تشدد قرار دے کر کسٹڈی ملیسہ کو دے دی تھی اور اسکے ملیسہ یا مزئیر سے ملنے پر ایک سال کی پابندی بھی لگائی تھی۔

بہت خاموشی سے چند آنسو اسکی آنکھوں سے بھی فرار ہوئے تھے۔

اتنا رو لینے کے بعد وہ بہت ہلکا محسوس کر رہی تھی خود کو، اسکی آنکھیں وہیں حیدر کے کندھے پر سر رکھے رکھے بوجھل ہونے لگی تھیں۔

امان کا ہادی سے تعارف تم نے کرانا ہے، اس طریقے سے کہ وہ اس پر فخر کرے، اسکی خوبیاں اپنائے، میں اکثر سوچتا تھا کہ دنیا میں " امان جیسے چند لوگ اور ہوتے تو یہ کس قدر خوبصورت ہوتی، تمھیں ہادی کو امان جیسا بنانا ہے، جو ہم جیسے ٹوٹے پھوٹے لوگوں کو محبت سے "جوڑنے کا فن جانتا ہو، جس کی مسکراہٹ سے زندگی کم تلخ لگے، یہ تمھارے بیٹے اور اسکے باپ کا تم پر قرض ہے۔

وہ اب نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے اسکے آنسو صاف کر رہا تھا۔

حیدر نے اتنا نرم بولنا کب سیکھا تھا؟ اسنے اپنا سر اسکے کندھے سے ہٹایا، وہ کب سے یوں بیٹھی تھی۔

اور رہا میں تو مجھے یا مجھ سے جڑے کسی تعلق کو اتنا سنجیدگی سے لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمھیں خود پر یوں جبر کرنا پڑے۔ میں امان " کی جگہ نہ لے سکتا ہوں اور نہ لینا چاہتا ہوں۔ میں حیدر ہوں میری اپنی جگہ ہے، جو تم نہ بھی بنا پاو تو خیر ہے۔ تم نے ہادی کو لے کر مجھ

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

پر اتنا اعتبار کیا ہے، آئی ایم رئیلی گریٹ فل، اس سے زیادہ کی مجھے توقع نہیں ہے، نہ ہی میں کر سکتا ہوں۔ تم، تمھارے جذبات، تمھارے خیالات پر پہلا حق صرف اور صرف تمھارا ہے۔ یہ تم سے تمھاری مرضی کے بنا سماج کا کوئی شخص، کوئی قانون، کوئی دستاویز نہیں چھین سکتا"

سامیہ کے یوں چونک کر اپنا سر اٹھانے پر حیدر نے غیر محسوس انداز میں اسکے کندھے پر پھیلا اپنا بازو ہٹایا تھا۔

وہ چلتا ہوا دیوار کے پاس رکھے شیلف تک آیا اور وہاں سے ڈرل مشین اور فوٹو فریم اٹھائے۔

میری مدد کرو گی یہ لگانے میں؟" وہ اب فریم اسکی طرف بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔"

جس پر سامیہ نے شدت گریہ سے سرخ پر متبسم چہرے کے ساتھ اثبات میں سر ہلاتے فریم تھام لیا۔

زندگی میں پہلی دفعہ وہ حیدر کی کسی بات کے جواب میں مسکرائی تھی۔

صدیوں کی جمی برف پر چند دراڑیں پڑی تھیں، چند پگھلے ہوئے قطرے سطح پر ابھرے ۔

#----------------------#

سامیہ نے ماسٹرز کے ایوننگ پروگرام میں داخلہ لے لیا تھا۔ ہفتے میں دو دن پانچ سے آٹھ کلاس ہوتی تھی۔ حیدر کے آفس سے آجانے کے بعد وہ یونیورسٹی کے لئے نکلتی اور باقی پڑھائی گھر میں ہو جاتی تھی۔

ہادی مدھم روشنی میں سونے کا عادی تھا وہ اسے سلا کر کتابیں لئے حیدر کے کمرے میں آجاتی ۔ وہ اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھا دیر تک لیپ ٹاپ اور دیگر فائلوں میں مصروف رہتا۔ وہ ایک آدھ گھنٹا وہیں پلنگ پر بیٹھے پڑھ لیتی۔

اب بھی وہ پڑھتے پڑھتے چائے بنانے کے لئے اٹھی تھی۔ واپسی پر اسکے ہاتھ میں سبز چائے کے دو کپ تھے۔ حیدر کافی بناتے ہوئے اسے نہیں بھولتا تھا وہ اسکے جتنی اچھی کافی تو نہیں بنا پاتی تھی پر چائے بناتے ہوئے حیدر کا کپ ضرور یاد رکھتی تھی۔

ایک خاموش سا معمول تھا یہ۔

اسنے کپ حیدر کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔

شکریہ" اسنے لیپ ٹیپ سے نظر ہٹا کر پہلے کپ کو دیکھا، پھر سامیہ کو۔ "

وہ مسکراتا آج بھی بہت کم تھا پر اب اسکے الفاظ میں نرمی ہوا کرتی تھی۔

ہر چھوٹی بات پر ممنون ہونا، شکریہ کا اظہار، سامیہ نے اسے کبھی اسکے کافی بنانے پر شکریہ نہیں کیا تھا۔

"میری کل نیو یارک کی فلائٹ ہے، کورٹ کی پابندی اس ہفتے ختم ہو رہی ہے "

حیدر کے مخاطب کرنے پر وہ اپنا کپ تھامے رک گئی، وہ مزید کچھ کہہ رہا تھا۔

واپسی میں کم از کم پندرہ دن اور زیادہ سے زیادہ مجھے ایک ماہ لگ سکتا ہے۔ گروسریز میں نے دیکھ لی تھیں، سبزیاں فروٹ وغیرہ ہیں فریج " میں، اگلے ہفتے سے نظیر لے آیا کریگا، اسکے پاس لسٹ ہے کچھ ایکسٹرا چاہیے ہو تو اسے بتا دینا، بلز بھی ہو گئے ہیں، ولایت یہیں رک جایا کرے گی میری واپسی تک، تمھارا نیکسٹ ویک اپائنٹمنٹ ہے، پلیز مس مت کرنا، نمیرہ کو کہہ دیا ہے وہ چلے گی ساتھ، ہادی کے ایسنشلز بھی

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ہیں، ہاں بس پلیز مالی آئے تو کچھ دیر اسے سپر وائز کر لینا ورنہ وہ کام نہیں کرتا اگر تم کرنا چاہو تو (stocked) ایک منتھ کے لئے سٹوکڈ
"ورنہ میں نظیر کو کہہ دوں گا
"میں دیکھ لوں گی"
اسنے جلدی سے کہا۔
وہ کچھ جتا نہیں رہا تھا، بہت سرسری انداز میں اسے اپنے جانے کے پیش نظر آگاہ کر رہا تھا پر سامیہ نے محسوس کیا کہ وہ واقعی یہاں ہر ذمہ داری سے آزاد رہ رہی ہے جیسے سب خود بخود ہو جاتا ہو، تین افراد کا یہ گھر توجہ مانگتا تھا اور خاموشی سے یہ توجہ دینے والا جا رہا تھا تو اسے احساس ہو رہا تھا۔
وہ یہاں اپنی مرضی سے، اپنے فیصلے سے آئی تھی پھر کیوں وہ حیدر کی جان پر سو احسان کرنے والے انداز میں یہاں رہتی تھی، یہاں تک کہ ہادی سے متعلق ہر چیز بھی حیدر ہی یاد رکھتا تھا۔ اسکا وقت ہادی اور پڑھائی کے درمیان بٹا ہوا تھا۔ حیدر آفس بھی جاتا تھا، ہادی کے لئے بھی اسکے پاس ڈھیر وقت ہوتا، مزئیر اسکے ساتھ روز گھنٹوں سکرین کے ذریعے رہتا۔ دیر گئے تک لیپ ٹاپ اور فائلوں میں الجھنے کے بعد وہ کتب بینی، ورزش اور باغبانی جیسے مشغلوں کے لئے بھی وقت نکال لیتا تھا۔
حیدر کا دن اڑتالیس گھنٹے کا ہوتا تھا جیسے اور سامیہ کا بارہ۔
امان اور اس میں وہ ہمیشہ سے ہی ان معاملات میں زیادہ ذمہ دار رہی تھی۔
وہ آرگنائزڈ تھی اور امان لاپرواہ۔
اسے سب خود دیکھنا اچھا لگتا تھا، امان کہتا تھا وہ خبط کی حد تک پرفیکشنسٹ ہے۔
امان اسکا وہ جذباتی سہارا تھا جس کے بل وہ دنیا فتح کر سکتی تھی، وہ تاریخیں بھول جاتا تھا، اسے سب آخری وقت پر یاد آتا تھا، اسکی چیزیں بکھری ہوئی ہوتی تھیں، پر وہ اس کے لئے ہمیشہ موجود ہوتا تھا، وہ اسکے ہوتے کبھی کسی دکھ پر اکیلی نہیں روئی تھی, ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ سر رکھنا چاہے اور امان کا کندھا میسر نہ ہو۔ وہ بات کرنا چاہے اور امان سننے کو تیار نہ ہو۔ وہ اسکا سامع تھا، اسکا مداح، اسکی کامیابی پر سب سے بلند اور سب سے آخر تک گونجتی تالیاں امان کی ہوتی تھیں۔ وہ اسکا سب سے اچھا دوست تھا۔
اسکے بعد وہ لاپرواہ سے زیادہ لاتعلق ہو گئی تھی، اسے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔
حیدر سب دیکھ لیتا تھا۔ وہ اب اسے لے کر پہلے جیسی مشکوک بھی نہیں تھی۔ ٹھیک تھا، اچھا تھا وہ، بس امان نہیں تھا۔
وہ امان ہو بھی نہیں سکتا تھا۔
اور اگر یہ سمجھوتا تھا تو برابری کا ہونا چاہیے، سب حیدر کے ذمے ہی کیوں تھا؟
وہ کافی کے علاوہ بھی بہت سی باتوں پر اسے شکریہ نہیں کہتی تھی۔
"تم پھر دوبارہ کسٹڈی کلیم کرو گے؟"
وہ چاہتے ہوئے بھی خود کو مزئیر کے معاملے سے لاتعلق نہیں رکھ پائی۔
"نہیں اس بار یہ نوبت نہیں آئے گی، مزئیر میرے ساتھ ہی آئے گا"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سامیہ کے لئے یہ ایک خبر تھی اسے لگا تھا وہ صرف مزئیر سے ملنے جارہا ہے۔

"تم لے آو گے اسے؟ ملیسہ مان جائے گی؟"

وہ اب بھی بے یقین تھی اس قدر درشت کسٹڈی کی جنگ کے بعد وہ کیسے اتنی آسانی سے مان جائے گی؟

"ہاں"

وہ سامیہ کے یوں دلچسپی لینے پر اسے بغور دیکھتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

"کیسے؟ آئی مین جس طرح سے وہ تمھارے ساتھ میچول کسٹڈی پر بھی راضی نہیں تھی اینڈ دا وے یو لاسٹ دا ٹرائل (جس طرح سے تم نے کیس ہارا)---"

وہ کہتے کہتے رکی تھی، اسے خود کے حیدر سے یوں سوال کرنے پر حیرت ہوئی۔

"تب حالات مختلف تھے، ملیسہ مائک کے کہنے پر مجھ سے برہم تھی، مجھے وہ شخص اپنے بیٹے کے لئے نہیں پسند تھا، جج وائٹ سپر مسسٹ تھا، اسے فرنچ امریکن ماں پاکستانی مسلم باپ سے زیادہ بہتر لگی، پھر آخری دو ہیئرنگز بہت ضروری ہوتی ہیں، ان دنوں امان کی ڈیتھ کی وجہ سے میں بھی اموشنلی انسٹیبل تھا، انکا لائیر مجھے وٹنس سٹینڈ پر اگریویٹ (مشتعل) کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ آئی واز اے میس (I was a mess)، اب ملیسہ ہیوی ٹریول انولوڈ یورپ بیسڈ پروموشن (heavy travel involved Europe based promotion) آفر ایکسپٹ کرنے کا سوچ رہی ہے، تھنگز آر ڈفرنٹ (چیزیں مختلف ہیں)"

حیدر نے بہت تفصیلاً جواب دیا تھا۔

"اب مائک ایشو نہیں بنائے گا؟"

اسے خیال آیا تو پوچھ لیا۔

"نہیں، دے بروک اپ"

"اوہ"

سامیہ کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

"مزئیر کیسے رہے گا ماں کے بغیر"

اسکا دھیان اب بھی مزئیر پر تھا، اتنا چھوٹا سا، معصوم سا تھا وہ، اسکا بے لوث ہر وقت مسکراتا چہرہ، اور ایسی آزمائش۔۔

"جیسے اب تک باپ کے بنا رہا ہے۔۔"

حیدر کے لہجے میں بیٹے کے ادھورے بچپن کے پورے دکھ کا بوجھل پن تھا۔

"آئی ایم سوری میرا وہ مطلب نہیں تھا"

سامیہ کو جیسے اچانک ہوش آیا وہ کون ہوتی تھی اسکے پرسنلز کے متعلق یوں سوال کرنے والی۔ حیدر کا بیٹا، اسکی سابقہ بیوی اور بیوی کا سابقہ منگیتر۔۔

اسکے مینرز کہاں گئے تھے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر نے اسے کہتے ہوئے باتوں کے دوران ٹھنڈی ہو جانے والی چائے کا مگ منہ سے لگایا۔ "ڈونٹ بی"
وہ اپنی چائے تھامے اپنی کتابوں کی طرف بڑھ گئی۔
اگلے دن حیدر چلا گیا تھا۔

#---------------#

نیو یارک کی وال سٹریٹ پر اس وقت ورکنگ ڈے کی اختتامی چہل پہل تھی۔ وہ آفس بلڈنگ سے نکل کر فٹ پاتھ پر چلتی اپنے فون پر گھر کے لئے رائڈ بک کر رہی تھی۔ اس کی گاڑی سروسنگ کے چکر میں گھر پر تھی۔
اسنے بیج رنگ کی ڈریس پینٹ کے ساتھ گہرے بھورے رنگ کی سلک شرٹ پہنی ہوئی تھی جس کے اوپر موسم کے حساب سے بھورا اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ آتشی اور بھورے امتزاج کا سکارف گردن کے گرد لپٹا تھا۔ سرخ بال بلکل سیدھے کندھوں تک آتے تھے۔ اسکا ہینڈ بیگ، ہیل، لباس سب مہنگا تھا برانڈڈ، وہ انوسٹمنٹ بینکر تھی اور وہ لگتی بھی تھی۔
"ملیسہ"
کسی نے اسکے برابر میں چلنا شروع کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ اسنے فون سے سر اٹھا کر دیکھا۔
"حیدر، اوہ مائی گاڈ! تم کہاں چلے گئے تھے،واپس کب آئے؟"
وہ بہت خوشی سے اسکے گلے لگی تھی۔
"کیسے ہو؟"
وہ اب اس سے الگ ہوکر اسکے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی۔
وہ ایسی ہی تھی جتنی وہ جزباتی تھی جتنا جلدی اسے غصہ آتا تھا، اتنا جلدی وہ بھول بھی جاتی تھی۔ وہ اب بھی اس سے ایسے مل رہی تھی جیسے اسے یاد ہی نہیں کہ ان کے درمیان کیسی تلخی، کیسے طوفان گزرے تھے.
جب اسنے طلاق کی بات کی تھی تب بھی حیدر کو امید تھی کہ کچھ عرصہ بعد وہ بھول جائے گی، انکے درمیان مسائل تھے پر ایسے نہیں کہ سلجھائے نہ جا سکیں، وہ اپنے بیٹے کے لئے اس رشتے کو انگنت مواقع دینے کو تیار تھا۔اسے اپنا تین لوگوں پر مشتمل وہ گھر بہت پیارا تھا۔ پر وہ نہیں بھولی تھی۔ بس یہی ایک چیز وہ نہیں بھولی تھی۔
"ٹھیک ہوں، کل آیا ہوں، تم بتاو"
وہ اب ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔
"فائن، تو تم ملے کیوں نہیں پہلے؟ مزی کو تمھارے آنے کا بھی نہیں پتا۔"
"ایک سال پورا ہونے میں ابھی دو دن باقی ہیں، تمھارے گھر اور آفس آنے پر پابندی ہے، سوچا فٹ پاتھ پر ٹکرایا جائے تو بہتر ہوگا"
وہ ادھر ادھر دیکھتا، کندھے اچکاتے جواب دے رہا تھا۔
"ایسا نہیں ہے، تم آسکتے تھے---"
ملیسہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"حیدر تم ٹرائل کے بعد ملے بھی نہیں، پدمنی نے بتایا تم جاب چھوڑ کر واپس پاکستان چلے گئے ہو، تم نے اچھا کیا واپس آکر، آئی ایم رئیلی
سوری فار امان، مجھے اندازہ نہیں تھا، میرا گلٹ نہیں ختم ہوتا، جو ہوا ویسے نہیں ہونا چاہیئے تھا"

ملیسہ نے رک کر اسکی کہنی تھامی۔ اسکے چہرے پر دکھ اور تاسف دونوں تھا۔

"میں واپس نہیں آیا بس مزئیر کو لینے آیا ہوں"

حیدر نے اسکی بات نظر انداز کی، وہ سب دھرانا تکلیف دہ تھا۔

"مزئیر کو؟ پاکستان؟" ملیسہ کے لئے یہ غیر متوقع تھا۔

"تمھاری پروموشن کے بعد تم بھی تو یورپ شفٹ ہو رہی ہو، ہر ہفتے نیا شہر، مزئیر کو تمھیں ہاسٹل ہی بھیجنا پڑے گا، اس سے بہتر نہیں ہے
وہ میرے ساتھ رہے؟"

وہ بہت سیدھی اور دو ٹوک بات کر رہا تھا۔

"ہاں پر پاکستان۔۔"

ملیسہ کو حیرت نہیں ہوئی تھی اسکی باخبری پر، انکے بہت سے مشترکہ دوست تھے۔

"وہاں سب ہیں، وہ خوش رہے گا، تم اس سے جب چاہے مل سکتی ہو، ویکیشنز میں وہ تمھارے ساتھ رہ سکتا ہے، تم جب کہو گی میں اسے
لے آوں گا، اسکی سول کسٹڈی تمھارے پاس ہے، تم دونوں امریکی شہری ہو، اگر تمھیں لگے کہ میں اپنی بات نہیں رکھ رہا تو وہاں ایمبسی میں
بیٹھ کر تمھاری ایک کمپلین مجھے ہتھکڑیوں میں تمھارے سامنے کھڑا کرنے کو کافی ہے"

وہ اسے بیٹے کے بدلے ہر گارنٹی دینے کو تیار تھا۔

"ایسا نہیں ہے، مجھے تم پر کوئی شک نہیں ہے، میں نے اپنا سبق سیکھ لیا ہے، تم اسکے باپ ہو،اس کے لئے تم سے بہتر کوئی نہیں
ہے، میں کمپلینز، کورٹ کے چکروں سے تھک گئی ہوں حیدر"

ملیسہ کو مائک کے تجربے کے بعد اب کوئی گارنٹی نہیں چاہیے تھی، پر یہ بہت بڑا فیصلہ تھا وہ یوں کھڑے کھڑے نہیں لے سکتی تھی۔

"پر میں سوچوں گی، یہ مشکل ہے پر شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو"

وہ پھیکا سا مسکرائی۔

اسنے اپنے کیرئیر میں اس عہدے کو حاصل کرنے کے لئے ان تھک محنت کی تھی، پر اسے قبول کرنے میں مزئیر کی وجہ سے تامل کا شکار
ہورہی تھی، حیدر اسے ایک بہت اچھا آپشن دے رہا تھا۔

"دیٹ وڈ بی گریٹ، شکریہ"

حیدر نے اسکے لئے ٹیکسی روکی۔

وہ اسے الوداع کرنے کو پھر گلے لگی۔

"لمبے بال اچھے لگ رہے ہیں تم پر" وہ اب ایک ہاتھ اسکی گردن پر رکھے دوسرے سے اسکے بالوں کو چھو رہی تھی۔

"ہے!! تم بھی چلو میرے ساتھ گھر، اٹس بین ایجز، مزی سے بھی مل لینا"۔

https://qissakahaniblogspk.wordpress.com/

ملیسہ کا ہاتھ اسکے بالوں سے ہوتا اب حیدر کے گال پر ٹکا تھا۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا ملیسہ کی گھر چلنے سے کیا مراد تھی۔
اپنے چہرے کا طواف کرتی ملیسہ کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھتے اسے وہ صحرا سی گہری بھوری آنکھیں یاد آئیں جو کچھ دن قبل یوں ٹوٹ کر برسی تھیں کہ اس کی اپنی آنکھوں کے بند بھی بہا لے گئیں تھیں۔
اب اسے وہ سادہ خود سے بے نیاز اور اس پر اکثر برہم سا چہرہ بھی یاد آرہا تھا۔
اسنے فورا ملیسہ کے ہاتھ اپنی گردن اور چہرے پر سے ہٹائے، اور اسکے لئے ٹیکسی کا دروازہ کھولا۔
"میں کل آوں گا کسی وقت"
حیدر نے صاف اسے ٹالا تھا۔ ملیسہ کا چہرہ ایک دم بجھا۔
ٹیکسی جب تک روانہ نہیں ہوئی وہ اپنے سیاہ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہیں کھڑا رہا اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اگلی ٹیکسی اپنے لئے روکی۔

#------------------#

وہ مینہیٹن (Manhattan) کی مضافات میں بنے اپنے اس چھوٹے سے اسٹوڈیو اپارٹمنٹ میں بہت بوجھل دل کے ساتھ داخل ہوا تھا۔
وہ پر یقین تھا کہ واپسی پر اسکا بیٹا اسکے ساتھ ہوگا پر وہ ملیسہ کے اتنی جلدی مان جانے کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ یہ خوشی کی بات تھی۔
بوجھل پن دراصل خود پر حیرت کے سبب تھا۔
وہ اخلاقیات کے معاملے میں بہت حد تک مغربی اقتدار کا حامی تھا، ملیسہ کا یہ التفات بھی اسکے لئے نیا نہیں تھا، پھر اسے اس قدر برا کیوں لگا، سامیہ کا خیال اس قدر اچانک کیوں زورآور ہوا تھا۔ جیسے وہ دھوکہ کر رہا ہو۔
ان کے اس کاغذی سے تعلق میں بھلا وفا اور دھوکہ چہ معنی؟
وہ کاوچ پر بنا کوٹ اتارے گرنے کے سے انداز میں بیٹھا اور اپنا سر پیچھے کی طرف ڈھلکایا۔ آنکھیں موند لیں۔
وہ پچھلے تین چار ماہ سے روم میٹس کی طرح ساتھ رہ رہے تھے وہ بھی وہ روم میٹس جن میں دوستی کے بجائے تکلف ہو صرف۔
اسے اندازہ نہیں تھا کہ سامیہ کی غیرموجودگی میں اسکا خیال یا یاد اسے آبھی سکتی ہے۔
اسنے بے اختیار فون اٹھا کر سامیہ کا نمبر ملایا۔
آج وہ خود کو حیران کر رہا تھا۔
بہت دیر تک رنگ جاتی رہی، جب وہ خود کو اپنی اس حرکت پر ملامت کرتے کاٹنے لگا تھا تب ہی دوسری طرف سے کال اٹھا لی گئی۔
سکرین پر سامیہ کا چہرہ نمودار ہوا جس نے سلام کرنے کے فورا بعد اسے بتایا تھا کہ ہادی سو رہا ہے۔
وہ اسے خود سے کبھی کوئی کال یا ٹیکسٹ نہیں کرتی تھی، وہی آفس سے بھی ایک دو بار مختصر سی بات کر کے خیریت اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں جیسے سوالات کر لیتا تھا۔ ان تین دنوں میں بھی اس نے جب بھی کال کی سامیہ سلام دعا کے تکلف کے بعد فون ہادی کے سامنے رکھ کر چلی جاتی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"ہاں مجھے اندازہ تھا کہ وہ سو رہا ہوگا، تم کیسی ہو؟ "

حیدر نے ڈھیٹ بن کر بات جاری رکھی۔

وہی سپید لاتعلق سا چہرہ، بال لاپرواہی سے کیچر میں جکڑے ہوئے، سپاٹ بے رونق گہری آنکھیں، اسنے اس وقت بھی وہ سرمئی رنگ کا کرتا پہن رکھا تھا جو وہ اکثر پہنتی تھی۔ اسے شاید پسند تھا وہ۔

"ٹھیک "

حیدر کا انداز مختلف تھا، عجیب گہرائی لئے کچھ سوچتی نظریں جو اس وقت سامیہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

اسنے الجھ کر ہاتھ سے بال کان کے پیچھے اڑسے۔ حیدر نے اسکی یہ نروس سی حرکت نوٹ کی۔

"ملیسہ سے ملا آج میں، وہ مان جائے گی "

اب کال کی تھی تو کوئی بات تو کرنی تھی۔

"واقعی؟ یہ تو بہت اچھا ہوا مبارک ہو"

سامیہ کو جیسے اسکے فون کرنے کا مقصد سمجھ آیا، وہ مزئیر سے متعلق اتنی کنسرنڈ تھی، تبھی حیدر اسے بتا رہا تھا۔

ورنہ اسکی بے مقصد کالوں کی نہ وہ عادی تھی اور نہ اسے سمجھ آتا تھا کہ وہ کیا بات کرے۔

"شکریہ، باقی سب کیسے ہیں؟ ممی؟ "

آمنہ کی امان کے بعد طبعیت اکثر خراب رہتی تھی، وہ ہارٹ پیشنٹ تھیں۔

چند مزید باتیں کر کے وہ فون بند کر چکا تھا۔

خالی سکرین کو گھورتے ہوئے وہ اپنی کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسے اچھا لگا تھا سامیہ سے بات کر کے۔

چند دن پہلے اسنے جس لڑکی کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ اگر اپنی زندگی میں اسکے لئے جگہ نہ بھی بنا پائے تو خیر ہے ، اسکے لئے انجانے میں اس کے پاس اتنی گنجائش کہاں سے نکل آئی تھی۔۔

وہ گہری سانس لیتا فون ٹیبل پر رکھتا اٹھ گیا۔

زندگی عجیب تھی۔

#------------------#

نمیرا ثمید کو لے کر لاونج میں داخل ہوئی تو سامیہ ہادی کو فوڈ چیئر میں پھنسائے اسے کھچڑی کھلانے کی کوشش میں ہلکان ہورہی تھی جو مسلسل چڑچڑے پن سے چمچ پرے دھکیل رہا تھا۔

"یہاں کیا کھینچا تانی ہو رہی ہے بھئی"

ثمید اسکا ہاتھ چھڑا کر ہادی کی طرف بھاگا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"بھابھی، دیکھیں ناں یہ کتنا چڑچڑا ہو گیا ہے، ہر چیز میں ضد، میں کیا کروں اسکا"

وہ باقاعدہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"طبعیت ٹھیک ہے اس کی؟"

نمیرا نے ہادی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

"بخار تو نہیں ہے، میدہ تو اپسیٹ نہیں؟ دانت نکال رہا ہے ناں"

"ڈاکٹر نے جو دوا پرسکرائب کی تھی وہ تو دے رہی ہوں،وومٹ اور موشنز بھی نہیں ہیں، بس تنگ ہو رہا ہے بہت"

سامیہ واقعی پریشان تھی۔

"ارے بڑی باجی کچھ نہیں ہے طبعیت کو، بچہ صاحب کا عادی ہے، باجی سے اکیلا سنبھالا نہیں جارہا بس"

ولایت جو کچن سے نمیرا کی آواز سن کر اسکے لئے پانی لے کر آئی تھی ہاتھ جھلا کر بولی۔

"ولایت بھابھی کے لئے چائے لائیں"

سامیہ نے اسکے بے لاگ تبصرے پر اسے گھور کر دیکھا۔

ویسے ٹھیک کہہ رہی ہے ولایت ، اتنا اٹیچڈ ہے حیدر سے یہ اور اب ماشاللہ سات ماہ کا ہوگیا ہے، تم دونوں میں سے کوئی بھی نظروں کے "

"سامنے نہ ہو تو یہ ریکٹ تو کرے گا ناں

نمیرا نے ولایت کے جانے کے بعد اسکی تائید کی، اس کے منہ پر ہاں میں ہاں ملانے کا مطلب تھا اسے جوتوں سمیت سر پر بٹھانا۔

ثمید نے ماں سے فون لے کر جھٹ حیدر کا نمبر ملایا، وہ بڑا بھائی ہونے کے ناطے ہادی کو چپ کرانا چاہ رہا تھا۔

"چاچو ہادی آپ کو بہت یاد کر رہا ہے، کھچڑی بھی نہیں کھا رہا دیکھیں"

حیدر نے کال اٹھائی تو اسے ہادی اور ثمید سکرین پر دکھائی دیے۔

ہادی کے روئے روئے چہرے پر حیدر کو دیکھ کر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اسنے پر جوش ہو کر دونوں ہاتھ آگے کر کے مٹھیاں کھول بند کر کے اشارے سے اسے بلانا شروع کیا۔

" ارے یہ کب سیکھا اسنے؟"

حیدر اسے یوں بلانے کا اشارہ کرتے دیکھ ہنستے ہوئے حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

ثمید بھی ہادی کی اس حرکت پر کھلکھلا اٹھا۔

ان سب کی ہنسی تب تھمی جب ہادی کے بہت بلانے کے بعد بھی حیدر سکرین سے نکل کر اسکے پاس نہ آیا اور اسنے ہونٹ لٹکا کر رونا شروع کردیا۔

"یاااار، ایسے تو نہیں کرو میں نے سب چھوڑ کر آجانا ہے"

حیدر نے ہادی کو روتا دیکھ تاسف سے کہا۔

سامیہ نے آگے بڑھ کر ہادی کو چئیر سے نکالا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

تم نے بہت برا عادی کیا ہوا ہے اسے اپنا، یہ چپ ہی نہیں ہوتا ہے، کھاتا بھی ٹھیک سے نہیں ہے، مجھے بتاو میں کیا کروں تمھارے بعد "
"اب

وہ بیٹے کو تھپک کر چپ کراتے ہوئے حیدر پر برس پڑی۔

" میرے بعد کیوں؟ میں آجاوں گا چند دن میں، تب تک صرف، تم ممی کی طرف چلی جاو وہاں بہل جائے گا ہادی "

حیدر نے اسے یوں جھنجھلاتے دیکھ مشورہ دیا۔

"حیدر اصل میں ہادی سے زیادہ یہ خود تمھیں مس کر رہی ہے تبھی اتنی چڑچڑی ہو رہی ہے "

نمیرا نے ہانک لگائی۔

نمیرا سکرین پر نظر نہیں آرہی تھی، حیدر اسکی موجودگی سے لاعلم تھا۔ تو کیا سامیہ یوں اسکے سامنے اس پر برہم ہو رہی تھی؟

یہ نئی پیش رفت تھی ، اسے برا نہیں لگا۔

"کیسی ہو نمیرا؟ "

نمیرا کی بات پر سامیہ کا گڑبڑانا دیکھ کر حیدر نے بات بدل دی۔

"میں ٹھیک، تم ویسے بہت سمجھدار ہو، سامیہ سے نہیں پوچھا وہ کیسی ہے ورنہ اسنے یہی فون تمھارے سر پر مارنا تھا "

وہ واقعی اتنی ہی جھنجھلائی ہوئی تھی۔

"سمجھدار تو میں ہوں، فائق تھوڑا ہی ہوں "

حیدر نے اسے چھیڑا، نمیرا سے اسکی اچھی بنتی تھی۔

"حیدر صحیح کہہ رہا ہے تم چند دن گھر آجاو "

فون بند ہوا تو نمیرا نے اسے مشورہ دیا۔

وہ بھی یہی سوچ رہی تھی ورنہ ہادی نے شاید صرف اسکی شکل دیکھ دیکھ کر مزید چڑ جانا تھا۔

#-------------------#

"یار بوڑھا دادا عینک کے بنا کیسے دیکھے گا "

ہادی آمنہ کی گود میں بیٹھا برابر میں موجود احمد کی عینک مسلسل جھپٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

آمنہ ہادی کو دیکھ مسلسل ہنس رہی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ بہت خوش رہتی تھیں۔

سامیہ حیدر کے مشورے کے مطابق چند دن پہلے آئی تھی۔ ہادی یہاں واقعی خوش تھا۔ اسے پچھتاوا ہوا کہ وہ پہلے کیوں نہیں آگئی۔

"حیدر کی واپسی کب ہے؟ "

فائق نے سامیہ سے پوچھا۔

شام کی چائے کا وقت تھا تو سب ہی باغیچے میں جمع تھے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"تیار تھے آنے کے لئے، آج یا کل میں شاید پہنچ جائیں "

سامیہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے جواب دیا۔

"حیدر نے ٹھیک ٹائم نہیں بتایا کیا؟ "

احمد نے بالآخر اخبار رکھ کر عینک ڈبیہ میں ڈالی۔

"اس سے بات نہیں ہوئی میری، مزیئر بتا رہا تھا، اسے ڈیٹیل نہیں پتا تھی "

مزیئر سے اسکی اکثر بات ہو جاتی تھی، سامیہ سے بہت مانوس ہو گیا تھا وہ۔

"حیدر سے بات کیوں نہیں ہوئی؟ "

آمنہ نے بے اختیار پوچھا۔

انہیں اتنے وقت بعد بھی سامیہ اور حیدر میں غیر محسوس سرد سی لاتعلقی کا شک سا گزرتا تھا۔ جو اتنا غلط بھی نہیں تھا۔

"بات ہوئی تھی، واپسی کے متعلق نہیں ہوئی آئی مین "

سامیہ نے آمنہ کی گہری نظروں کو دیکھتے سنبھل کر جواب دیا۔

تبھی لان میں موجود دونوں گھروں کا درمیانی دروازہ کھلا اور وہاں سے حیدر مزیئر کا ہاتھ پکڑے داخل ہوا۔

ارے یہ تو آبھی گئے" نمیرا کی نظر ان پر سب سے پہلے پڑی۔ "

مزیئر ان سب کو وہاں بیٹھا دیکھ حیدر کا ہاتھ چھڑا کر بھاگتا ہوا ان تک آیا تھا۔

سامیہ از دیٹ یو، آئی کانٹ بلیو آئم"

"فائینلی میٹنگ یو (سامیہ کیا یہ تم ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں آخرکار تم سے مل رہا ہوں)

وہ سامیہ کے پاس آکر رکا اور بہت خوشی اور جوش سے کہتے ہوئے اسکے گلے لگ گیا۔

اس کے انداز پر سب ہی ہنس پڑے۔

سامیہ نے بھی اتنی ہی خوشی سے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچا۔

"سامیہ تم سیکرٹلی یو ایس میں کوئی سلیبریٹی تو نہیں ہو؟ "

نمیرا مزیئر کے انداز پر سامیہ سے مصنوعی تفتیش لئے پوچھ رہی تھی۔

سامیہ خود حیران تھی مزیئر کی اس سے ملنے کی ایکسائٹمنٹ پر۔

حیدر مزیئر اور سامیہ کو دیکھتے ہوئے فائق اور احمد سے گلے مل رہا تھا۔

وہ آدھا گھنٹہ پہلے پہنچے تھے، فریش ہو کر مزیئر کو ایک جیم سینڈوچ کھلا کر وہ اسے لے کر یہاں آیا تھا، وہاں بھی وہ مسلسل سامیہ اور ہادی کا پوچھ رہا تھا۔

سامیہ نے سر اٹھایا تو حیدر کو خود کو دیکھتے پایا۔ اسکی نظروں میں وہی نامعلوم غیر آرامدہ سا تاثر تھا جو اسکے مزئیر سے ویڈیو چیٹ پر بات کرنے پر ہوتا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہ کبھی اسکی وجہ نہیں سمجھ پائی تھی۔

#-------------------#

آمنہ کے سامنے پیار لینے کے لئے جھکتے ہوئے اسنے ہادی کو ان سے لے لیا۔
ہادی بھی اسے دیکھ کر کم خوش نہیں تھا، بار بار اسکا چہرہ چھو کر جیسے اسکے ہونے کا یقین کر رہا تھا۔
اسنے اسکے چھوٹے ہوئے گال پر بوسہ دیا۔
حیدر نے بھی اس ننھے سے وجود کو کم یاد نہیں کیا تھا پچھلے چند دنوں میں۔
"یار ہم سے نہیں ملو گے، ہم دادا ہیں تمھارے"
احمد نے مزئیر کو جو سامیہ کی گود میں چڑھا بیٹھا مسلسل بول رہا تھا اپنے پاس بلا کر گلے لگایا۔
"آئی نو یو آر ڈیڈ'ز ڈیڈ (مجھے پتا ہے آپ ڈیڈ کے ڈیڈ ہیں)"
وہ بہت پر اعتماد بچہ تھا۔ اسنے احمد کا چہرہ چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں لے کر انکے گال پر ہونٹ رکھے۔ وہ اتنا دور رہ کر بھی اپنے خاندان کو جانتا تھا۔
"حیدر تمھیں نہیں معلوم اپنے بیٹے کو یوں ہم سب سے اتنا دور رکھنے پر میں دل ہی دل میں تم سے کتنا برہم تھا"
وہ مزیئر کو خود میں بھینچے حیدر سے مخاطب تھے، انہیں اس میں سے اپنے چھوٹے بھائی کی خوشبو آرہی تھی۔
"میں جانتا تھا ڈیڈ"
ڈیڈ کچھ کہتے نہیں تھے تو ایسا نہیں تھا کہ وہ سمجھتا نہیں تھا۔
وہ ہادی کو لئے سامیہ کے برابر موجود خالی کرسی پر آ بیٹھا۔
مزئیر کبھی آمنہ کے پاس رک کر ان سے بات کرتا کبھی فائق اور نمیرا سے، وہ بہت پھرتیلا بچہ تھا ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھ رہا تھا، جیسے وہ کسی ونڈر لینڈ میں آگیا ہو۔
مزیئر اردو سمجھ لیتا تھا۔ حیدر نے شعوری کوشش سے اس کے ساتھ بول بول کر اور اسکے لئے ایسی نینیز (آیا) رکھ کر جنھیں اردو یا ہندی آتی ہو اسے اپنی زبان سکھائی تھی۔
وہ اب حیدر کے پاس کھڑا اسکی گود میں بیٹھے ہادی کے گال کھینچ رہا تھا۔
ہی از مائے برادر ڈیڈ؟ آئی کانٹ بلیو آئی ہیو مائے ویری اون پرسنل برادر، واو!!! (یہ میرا بھائی ہے ڈیڈ؟ مجھے یقین نہیں ہورہا میرے پاس میرا اپنا ذاتی بھائی ہے)"
"
حیدر کے اثبات میں سر ہلانے پر اسنے چیخ کر کہا تھا۔
آئی کانٹ بلیو شاید وہ ہر جملے میں استعمال کرتا تھا۔
فائق کی ہنسی پھر چھوٹی تھی۔ "حیدر تمھارا بیٹا تو پورا ڈرامہ ہے"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

#-------------------#

وہ بہت سا وقت وہاں گزار کر ڈنر کر کے گھر لوٹے تھے۔

مزیئر فلائٹ کی تھکن کے سبب سو چکا تھا، ہادی البتہ جاگ رہا تھا۔

حیدر نے مزیئر کو ہادی کے کمرے میں پلنگ پر لٹایا۔

"بس چند دن مزئیر یہاں رہ لے جب تک اسکے لئے سامنے والا کمرہ سیٹ ہو جائے گا"

گھر کے گراونڈ فلور پر تین کمرے تھے۔ یہ دو کمرے زیر استعمال تھے جبکہ تیسرا جو کوریڈور میں انکے مقابل بنا تھا وہاں حیدر نے اپنا جم کا سامان سیٹ کیا ہوا تھا اسکے علاوہ چند کتابوں کے شلیف تھے۔ وہ مزیئر کے لئے وہی کمرہ سیٹ کرنے کا سوچ رہا تھا۔

سامیہ ہادی کو اٹھائے مزیئر کے لئے کمرے میں تبدیلیاں کرنے کا سوچتے ہوئے جائزہ لے رہی تھی اسکی بات پر چونکی۔

"وہ کمرہ کیوں؟ یہ کمرہ بہت بڑا ہے، دونوں رہ لیں گے اور یہ نذدیک بھی ہے، ہمارے کمرے سے جڑا ہوا"

حیدر نے "ہمارا کمرہ" کہنے پر اسے دیکھا پر وہ کسی اور دھیان میں تھی۔

تم بس مجھے ایک کبرڈ اور لادو، اور ایک شیلف مزیئر کے کھلونوں کے لئے او ہاں اب اسکا اسکول شروع ہوگا تو ایک اسٹڈی ٹیبل بھی چھوٹا سا"

وہ کمرے میں گھومتے ہوئے حیدر کو بتائے سامان کو رکھنے کی موزوں جگہ کا فیصلہ کر رہی تھی۔

"مزیئر کا فیورٹ کارٹون کون سا ہے؟ اور کلر؟"

اسنے حیدر سے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"پاپیٹرول اور یلو، کیوں؟"

"اس دیوار پر اگر کارٹون وال پیپر لگے، پینٹ تو فریش ہے اسکی ضرورت نہیں، اور ہاں پردے، وہ وال پیپر سے میچ آئیں گے"

بولتے بولتے اسکی نظر کھڑکی پر لگے سادہ پردوں پر پڑی تو انھیں بھی بدلنے کا سوچ لیا۔

حیدر کو لگ رہا تھا کہ مزیئر کے یہاں رہنے سے شاید سامیہ ڈسٹرب ہو پر وہ جتنے شوق سے اسکے کے لئے کمرے کو سیٹ کرنے کا سوچ رہی تھی حیدر نے اسے نہیں ٹوکا۔

وہ بہت کم کسی چیز میں یوں دلچسپی لیتی تھی۔

بنا جھجھکے اپنے آپ میں مگن اس سے سوال کرتی ہوئی وہ کتنی اچھی لگ رہی تھی، اسنے کتنے دنوں بعد اسے دیکھا تھا۔

حیدر نے بمشکل اپنی نظریں اسکے چہرے سے ہٹاتے ہوئے خود کو ڈپٹا، اسے کیا ہو گیا تھا۔

سامیہ کو اگر اسکے بدلتے جذبات کا اندازہ ہو جائے تو وہ شاید ایک منٹ یہاں مزید نہیں رہے گی۔ اسکی مرضی کے بنا اسکے چہرے پر نظر جمائے رکھنے والا تو وہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔

دل کتنے غلط وقت پر اسکے ساتھ دھوکا کر رہا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

#-------------------#

وہ بچوں کو سلا کر کمرے میں آیا تو سامیہ کو بیڈ پر کتابوں کے درمیان سوتے ہوئے پایا۔
کل اسکا کوئی ضروری ٹیسٹ تھا وہ ڈنر کے بعد سے پڑھ رہی تھی۔ بچے حیدر کے حوالے تھے۔
ہادی اب بڑا تھا اسکے سونے کی مخصوص روٹین تھی، اسکے دوبارہ دودھ کے لئے جاگنے میں چار گھنٹے تھے۔ اتنی نیند کافی تھی حیدر کے لئے۔
اسنے بہت آہستہ سے سامیہ کے ارد گرد بکھری کتابیں اور نوٹس سمیٹ کر سائڈ ٹیبل پر رکھے سوائے اس ایک کتاب کے جو وہ ہاتھوں کے درمیان پھنسائے اسکا تکیہ بنا کر اسکے اوپر سر رکھے کروٹ کے بل سو رہی تھی، اسکے اوپر کمبل ڈالا اور سامیہ کی طرف کا لیمپ بجھایا۔
اپنی جگہ پر آکر لیٹتے حیدر نے اسے نظر بھر کر دیکھا، امان نے گزرے وقتوں میں کبھی اس سے کہا تھا کہ اسے سامیہ سب سے زیادہ خوبصورت تب لگتی ہے جب وہ ہاتھوں میں کتاب لئے اسکا تکیہ بنا کر سو رہی ہوتی ہے۔
یہ ویسا ہی ایک منظر تھا۔
اور وہ بہت خوبصورت تھا۔
پر وہ امان کی سامیہ تھی۔
امان اب نہیں تھا پر سامیہ کے دل میں اسکے علاوہ کوئی نہیں تھا۔
کوئی کبھی ہو بھی نہیں سکتا تھا شاید۔
وہ اسکی زندگی میں ہر ضروری فرد کے لئے اہم تھی۔ امان، ہادی اور اب مزیئر۔ اور اب اسکے لئے بھی اہم ہو رہی تھی۔
پر یہ سب پیچیدہ تھا ایسا نہیں تھا کہ وہ اسکی طرف ہاتھ بڑھاتا جسے وہ تھام لیتی تو بہت اچھا اور اگر جھٹک دیتی تو بات آئی گئی ہوجاتی۔
یہ سب ان کی موجودہ اکویشن کو تباہ کر سکتا تھا۔ بچے ڈسٹرب ہو جاتے۔ گھر کے ماحول میں تناو در آتا۔
وہ اپنی جذباتیت میں ہر چیز کو داو پر نہیں لگا سکتا تھا۔ اسے کتنی مشکل سے ایک پر سکون گھر اور فیملی نصیب ہوئی تھی۔
ایسی جگہ جہاں وہ واپس آنے کا منتظر رہتا تھا۔ ورنہ پچھلے دس سال وہ مکانوں میں رہا تھا، بے روح اینٹ پتھر سے بنے ہوئے۔
وہ گہری سانس لیتے ہوئے دوسری طرف کروٹ کر کے سونے کے لئے لیٹ گیا۔
یہ اسکے اندر کی کشمکش تھی، اِسے اُسے ہی قابو کرنا تھا۔

#-------------------#

سامیہ کی آنکھ کھلی تو کمرے میں صبح کی روشنی چھن کر آرہی تھی۔
سامنے دیوار پر لگی گھڑی سات بجا رہی تھی۔
وہ رات پڑھتے پڑھتے ہی سو گئی تھی شاید۔
اسنے اپنے اوپر موجود رضائی اور سائڈ ٹیبل پر موجود سمٹی ہوئی کتابیں دیکھیں تو بے اختیار پلنگ کی دوسری طرف دیکھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہاں حیدر اور ہادی موجود تھے۔

حیدر دفتر کے لئے آٹھ بجے تک اٹھتا تھا۔

حیدر کمر کے بل سیدھا لیٹا تھا اور ہادی اسکے سینے پر اوندھا۔ اسکا ایک ہاتھ ہادی کے اوپر تھا اور دوسرا سرہانے پر۔

ہادی کبھی کبھار رات میں اٹھتا تو دوبارہ کاٹ میں سونے پر زد کرتا تھا، رات بھی یہی ہوا ہوگا۔

یہ حیدر اور ہادی کے سونے کا مخصوص انداز تھا۔

وہ بکھرے بال سمیٹ کر اٹھی۔ اسے پہلے کی طرح حیدر کے وہاں سونے پر مسئلہ نہیں ہوتا تھا اب۔

حیدر نے کبھی اتنے عرصے میں اپنے کسی انداز، جملے حتیٰ کہ نظر تک سے اسے غیر آرامدہ محسوس نہیں کرایا تھا۔

وہ اسے لے کر اب پہلے جیسی محتاط نہیں رہی تھی۔

انکے درمیان کا تعلق ہادی تھا اور اب مزیئر۔

وہ مطمئن سی اپنی کتابیں لئے اٹھ گئی، قریب لیٹے شخص کے جذبات سے بے خبر۔

اور دلوں کے حالات تو ایک ہی ذات جانتی ہے، انسان ظاہر نہ کرے تو دنیا والوں سے یہ تا قیامت چھپے رہ سکتے ہیں۔

#-------------------#

سامیہ ہاتھ میں کچھ پکڑے اسکے ساتھ صوفے پر آکر بیٹھی تو حیدر نے ٹی وی بند کر دیا۔ فٹبال میچ ختم ہو چکا تھا، انعامات تقسیم ہو رہے تھے۔

اسکے پسندیدہ کلب کو شکست ہوئی تھی۔

سامیہ نے ضرور کچھ ضروری بات کرنی تھی۔ وہ اسکی طرف سیدھا ہوکر بیٹھتا متوجہ ہوا۔

"میں آج کچھ سکول دیکھ کر آئی ہوں مزیئر کے لئے، یہ انکے بروشرز ہیں، ثمید کا سکول بھی اچھا ہے، پر آئے تھاٹ ہمیں باقی آپشنز بھی دیکھنے چاہیے"

اسنے ہاتھ میں پکڑے بروشر حیدر کی طرف بڑھائے۔

"کیوں؟"

حیدر نے اسکے بڑھے ہاتھ کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

اسے یہ سب اب واقعی کھٹک رہا تھا، پندرہ دن کے مختصر عرصے میں مزیئر اسے سامیہ سے مما بلانے لگ گیا تھا۔ وہ جس قدر اور جتنی جلدی سامیہ سے اٹیچڈ ہوگیا تھا اس نے حیدر کو بہت بے چین کر دیا تھا۔

کیا وہ ماں کی غیر موجودگی میں یوں باقیوں میں اپنے رشتے ڈھونڈتا رہے گا؟

"اسکی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے، اکیڈیمک ائیر ضائع نہ ہو جائے اسکا"

اس میں کیوں والی کیا بات تھی؟ سامیہ نے سوچا۔

"میں خود دیکھ لیتا تمھیں جانے کی ضرورت نہیں تھی"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر کا لہجہ ٹھہرا ہوا پر دوٹوک تھا۔

"تو میں چلی گئی کیا فرق پڑتا ہے؟ "

سامیہ اسکے لہجے کی سنجیدگی نہیں بھانپ پائی۔

"پڑتا ہے فرق، وہ تمھاری ذمہ داری نہیں ہے "

بہت ہوگیا تھا اب، اسے نے سامیہ سے سیدھا بات کرنے کی ٹھانی۔

"میں اس کے لئے نینی دیکھ رہا ہوں چند دن مزید صرف اور باقی سب میں دیکھ لوں گا، تمھیں کچھ بھی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے "

"نینی کیوں؟"

وہ نینی کے آگے والی بات سن ہی نہیں پائی۔

"میرے آفس سے آنے تک اسکی دیکھ بھال کے لئے "

یہ گفتگو اب مشکل ہورہی تھی۔

" جب اسے نینیز کے آسرے ہی رہنا تھا تو تم اسے یہاں لائے ہی کیوں، اچھی نینیز تو ملیسہ بھی افورڈ کر ہی سکتی تھی "

سامیہ کی آواز معمول سے تیز ہوئی۔

"وہ بروکن فیملی کا بچہ ہے اسے ایسے ہی رہنا ہے، تم اسکی وہ عادتیں مت بگاڑو جو دوبارہ ڈالتے اسے اذیت ہو "

اب کہ حیدر بھی جھنجھلایا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا تم یہ سب کیوں کہہ رہے ہو؟ "

ایسی کون سی عادتیں خراب کی تھیں اسنے مزیئر کی؟

اور مجھے سمجھ نہیں آرہا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو، اور کب تک کرو گی، اور جب تمھارا ہمدردی اور لگاو کا عارضی بخار اترے گا اور جب تم "

"اس سے بور ہو جاو گی تو میں اپنے بیٹے کا ٹوٹا دل اور شخصیت کیسے جوڑوں گا؟

حیدر نے بات مکمل کرکے لب بھینچے اسے اپنے الفاظ کی تلخی کا احساس ہوا پر اب دیر ہوچکی تھی۔

سامیہ کے چہرے پر شاک کا تاثر ابھرا، اسے یقین نہیں آیا حیدر نے اسے یہ سب کہا ہے۔

تمھیں میں ایسی لگتی ہوں؟، اور میں نے اپنے بیٹے کو لے کر تم پر اتنا بھروسہ کر لیا، میں نے تو یہ سب سوچا ہی نہیں، سوچنا چاہیے تھا، "

"خیر دیر اب بھی نہیں ہوئی ہے۔

وہ تلخ سا ہنسی تھی جیسے اپنی حماقت پر ہنس رہی ہو۔ اسے دکھ پہنچا تھا حیدر کی بات سے۔

ہادی کو درمیان میں مت لاو، وہ معاملہ الگ ہے میں نے یہ کمٹمنٹ اسکے لئے کی تھی، لیکن تب مزیئر کہیں نہیں تھا، میں تو وثوق سے " تب یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے اسکے ساتھ رہنے کا کبھی موقع ملے گا بھی یا نہیں، میں تم پر اس ذمہ داری کا بوجھ صرف اس لئے نہیں ڈالنا چاہتا کہ تم نے مجھ سے شادی کی ہے، دس از ناٹ وٹ یو سائینڈ اپ فار (this is not what you signed up for)"

سامیہ کا بات ہادی کی طرف لے جانا اسے بہت برا لگا۔

"تمھیں لگتا ہے وہ میرے لئے بوجھ ہے؟ ذمہ داری ہے؟ اتنے معصوم سے بچے کے لئے ایسے بھاری الفاظ، وہ مجھے اتنا پیارا ہے۔۔۔ "

حیدر نے اسکی بات کاٹی۔

"میں نہیں سمجھ پارہا کہ تمھیں یہ محبت اس سے اتنی جلدی کیسے اور کیوں ہوئی ہے "

"تمھیں کیوں ہے ہادی سے محبت؟ میں نے کبھی سوال کیا؟ "

سامیہ نے دوبدو جرح کی۔

"میرا ہادی سے خون کا رشتہ ہے، امان کا بیٹا ہے وہ، ڈونٹ ٹیل می تمھیں میری محبت میں میرا بیٹا پیارا ہے"

آخر میں اسکا جملہ خاصا مذاق اڑاتا ہوا سا تھا۔

فائن تمھارا بیٹا ہے تمھاری مرضی، پر مجھ سے امید مت رکھو کہ میں ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے مزمل اور ہادی میں فرق کروں گی، تم ایسا "

"نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے میں چلی جاوں گی ہادی کو لے کر یہاں سے

اسے غصے میں بات کرتے ہوئے رونا آجاتا تھا، اس سے زیادہ وہ بولتی تو اسکی آواز بھاری ہوجاتی۔

یہ بدلا تھا حیدر ان دس گیارہ سالوں میں؟ جسکا امان اتنا ذکر کرتا تھا۔ وہی خود کو ایک خول میں بند رکھنے کی کوشش، وہی دوسروں کو لے کر ٹرسٹ ایشوز، وہی طنزیہ جملے اور وہی لہجے کی کاٹ۔

یہ وجہ تھی اسکی ان غیر آرامدہ نظروں کی جو وہ اس پر مزمل سے بات کرنے پر ڈالتا تھا۔

اسے اتنے ماہ ساتھ رہنے کے بعد آج پرانا حیدر دکھائی دیا تھا۔

وہ بدلا نہیں تھا اسے بس خود کو چھپانا آگیا تھا۔ اپنی شخصیت پر پرتیں چڑھانی آگئی تھیں۔

وہ ٹھیک مشکوک تھی اسے لے کر، یہ آج حیدر نے ثابت کر دیا تھا۔

وہ بروشر کافی ٹیبل پر پٹختے وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔

حیدر نے اسکے آخری جملوں میں نمی کی معمولی سی آمیزش محسوس کی۔ وہ اسے افسوس سے جاتا دیکھ رہا تھا۔

اسے دکھ پہنچانا تو اس کا مقصد ہر گز نہیں تھا پر وہ اپنے خدشات کا کیا کرتا۔

یہ سب وہ بہت سوچ سمجھ کر ٹھیک الفاظ میں کہنا چاہتا تھا، پر سامیہ کا یوں مزمل کے لئے سکول ڈھونڈنا۔

وہ خود پر قابو نہیں رکھ پایا۔

بات بگڑ گئی تھی۔

یہ انکا پہلا باقاعدہ جھگڑا تھا۔ اور حیدر اسکے ختم ہونے سے پہلے ہی پچھتا رہا تھا۔

#------------------#

سامیہ گھر سے نہیں گئی تھی، حیدر کے لئے یہی بڑی بات تھی ورنہ اگر وہ ہادی کو لے کر چلی بھی جاتی تو وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ہاں اسنے حیدر سے بول چال بند کر رکھی تھی، وہ جہاں موجود ہوتا وہ خاموشی سے وہ جگہ چھوڑ جاتی۔
ڈائنگ ٹیبل پر ناشتہ کرنے وہ حیدر کے آفس جانے کے بعد آتی۔ وہ آفس سے واپس آتا تو وہ یا یونیورسٹی چلی جاتی یا پھر بچوں کو لے کر آمنہ کی طرف، ڈنر یا وہیں کر کے آتی یا پھر کمرے میں لے جاتی تھی۔
پڑھنے بھی اب وہ اسکے کمرے میں نہیں آتی تھی۔لاونج میں بیٹھ کر پڑھ لیتی یا تیسرے کمرے میں موجود صوفے پر۔
اس کی غیر موجودگی میں شاید انکی مشترکہ وارڈ روب سے وہ اپنا ضرورت کا سامان لے گئی تھی، کیونکہ اسنے اسکے کمرے میں آنا بلکل ہی چھوڑ رکھا تھا۔
حیدر نے ایک دو دفعہ بات کرنے کی کوشش کی جسے اسنے "اب بھی کچھ رہ گیا ہے کہنے کو" کہہ کر جھٹک دیا۔
اسکا پچھتاوا حد سے سوا تب ہوا جب اسنے سامیہ کو مزمل کو یہ سمجھاتے سنا کہ وہ اسے مما کے بجائے سامیہ ہی بلایا کرے۔
کا کوئی بھی جواب نہ دے سکنے پر وہ اسکے گلے لگ کر رو پڑی۔ "اور مزمل کے "کیوں" اور "پلیز
ہے ڈونٹ کرائے پلیز، آئے ول کال یوں وٹ ایور یو وانٹ، اٹ ڈزنٹ میٹر، یو ول ریمین مائے مما اینی ویز (آپ روئیں مت پلیز، اپ جو "
"کہیں گی میں آپ کو وہی بلاوں گا، اس سے فرق نہیں پڑتا، آپ رہیں گی تو میری مما ہی۔
مزمل اسے تسلی دیتے ہوئے اسکا کندھا تھپکتا تو کبھی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اسکے چہرے پر موجود آنسو صاف کرتا۔
وہ خاموشی سے پلٹ آیا۔
وہ مزمل کو لے کر پریکٹکل ہو کر سوچنا چاہتا تھا۔ وہ پہلے سے ہی ایک مشکل بچپن گزار رہا تھا، اوروں سے بہت امیدیں پال لینا اور انھیں ٹوٹتا دیکھنا اسکے ذہن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا تھا۔
اسے واقعی سمجھ نہیں آیا تھا کہ سامیہ جو اسے بھی خاص پسند نہیں کرتی تھی اسکے بیٹے کے لئے اس کے پاس اتنی محبت کہاں سے آئی تھی۔
لیکن یہاں وہ غلطی کر گیا تھا محبت پر انسان کا بس کب چلتا ہے وہ بھی تو کر بیٹھا تھا نا چاہتے ہوئے سامیہ سے۔ جب اسکے پاس اپنے جذبات کے لئے کوئی منتطقی جواز نہیں تھا تو وہ سامیہ سے کیوں مانگ رہا تھا۔
اسکے غیر جذباتی ہوکر سوچنے نے سامیہ کے جذبات کو واقعتاً ٹھیس پہنچائی تھی۔

#-----------------#

وہ اسکے قریب بہت آہستہ سے اس صوفہ کم بیڈ پر آکر بیٹھا جہاں سامیہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے ہینڈز فری لگائے کوئی لیکچر سن رہی تھی۔
وہ تبھی دروازہ کھلنا اور اسکا کمرے میں آنا نوٹ نہیں کر پائی تھی۔
اسے بیٹھتے دیکھ سامیہ نے ہینڈز فری اتارے، اس سے پہلے وہ اپنی کتابیں، لیپ ٹاپ سمیٹ کر وہاں سے اٹھتی۔ حیدر نے اپنا سر صوفے پر پیچھے کی طرف ڈھلکا کر بولنا شروع کردیا۔
وہ اسکی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

میں بہت لاڈلا تھا اماں ابا کا۔ میری فائق سے دوستی نہیں تھی، امان چار سال چھوٹا تھا۔مجھے اس سے بات کرنا بھی اپنی بے عزتی محسوس " ہوتی تھی۔ اسکول میں بھی میری کسی سے نہیں بنتی تھی، میرا کوئی دوست نہیں تھا۔ ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ابا میرے ساتھ ہر وہ گیم کھیلتے تھے جو میں کھیلنا چاہوں، اماں کے ہوتے مجھے دل کی بات کرنے کے لئے ادھر ادھر نہیں دیکھنا پڑتا تھا۔ ڈیڈ کا گھر اتنا نذدیک "تھا میں وہاں تک نہیں جاتا تھا۔ یہ گھر میری پوری دنیا تھا

اسنے شہادت کی انگلی گول گھما کر اشارہ کیا۔

اور پھر اچانک اماں ابا چلے گئے۔ ایک دن پہلے وہ میرے ساتھ تھے، اور اگلے دن میں تھا اور وہ نہیں تھے۔ انکے جانے کے بعد مجھے اندازہ " ہوا کہ میں ان پر کس قدر منحصر تھا۔ماں باپ کے رشتے کے علاوہ بھی میرا ہر رشتہ ہر تعلق وہی تھے جیسے۔ محض دو لوگوں کے چلے جانے سے دنیا کیسے خالی ہو جاتی ہے میں جانتا ہوں۔ میرا ٹراما بڑا تھا۔ لیکن میں نے اس سے بہت غلط طریقے سے کوپ کیا۔ بجائے یہ سمجھنے کے کہ مجھے دوست بنانے چاہیے، باہر کی دنیا کو اندر آنے دینا چاہیے، میں نے اپنی ذات کے دروازے بہت زور سے بند کر لیے۔ اپنے حالات سے یہ اخذ کر لیا کہ جتنا آپ لوگوں کو اپنی زندگی اور دل میں جگہ دیتے ہیں، جتنا آپ ان پر جذباتی سہارے کے لئے منحصر ہوتے ہیں آپ اتنی ہی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ آئے واز لکی، ڈیڈ نے مجھے اکیلا نہیں رہنے دیا۔ مجھے ممی ڈیڈ سے بہت محبت ہے، آئے ریسپیکٹ دیم ایمنسلی، پر میں ان سے اب بھی کبھی کھل کر کوئی بات نہیں کر پاتا، میری ان سے دوستی نہیں ہے جیسی اماں ابا سے تھی۔ صرف امان تھا جو میرے بہت جھڑکنے، بہت منع کرنے کے باوجود میرا بنایا خول توڑ کر اندر آگیا۔ اسنے اپنی جگہ خود بنائی۔ اسے میری روڈنس، میری بدتمیزیوں سے فرق ہی "نہیں پڑتا تھا۔

سامیہ اسے سن رہی تھی، وہ اٹھ کر جا نہیں پائی، وہ خودکلامی کے سے انداز میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ کر کہے جا رہا تھا۔

میں اب جانتا ہوں کہ میری اپروچ غلط تھی، پر کسی چیز کو غلط ماننا اور اس کی جڑیں دل و دماغ سے مکمل طور پر نکال باہر پھینکنا دو الگ " چیزیں ہیں۔ امان کے علاوہ میرا کوئی قابل ذکر دوست نہیں رہا کبھی۔ مجھے انسانوں کو لے کر اب بھی ٹرسٹ ایشوز ہیں۔ یہ سب اب شاید میری پرسنالٹی کا حصہ ہے۔ مزیئر جیسے تم سے اٹیچڈ ہو گیا ہے میں اوور پروٹکٹو ہو گیا تھا اسے لے کر۔ مجھے ڈر ہے کہ اسے یہ جذباتی وابستگیاں تکلیف دیں گی۔ پر میرا بیٹا مجھ سے زیادہ ایموشنلی انٹلیجنٹ "emotionally intelligent" ہے، ہی از ناٹ افریڈ اف اوپننگ آپ (he is not afraid of opening up)۔ میں غلط تھا، مجھے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔ "

اسنے گردن گھما کر سامیہ کو دیکھا۔

"آئے ایم سوری "

اسنے شاید اتنا بڑا مکالمہ بہت عرصے سے کسی سے نہیں بولا تھا۔

وہ الفاظ کا محدود استعمال کرنے والوں میں سے تھا۔

"تم تو معافی نہیں مانگتے "

"ہوں؟"

اسکے اتنے طویل جملوں کے جواب میں سامیہ نے بڑی عجیب بات کی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"امان کہتا تھا یو نیور اپالوجائز (تم کبھی معذرت نہیں کرتے) "

سامیہ کا غصہ رفع ہو چکا تھا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ حیدر جیسے بندے کے لئے اپنا آپ کھولنا کس قدر کٹھن ہو سکتا ہے۔

اگر وہ اسکا دل اپنی طرف سے صاف کرنے کے لئے یہ کر سکتا تھا تو سامیہ بھی اس کے کہے چند جملے بھول سکتی تھی۔

وہ ماحول کا بوجھل پن زائل کرنا چاہ رہی تھی۔

"ہاں، میری ایک بری عادت یہ بھی ہے"

اسنے برملا قبول کیا تھا۔

وہ مسکرایا۔

سامیہ اس سے بات کر رہی تھی۔

سب ٹھیک تھا۔

"تو پھر مجھ سے کیوں کر رہے ہو؟"

کیسا مشکل سوال کیا تھا سامیہ نے۔

وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس لئے کیونکہ اس کی ناراضگی اسے بری طرح بے چین کئے ہوئے تھی یا یہ کہ اسے منانے کو وہ یہ ایک معافی سو دفعہ بھی مانگ سکتا ہے۔

"بی کاز آئے میڈ یو کرائے (کیونکہ میں نے تمھیں رلایا) "

وہ صرف یہی جواب دے سکتا تھا فلحال۔

"میں تو نہیں روئی "

وہ صاف مکری۔

"میرے سامنے نہیں روئی "

حیدر نے تصحیح کی۔

"کافی پیو گی؟ "

اسنے نے بات بدلی۔

"تم پہلے نہیں پوچھتے تھے کافی بنانے سے پہلے "

سامیہ کہہ نہیں پائی کہ اسنے گذشتہ ایک ہفتے اسکے ہاتھ کی بنی کافی کو کتنا یاد کیا تھا۔

چلو اٹھو اپنی چیزیں سمیٹو اور اپنی جگہ پر بیٹھ ,(I am trying to behave my self) آئے ایم ٹرائنگ ٹو بے ہیو مائے سیلف "

"کر پڑھو، میں کافی لاتا ہوں

حیدر آس پاس بکھرے چند کاغذ سمیٹ کر اسے پکڑاتے اٹھ گیا۔

اس ایک جھگڑے نے انکے درمیان تکلف کی برف پگھلائی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہ ساتھ رہ رہے تھے۔ اجنبی بن کر رہیں ضروری تو نہیں تھا، وہ دوست بن کر بھی رہ سکتے تھے۔
امان ہمیشہ کہتا تھا کہ اسے حیدر کو ایک موقع دینا چاہئے۔
ان دونوں کے درمیان دوستی امان کی دیرینہ خواہش تھی جس میں تب نہ سامیہ کو دلچسپی تھی اور نہ حیدر کو۔
وہ یہ موقع حیدر کو اب دینا چاہ رہی تھی۔ اسنے خود کو ان گزرے چند ماہ میں اس موقع کا اہل ثابت کیا تھا۔

#-----------------#

سامیہ آمنہ کے پیروں کے پاس زمین پر آلتی پالتی مارے کوئی کتاب کھولے بیٹھی تھی۔
آمنہ نے مالش کے ارادے سے اسکے بال کھول رکھے تھے اور تیل لگانے سے پہلے وہ اسکے بالوں میں برش کر رہی تھیں۔
ہادی اور مزیئر بھی قریب ہی بیٹھے کھلونوں کے ساتھ مصروف تھے۔
صبح گیارہ بجے کا وقت تھا۔ حیدر آفس گیا ہوا تھا۔
لاونج میں اس وقت صحن میں کھلتی کھڑکیوں سے خوبصورت سی دھوپ اندر آرہی تھی۔
آمنہ بہت محبت سے سامیہ کے بالوں میں دھیمے ہاتھوں سے برش پھیر رہی تھیں۔
سامیہ اور امان پلے گرپ سے ساتھ تھے۔
امان اسکول سے واپس آکر سارا وقت سامیہ سامیہ کیا کرتا تھا۔ امان ہی نے انہیں پیرنٹ ٹیچر میٹنگ پر بہت اصرار سے سامیہ اور صالحہ (سامیہ کی مما) سے ملوایا تھا۔
وہ لوگ چند ماہ پہلے ہی انکے محلے میں شفٹ ہوئے تھے۔
بچوں کی دوستی نے انکی دوستی کی بنیاد رکھی۔
صالحہ ایک پرتشدد اور مشکل شادی نبھا رہی تھیں۔ وہ محلے والوں سے میل جول میں محتاط رہتی تھیں پر آمنہ کا اپنائیت لیے بڑھا ہاتھ نہیں جھٹک پائیں۔
طلاق کے بعد بھی وہ ماں بیٹی یہاں سے قریب ہی ایک اپارٹمنٹ کامپلیکس میں شفٹ ہوگئی تھیں۔
سامیہ کو رنگ برنگی فراکیں پہنے سلیقے سے گندھے بالوں میں معصوم سی سمجھداری اور ذمہ داری لئے میٹھی باتیں کرتے دیکھ ہی آمنہ کے دل میں بیٹی کی خواہش نے زور پکڑا تھا۔
ان کی خواہش پوری نہیں ہوئی، اللہ نے انہیں سامیہ جیسی بیٹی کے بجائے خود سامیہ جو دینی تھی۔
انھوں نے جھک کر اس کے بالوں پر لب رکھے۔
جس پر سامیہ نے سر پیچھے کر کے انھیں مسکرا کر دیکھا۔
وہ آج اسکی ماں بن کر ہی آئی تھیں۔
"تم نے آخری مرتبہ شاپنگ کب کی تھی؟"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

انہوں نے اسکے بالوں میں ہاتھ چلاتے سوال کیا۔

"ابھی سیزن کے شروع میں، کیوں؟ "

انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا انہیں سیزنل کپڑوں میں سے ایک اس وقت بھی اسنے پہن رکھا تھا۔ کالی لان کی کھلی شلوار کے ساتھ شارٹ کرتا نما مسٹرڈ اور سیاہ پرنٹ میں فراک۔

ہلکے، بے جان رنگ، طرز لباس میں بے پرواہی۔

"یہ گھر کے کپڑے نہیں کہہ رہی میں، تم پہلے کتنے شوق سے پہنتی اوڑھتی تھیں، ہر رنگ، ہر سٹائل "

آمنہ اب تیل کی شیشی کھول کر ہتھیلی میں تیل انڈیل رہی تھیں۔

"وہ سب تو اماں کے شوق تھی ممی "

وہ کتاب میں سر دیے اداسی سے دھیما سا مسکرائی۔

آمنہ اس کی بات پر چند لمحے چپ ہوئیں۔

"پھر حیدر کا کیا قصور ہے؟ "

"جی؟"

وہ سمجھی نہیں اور جب سمجھی تو اچھا بھلا گڑبڑائی۔

"اوہ، حیدر کو فرق نہیں پڑتا ممی اس سب سے "

اس سے زیادہ ڈھنگ کا جواب وہ نہیں سوچ پائی۔

آمنہ پھر خاموش ہوگئیں۔ سامیہ نے سکھ کا سانس لیا۔

حیدر کا پسندیدہ رنگ کون سا ہے سامیہ؟" بہت اچانک انہوں نے پھر سوال کیا۔"

اسے جواب نہیں پتا تھا۔

"سیاہ "

اسنے تکا لگایا۔

جیسا وہ تھا اسے سیاہ ہی پسند ہوگا۔

جس قدر وہ اپنی پسند نا پسند خود تک محدود رکھتا تھا۔ سامیہ کو امید تھی کہ آمنہ کو بھی نہیں پتا ہوگا۔

"تبھی تم یہ رنگ زیادہ پہنتی ہو؟ "

سوال سادہ مگر گہرا تھا۔

"جی۔"

غلط بیانی کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔

"اسے سفید پسند ہے۔ "

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

بھیگے ہوئے جوتے کی طرح اسے آمنہ کا ٹھہرا ہوا جملہ لگا۔

!اف

"پتا نہیں ممی مجھے بلیک بتایا تھا اسنے "

اسے سخت شرمندگی ہو رہی تھی یوں جھوٹ پر جھوٹ بولتے۔

"ہوں۔"

"تم لوگ کبھی کسی آوٹنگ پہ بھی نہیں جاتے، ایسے کیسے چلے گا؟ "

انھوں نے ایک اور نکتہ اٹھایا۔

"جاتے تو ہیں ممی، ابھی پرسوں ہی تو گئے تھے "

یہاں اسکے پاس جواب تھا۔

"پلے لینڈ، بچوں کے ساتھ، میں تم دونوں کے جانے کی بات کر رہی ہوں صرف "

آمنہ نے جیسے اسکی لاپرواہی پر افسوس کیا۔

"اکیلے جا کر کیا کریں گے۔۔ "

وہ روانی میں سر جھٹکتے آمنہ کے سامنے کہہ گئی پر احساس ہوتے ہی زبان دانتوں تلے دبالی۔

بہت ہی غلط جملہ تھا یہ۔

شکر وہ آمنہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھی تھی اور وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھیں۔

"کیا کرتے ہیں اکیلے جاکر؟ایک دوسرے کو وقت دیتے ہیں، ایک دوسرے کی سنتے سناتے ہیں"

آمنہ کو یقین نہیں آیا کہ سامیہ نے ایسی احمقانہ بات کی ہے۔

"ہم بچوں کے ساتھ زیادہ انجوائے کرتے ہیں، ہم دونوں کو ہی انکے بنا مزہ نہیں آئے گا"

ایک کمزور سی دفاعی دلیل اسنے پھر دی۔

ہوگے تم دونوں بہت اچھے ماں باپ، پر تم لوگوں کی نئی شادی ہے ابھی ایک دوسرے کو وقت نہیں دوگے، اپنے رشتے پر کام نہیں کرو "

"گے تو آگے جاکر کیا کرو گے۔

نئی شادی، رشتہ۔۔ دنیا کے سامنے بھی کیسے کیسے بھرم رکھنے پڑتے ہیں۔

"ممی ہم خوش ہیں، مطمعین ہیں "

"خوش کا تو پتا نہیں پر اس سمجھوتے پر مطمعین ضرور ہو "

آمنہ نے ایک جملے میں دریا کو کوزے میں بند کیا۔

سامیہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"حیدر امان نہیں ہے"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

یہ ممی اسے بتا رہی تھیں؟ اس

سے زیادہ کون جانتا تھا کہ حیدر امان نہیں ہے۔

وہ تمھارا اتنا پرانا دوست تھا۔ تم سے ضد کر کے اپنی منوا لیتا تھا، ذرا سا منہ بنا کر تمھاری مان لیتا تھا۔ تم دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھے " سے جانتے تھے۔ بنا کہے ایک دوسرے کو سمجھ سکتے تھے۔ وہ تعلق جتنا مضبوط تھا یہ رشتہ اتنا ہی نازک ہے۔ حیدر تمھارا دوست نہیں ہے، وہ تمھیں نہیں جانتا۔ وہ اپنی خواہشیں تم پر کبھی نہیں لادے گا۔ وہ شخصی آزادی کا قائل ہے، وہ کچھ کہتا نہیں ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ اسے فرق ہی نہیں پڑتا۔ فرق سب کو پڑتا ہے بچے۔ کچھ ذمہ داری تمھاری بھی تو ہے۔ اور کچھ باتیں تو اتنی سادہ اور سیدھی ہوتی ہیں کہ لگلے کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ میں تم تینوں کی ماں ہوں ایک کا دکھ مناتے ہوئے دوسرے کے ساتھ زیادتی ہوتے نہیں دیکھ سکتی "اور نہ تیسرے کو اپنی لاپرواہی، اپنے غم میں ڈوبے رہنے کے سبب زندگی کے سب رنگ کھوتے دیکھ سکتی ہوں

آمنہ اب ہلکے ہاتھوں سے چمپی کے بعد اسکی چوٹی گوندھ رہی تھیں۔

وہ نہیں جانتیں تھی کہ حیدر سامیہ سے اپنی پسند ناپسند کا خیال رکھنے کی توقع اسلئے نہیں کرتا کیونکہ اسے فرق نہیں پڑتا یا وہ شخصی آزادی کا قائل ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ ایسا کوئی حق سامیہ نے اسے کبھی دیا ہی نہیں۔

وہ ممی کی بات پر سمجھنے کی اداکاری کرتے ہوئے محض سر ہی ہلا سکتی تھی۔

#------------------#

مزیئر کا سکول میں داخلہ ہوگیا تھا۔

حیدر نے ان اسکولوں میں سے ہی ایک کو چنا جن کے بروشرز سامیہ لائی تھی۔

پیر سے اسنے باقاعدہ اسکول جانا شروع کرنا تھا۔

اسی متعلق ضرورت کی شاپنگ کرنے وہ مال آئے ہوئے تھے۔

حیدر ہادی کی ٹرالی اور شاپنگ بیگ تھامے ہوئے سامیہ کے برابر چل رہا تھا اور مزیئر دو چھوٹے سے بیگ ہاتھ میں لئے انکے آگے آگے۔

اس کے لئے نئے اسکول کی شاپنگ کا تصور ہی خوشکن تھا۔

وہ مسلسل چہک رہا تھا۔

سامیہ کی بہت کوشش کے باوجود وہ اسکی انگلی نہیں تھام رہا تھا۔ وہ مسلسل اس پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

مزیئر یہ بیگز مجھے دے دو" سامیہ نے ایک بار پھر اسے بلایا۔"

"اٹھانے دو اسے،اسی کا سامان ہے "

حیدر نے آہستہ سے اسے ٹوکا۔

سامیہ خاموشی سے اسکا مزیئر کے ساتھ یہ برتاو نوٹ کر رہی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

بچے سے سامان کون اٹھواتا ہے؟

سب سامان مکمل تھا وہ بس باہر نکلنے لگے تھے جب سامیہ کو مال کے خارجی دروازے کے پاس ایک خواتین کے ملبوسات کا مشہور آوٹ لٹ نظر آیا۔

اسے کچھ دن قبل ممی کی کی گئی باتیں یاد آئیں۔ اگر آمنہ ایسے مطمعین ہو سکتی تھیں تو یوں ہی سہی۔

انکا دل کمزور تھا۔

سامیہ اگر کسی بھی طرح انکی کوئی فکر ختم کر سکتی تو وہ یہ کرنے کو تیار تھی۔

یوں بھی اگلے ہفتے نمیرا نے اپنے ڈنمارک سے آئے بھائی بھابھی کو بلایا تھا گھر پر۔ اسکے پاس اس موقع پر پہننے کے لئے کچھ بھی قابل ذکر نہیں تھا۔

"ایک منٹ، مجھے کچھ خریدنا ہے"

وہ عین بوتیک کے دروازے پر رکی۔

"سب لے تو لیا ہے"

حیدر سمجھا وہ مزیئر کے لئے مزید کچھ لینے کی بات کر رہی ہے۔

سامیہ نے ایک خاموش نظر سے اسے دیکھا۔

اور ممی کہتی تھیں اسے فرق پڑتا ہے۔

سامیہ پورے وثوق سے کہہ سکتی تھی کہ اس وقت جب وہ اسکے سامنے کھڑی تھی کوئی آکر حیدر سے پوچھتا کہ اسنے کون سا رنگ پہنا ہوا ہے وہ نہیں بتا پاتا۔

کچھ عرصے پہلے تک وہ واقعی نہیں بتا پاتا۔

اسے واقعی فرق نہیں پڑتا تھا۔

پر اب وہ اداکاری کرتا تھا۔ یہ سامیہ نہیں جانتی تھی۔

وہ ایک اچھا اداکار تھا۔

سامیہ کو اس پر ایک دم ہی غصہ آیا۔

اور پھر خود پر کہ یہی تو وہ چاہتی تھی کہ اسے فرق نہ پڑے تو پھر غصہ کیسا۔

"اپنے لئے کچھ شاپنگ کرنی ہے مجھے"

سامیہ نے بوتیک کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ، شیور"

یہ پہلی دفعہ ہوا تھا۔ اس سے پہلے کبھی سامیہ نے اسکے ساتھ اپنے لئے کچھ نہیں خریدا تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ خریداری کرتی بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ گنتی کے چند سوٹ ہی دہراتی رہتی تھی۔

https://qissakahani.blogpk.wordpress.com/

یہ اسکی پرسنل سپیس تھی، وہ کوئی بھی رائے رکھنے والا کون ہوتا تھا۔

"ٹیک یور ٹائم، ہم یہیں ہیں"

وہ دونوں بچوں کو لے کر بوتیک کے درمیان موجود صوفوں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

سامیہ کپڑوں کے ریکس کی طرف بڑھ گئی۔

#------------------#

وہ تین چار سوٹ پسند کر چکی تھی جب کسی نے اسکا نام پکارا۔

وہ مڑی تو اپنی ہی ہم عمر ایک فربہی مائل گھنگھریالے بالوں والی لڑکی کو خود کو مسکرا کر دیکھتے کھڑے پایا۔

"سامیہ کیسی ہو؟ تم نے نہیں پہچانا مجھے، میں غریدہ، سیم سکول سکستھ ٹو او لیولز کلاس فیلوز تھے ہم؟"

سامیہ کو غیر شناسائی کا تاثر لئے دیکھ کر اسنے اپنا تعارف کرایا۔

تعارف کے بعد اب اسے سامنے کھڑی عورت میں کم سن دبلی پتلی غریدہ نظر آئی۔

وہ چار سال تک ہم جماعت رہے تھے پھر اسکی فیملی شہر چھوڑ کر چلی گئی۔

غریدہ نے اسکے چہرے پر شناسائی کی رمق دیکھتے ہی اسے گلے لگایا۔

"کیسی ہو؟ لاہور میں کیسے؟"

سامیہ نے مسکرا کر اس سے الگ ہوتے پوچھا۔

بالکل ٹھیک، یار پہلے بابا کی ٹرانسفر کی وجہ سے آئے تھے، اب میاں صاحب کی، دو ماہ پہلے شفٹ ہوئے ہیں۔ یہاں تو میں کسی کو جانتی "بھی نہیں میں اتنی خوش ہوں کہ تم مل گئی، تم بتاو کیا ہو رہا ہے آج کل؟

"پڑھائی، ماسٹرز کر رہی ہوں۔ ریسنٹلی ایڈمیشن لیا ہے"

سامیہ کو اس کے علاوہ کوئی جواب نہ سوجھا۔

"اُف تم اب تک پڑھ رہی ہو، میں نے تو بی ایس کرتے ہی شادی کر لی، تم اب بھی وہی ہو کلاس ٹاپر سامیہ منان"

غریدہ کو پرانی باتیں یاد کر کے مزہ آرہا تھا۔

"ایم بی اے کے بعد تین سال بریک لیا تھا، اب پھر سوچا ماسٹرز۔۔"

اب ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ مسلسل پڑھ ہی رہی تھی۔ بی ایس کے ایک سال بعد ایم بی اے کیا تھا اسنے اور پھر تین سال بعد اب ماسٹرز، پر مما مما کرتے مزمل نے ہنستے ہوئے اس تک آکر اسکی بعد پوری ہونے نہیں دی۔

"(Mama look Haadi is climbing over baba) مما لک ہادی از کلائمبگ اوور بابا"

وہ اسکی قمیض کا دامن کھینچتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔

اسنے ثمید کو فائق کو بابا کہتے دیکھ حیدر کو ڈیڈ بلانا ترک کر دیا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سامیہ نے اسکے اشارے پر اس سمت دیکھا جہاں حیدر نے ہادی کو دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا اور وہ اسکے پیٹ پر ایک پاوں رکھے دوسرا اسکے سینے پر جماتے ہوئے اور اوپر جانے کی کوشش کرتے ہوئے قلقاریاں مار رہا تھا۔

"ہادی نو، اٹس بابا ناٹ اے ٹری۔ (ہادی، نہیں، وہ بابا ہیں کوئی درخت نہیں) "

مزیئر اسے دکھا کر واپس ان دونوں کی طرف قہقہہ لگاتے بھاگا۔

اسنے کبھی ہادی کی عمر کا کوئی بچہ اپنے ارد گرد نہیں دیکھا تھا۔

مزیئر کے لئے اسکی ہر حرکت نئی تھی حیرت میں مبتلا کرتی ہوئی۔

ہادی اسکا وہ چھوٹا سا تماشا تھا جس پر وہ بنا تھکے خوش ہوتے ہوئے تمام عمر تالیاں پیٹ سکتا تھا۔

یہ تمھاری فیملی ہے، واہ، میں کب سے رشک سے اس بندے کو دیکھ رہی تھی کہ ایک تو اتنا ہینڈسم اور پھر جس قدر تحمل سے بیٹھا بچوں کو " سنبھال رہا ہے اور اسکی خوش قسمت بیوی بے فکری سے شاپنگ کر رہی ہوگی۔ اور ایک ہمارے میاں ہیں پہلے توآکر نہیں دیتے ساتھ، آبھی "جائیں تو فون میں سر دے کر بیٹھ جاتے ہیں اور میری بیٹی چوہیا کی طرح کپڑوں کے ریکس کو بل سمجھ کر ان میں گھس جاتی ہے--

غریدہ اب بھی سالوں پہلے کی طرح بنا رکے بولتی تھی۔

سامیہ بس مسکرا ہی سکی۔

"یار یہ تمھارا ہیرو اتنا جانا پہچانا کیوں لگ رہا ہے "

غریدہ نے آنکھیں میچ کر حیدر کے چہرے پر فوکس کیا۔

"سیم سکول، سینئر تھا"

اور اس حوالے کے بعد غریدہ ایک اور پرانی پہچان نکل آنے پر اتنا جوش میں آئی کہ سامیہ کو اسکا حیدر سے تعارف کرواتے ہی بنی۔

"حیدر یہ میری سکول ٹائم کی کلاس فیلو ہے غریدہ"

حیدر انہیں اپنی طرف آتے دیکھ پہلے ہی احتراماً کھڑا ہو گیا۔

حیدر نے اسے تکلفاً مسکرا کر دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

اگر سامیہ کو خود سے اسکا تعارف اپنی دوست سے کرانا یاد آتا تو وہ شاید ہواوں میں ہوتا پر سامیہ کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ یہ مروت غریدہ کے کہنے پر نبھا رہی ہے۔

"حیدر؟ حیدر امیر؟؟ "

.غریدہ کے چہرے کے تاثرات اسکا نام سن کر اور اسے قریب سے دیکھ کر ایک دم بدلے

"یس "

اسنے اثبات میں سر ہلایا۔

غریدہ کے ناقابل فہم تاثرات پر حیدر اور سامیہ نے ایک دوسرے کو الجھ کر دیکھا۔

"حیدر امیر جس نے سرمد بھائی کی ناک توڑی تھی "

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

غریدہ نے خود کلامی کے انداز میں جملا ادا کیا۔
سامیہ کو یاد آیا غریدہ کا اکلوتا بھائی حیدر کا کلاس فیلو تھا جسکے ناک کی ہڈی حیدر کے مکے نے ہلائی تھی۔
ڈیڈ نے بہت تعلقات استعمال کر کے بڑی کوشش سے پرنسپل کو اسے اسکول سے نکالنے کے بجائے دو ماہ سسپینڈ کرنے پر راضی کیا تھا۔
حیدر کا تو روز کا کام تھا پر کیونک سرمد غریدہ کا بھائی تھا اس لئے اسے یہ قصہ یاد رہ گیا تھا۔
حیدر جو غریدہ کو چند لمحے پہلے بہت ہینڈسم لگ رہا تھا اب دیو بن کر ڈرانے لگا۔
وہ جو سامیہ سے فون نمبر کے تبادلے اور اسکے گھر آنے کا کہہ رہی تھی ایسے غائب ہوئی جیسے وہاں کبھی تھی ہی نہیں۔
سامیہ نے پہلے منہ پر ہاتھ رکھ کر کنٹرول کرنے کی کوشش کی پر پھر ہنسی کے فوارے کو پھوٹ جانے دیا۔
"سرمد کی ناک ہیل (ٹھیک) ہونے کے بعد بھی ٹیڑھی تھی، پتا نہیں پھر اسنے سرجری کرائی بھی یا نہیں "
وہ ہنسی کے وقفوں کے دوران کہہ رہی تھی۔
"مجھے یاد نہیں "
اسے واقعی یاد نہیں تھا۔
سنچری کرنے والے کھلاڑی کو ہر بال تھوڑا ہی یاد رہتی ہے۔
تمھاری تو ہابی تھی ، پر غریدہ کا ایک ہی بھائی تھا جس کی ایک ہی ناک تھی جو غلاباً زندگی میں ایک ہی دفعہ ٹوڑی گئی تھی، اسے کیسے بھولے "
"گا۔
حیدر مسکراتے ہوئے بہت نرم نظروں سے اسے ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔
اسنے تو عرصہ ہوا مسکرانا بھی اتنا کم کر رکھا تھا کجا کہ ہنسی۔
یہ ایک خوبصورت منظر تھا، اسکا اس قدر
کم یاب ہونا زیادتی تھی۔
وہ ہنستے ہنستے ٹھٹکی۔
اپنی ہی ہنسی کی آواز احساس ہونے پر کس قدر اجنبی لگ رہی تھی۔
وہ پچھلے ڈیڑھ سال سے یوں نہیں ہنسی تھی۔
ہنسا تو پرانی سامیہ کرتی تھی۔
تو کیا پرانی سامیہ اب تک زندہ تھی؟ اماں کے مرجانے کے بعد بھی؟
وہ ایک دم سنجیدہ ہوئی۔
باقی کی شاپنگ اسنے غیر معمولی خاموشی سے کی۔
حیدر اسکی کیفیت سمجھ سکتا تھا۔
اسے وقت لگنا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

#-------------------#

حیدر نے کمرے میں جھانکا تو وہ کسی بہت گہری سوچ میں الجھی مزمل کا سامان الماری میں سیٹ کر رہی تھی۔
اسکی عادت تھی بچے سو رہے ہوتے تو ہر ایک عاد گھنٹے بعد جب تک وہ جاگ رہا ہوتا انکے کمرے میں جھانک جاتا تھا۔
اب اسکول کی وجہ سے مزمل کا بیڈ ٹائم سامیہ نے دس کے بجائے نو کر دیا تھا۔
اس وقت گیارہ بج رہے تھے۔
"سب مکمل ہے؟"
دہلیز سے ٹیک لگائے اسنے سامیہ سے سوال کیا۔
وہ جانتا تھا کہ مزمل کی تیاری مکمل تھی۔
پر سامیہ کو سوچوں کے اس قدر گہرے جال سے نکالنے کو اسنے بے وجہ پوچھا۔
"تم بچوں میں فرق کرتے ہو"
سامیہ نے اسی سنجیدگی سے جواب دینے کے بجائے کچھ ایسا کہا کہ حیدر کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔
وہ فرق کرتا تھا؟
جب اسے فرق لگتا نہیں تھا تو وہ کر کیسے سکتا تھا؟
یہ سوچ رہی تھی سامیہ؟
اسکے کون سے عمل سے اسے لگا تھا کہ وہ ہادی کو مزمل سے کسی بھی طرح کم چاہتا یا اہمیت دیتا تھا۔
اسکا دماغ گھوما۔
وہ کچھ کہہ نہیں پایا چہرہ البتہ ایک بڑے سے سوالیہ نشان میں ڈھل گیا۔
تم ہادی کے لئے کچھ خریدتے ہوئے دوسری دفعہ سوچتے تک نہیں کہ اسے ضرورت بھی ہے یا نہیں، میرے منع کرنے کے باوجود اتنا " کچھ تم نے ڈھیر کیا ہوا ہے یہاں، اور آج تم کتنے محتاط تھے تم نے صرف ضرورت کی چیزیں خریدیں، مزمل کی خواہش پر ایک چیز لے کر دی تو تین چیزوں کے لئے منع کیا، اس سے اسکے بیگز تک خود اٹھوائے۔ اسکے کام کرنے کے بجائے تم اسے ایک دفعہ سکھا کر امید کرتے ہو کہ وہ اب سے خود کریگا۔ ہادی کو تو پتا بھی نہیں چلتا کسی چیز کا جب کہ مزمل سمجھدار ہے۔ وہ اپنی پرانی زندگی چھوڑ کر یہاں آیا ہے، ماں کو "چھوڑ کر آیا ہے، تم کیوں اسے اتنا ٹف ٹائم دے رہے ہو
اسنے کہنا شروع کیا تو پچھلے کچھ وقت میں جو جو اسنے محسوس کیا تھا کہتی گئی۔
تو یہ بات تھی، حیدر نے گہرا سانس لیا۔
وہ ٹھیک سمجھتا تھا سامیہ ذہین تھی جو اسنے اسکے رویے کی باریکیاں محسوس کیں۔ پر ان کا صحیح سمت میں تجزیہ کرنے کے لئے جو سمجھداری چاہیے ہوتی ہے وہ اس میں مفقود تھی۔

ایگزیکٹلی، ہادی چھوٹا ہے اسے سمجھ نہیں ہے، میں جتنا چاہوں اسے پیمپر (لاڈ) کر سکتا ہوں بنا اس ڈر کے کہ اسکی تربیت پر فرق آئے گا۔ "
اینڈ ایز یو سیڈ، مزیئر بڑا ہے، سمجھدار ہے اس پر اثر پڑے گا وہ چیزوں کی قدر نہیں کریگا، اپنے بوجھ، اپنے کام کے لئے اسے دوسروں کا منہ دیکھنے کی عادت ہو جائے گی، میں اسے یہ سب ابھی سے سکھانا چاہتا ہوں تاکہ میری طرح بعد میں اسے رو رو کر نہ سیکھنا پڑے۔ میں اسے وہ سب دینا چاہتا ہوں جو میرے ہونے کا محتاج نہ ہو، جو میرے بعد بھی اسے اپنے پاوں پر کھڑے رہنے میں مدد کرے۔ محبت بے دریغ خواہشات کی تکمیل کا نام نہیں ہے اور نا ہی لگے کو اپنا محتاج کرنے کا "

کیسی عجیب بات تھی کہ وہ سامیہ پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے وضاحتیں دے رہا تھا۔

کوئی اور اس سے پوچھتا یہ سوال، اسنے جواب دینے کی کوئی ضرورت محسوس ہی نہیں کرنی تھی۔

بلکہ اسے سوال کئے جانا ہی گستاخی لگتا۔

یہ اسکا اور اسکے بیٹے کا معاملہ تھا۔

پر یہاں کوئی اور نہیں سامیہ تھی جو مزیئر کی محبت میں ہی سوال کر رہی تھی۔

اور دوسرا یہ کہ دل نے حیدر سے پوچھے بنا ہی اس سے ہر سوال کرنے کا حق سامیہ کو تفویض کر دیا تھا۔

"ہادی کے ساتھ بھی میں نے ایک عاد سال بعد یہی سلوک کرنا ہے۔ تمھیں کوئی اعتراض ہو تو ابھی سے بتا دو"

کتنی جینئس تھی ناں سامیہ۔

وہ اب اس کے ساتھ سامان رکھوانے میں مدد کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

سامیہ کے چہرے پر شرمندگی کے اچھے خاصے تاثرات تھے۔

وہ کتنا غلط سمجھی تھی۔

"نہیں۔۔"

پھنسی ہوئی آواز میں اسنے نفی میں سر ہلایا۔

وہ معذرت کرنا چاہتی تھی۔

وہ کتنی بولڈ ہوگئی تھی۔

کیسے کیسے سوال کرنے لگ گئی تھی۔

"اینڈ ڈونٹ وری، ایک جیومیٹری باکس اور کلرنگ بک اٹھانے سے تمھارے بیٹے نے گھس نہیں جانا"

اسکے منہ کھولنے سے پہلے ہی حیدر نے اسے ٹوک دیا۔

اسکے الفاظ شوخ تھے پر انکے درپردہ چھپے معنی بہت سنجیدہ کہ وہ مزیئر کی ماں ہے، اسے ہر حق ہے سوال کرنے کا۔ اس پر اسے شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے اور نہ وہ کوئی معافی سننا چاہتا ہے۔

سوال کرنے کا یہ اعتماد اسے اسی نے دیا تھا۔

#-------------------#

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ویک اینڈ پر شام کی چائے کا معمول کا منظر تھا۔

حیدر، احمد اور فائق باغیچے میں رکھی کرسیوں پر بیٹھے تھے اور ان سے ذرا فاصلے پر ثمید، مزیئر اور ہادی کھیل رہے تھے۔

خواتین کی محفل آج اندر لگی تھی۔ نمیرا کے بھائی بھابھی کو کی جانے والی دعوت اب بڑھ کر ایک چھوٹے سے گیٹ ٹو گیدر کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

نمیرا کے گھر والے اور کچھ قریبی رشتہ داروں کو مدعو کیا گیا تھا۔

آمنہ چاہ رہی تھیں کہ مزیئر کا خاندان سے ایک باقاعدہ تعارف ہوجائے۔

اسی سلسلے میں وہ تینوں بیٹھی انتظامات کو حتمی شکل دے رہی تھیں۔

ہادی والکر میں پھنسا باقی دونوں کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ تینوں کی ہنسی صحن میں گونج رہی تھی۔

احمد مسکاتی آنکھوں سے انھیں تھوڑی پر ہاتھ ٹکائے دیکھ رہے تھے۔

"ایسا لگ رہا ہے میں وقت میں پیچھے چلا گیا ہوں، یہ بلکل تم تینوں جیسے ہیں، وہی شکلیں، عمروں میں وہی فرق، پیدائش کی وہی ترتیب "

احمد کے الفاظ پر حیدر اور فائق نے بھی بچوں پر نظریں جمائیں۔

"بس حیدر کے بال لال نہیں تھے "

فائق نے لقمہ دیا تو باقی دونوں ہنس دیے۔

"اس کرسی پر امان بیٹھا ہوتا آج تو یہ منظر کس قدر مکمل ہوتا "

فائق ہنستے ہنستے اداس ہوا۔

"تم تینوں کو بھی یوں دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ امیر ہوتا تو منظر مکمل ہوتا "

احمد کے لہجے میں نئے پرانے دکھوں کی حلاوٹ تھی۔

تم دونوں کو کیا لگتا ہے میں واقف نہیں ہوں اس صدمے سے جو اپنے سے عمر میں چھوٹے بھائی کو سانسیں ہارتے دیکھ کر ہوتا ہے۔ "

اس جسم کو کندھا دینا جس پر آپ تکیہ کیے ہوں کہ اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو وہ سنبھال لے گا۔ جس کے ہوتے آپ سکون سے مر سکتے تھے

"اسے مردہ حالت میں دیکھنا، احساسِ رائگانی کی ایسی اذیت جو سہی تو جا سکتی ہے پر بیان نہیں کی جا سکتی۔

انھوں نے بولتے بولتے اپنے بیٹوں کی طرف دیکھا تو چپ ہو گئے۔

حیدر کرسی کے ہتھوں پر کہنیاں ٹکائے دونوں ہاتھ باہم پھنسائے سر جھکائے اُنھیں گھور رہا تھا۔

فائق کی آنکھوں میں جھلملاہٹ سی تھی۔

"مکمل کچھ نہیں ہوتا، ہمیں زندگی کے ادھورے مناظر سے ہی اپنی اپنی خوشیاں کشید کرنا سیکھنا پڑتا ہے "

انھوں نے اس پرملال موضوع کو سمیٹا۔

میری دادی کہا کرتی تھیں ہمارے گھر سے اللہ کی نہیں بنتی ہے، وہ ہمیں بیٹیاں نہیں دیتا، اُن کے تین بیٹے تھے، ہم دو بھائی، پھر تم "

"لوگ اور اب یہ

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

احمد بات یکسر تبدیل کر چکے تھے۔

"ایسا نہیں ہے کہ نمیرا اور سامیہ میری بیٹیاں نہیں ہیں، پر لڑکوں بہت ہوگیا مجھے اب بیٹی چاہیے میں نہیں جانتا"

"بلکل ڈیڈ فرمائشی پروگرام چل رہا ہے یہاں آپ حکم کریں صرف"

فائق اپنی جون میں لوٹا۔

احمد اور فائق کی بات سنتے حیدر کی نظر لاونج کی باغیچے میں کھلنے والی دیوار گیر شیشے کی کھڑکی پر ٹھہری۔

پردے ہٹے ہوئے تھے اور اس پار کا منظر واضح تھا۔

وہاں سامیہ، نمیرا اور آمنہ کی ہدایات کو نوٹ پیڈ پر مگن سی اتار رہی تھی۔

بیٹی؟ سامیہ جیسی؟

وہ بہت زور سے سر جھٹکتا اٹھ کھڑا ہوا۔

دل اب اوقات سے باہر ہونے لگا تھا۔

"تمھیں کیا ہوا؟"

فائق نے اسے یوں اچانک کھڑے ہوتے دیکھ پوچھا۔

"ایک کال کرنی تھی، مجھے یاد نہیں رہا"

حیدر بہانہ گھڑتا وہاں سے ہٹ گیا۔

#------------------#

"مزیئر کا ہیئر کٹ کروانا ہے، تم پلیز ٹائم نکال کر کسی دن دونوں کو ہی لے جاو"

مزیئر کو ہوم ورک کرواتے ہوئے سامیہ نے حیدر کو مخاطب کیا۔

وہ بار بار لکھتے ہوئے آنکھوں سے بال ہٹا رہا تھا۔

ہادی کے بال بھی ڈیڑھ انچ سیدھا بڑھنے کے بعد اب نیچے سے گھنگریالے ہو رہے تھے.

"اچھے تو لگ رہے ہیں، اور ہادی کے تو چھوٹے ہیں"

حیدر ٹی وی کی آواز بند کئے شہ سرخیاں پڑھ رہا تھا۔

اسنے لاپرواہی سے نظریں ہٹائے بنا ٹالا۔

"آنکھوں میں پڑ رہے ہیں"

"بینڈ پہنا دو"

وہی لاپرواہی۔

"بینڈ پہنا دوں؟"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سامیہ کو باقاعدہ صدمہ ہوا۔

"ہاں "

"سخت برے لگتے ہیں مجھے یہ بینڈز اور پونیاں لڑکوں پر، اور اس سے زیادہ زہر مجھے انکے لمبے بال---"

وہ کہتے کہتے رکی۔

حیدر اپنے گردن تک آتے پونی میں جکڑے بال لیے اسے غصہ کرتے دیکھ رہا تھا۔

اسنے زبان دانتوں تلے دبائی۔

آئی مین--" تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ "

"میں تمھیں نہیں کہہ رہی تھی "

"تمھیں برے لگتے ہیں تو یو کین سے"

وہ مسکراہٹ دبائے اسے سنجیدگی سے آفر کر رہا تھا

"نہیں میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی تمھاری مرضی ہے بس بچوں کے پلیز کٹوا آو "

یہ میں کون ہوتی ہوں والا سوال اسے اپنے بجائے حیدر سے کرنا چاہیے تھا۔

" اوکے میں لے جاوں گا، اینڈ اٹس اوکے، یو شلڈنٹ بی آشیمڈ اف سپیکنگ یور مائینڈ (and its okey, you should not be ashamed of speaking your mind)"

وہ اتنی مشکلوں سے تو اس کے سامنے بنا ناپے تولے بولنا شروع ہوئی تھی۔

اسنے ہاتھ گردن کی پشت پر موجود بالوں پر پھیرا۔

کیا وہ واقعی برے لگتے تھے؟

اسنے ساری زندگی اس ایک چیز کی فکر کبھی نہیں کی تھی کہ لوگ اس کے یا اسکے حلیے سے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

سامیہ لوگ نہیں تھی۔

#-------------------#

وہ آفس سے گھر آیا تو سامیہ کو ڈائنینگ ٹیبل پر بہت سے کاغذ، کتابیں بکھرائے قلم تھامے کسی کاپی پر لکھتے پایا۔

اسنے ہاتھ میں پکڑا لیپ ٹاپ بیگ وہیں صوفے پر رکھا اور چلتا ہوا اس تک آیا۔

وہاں مزمیٔر کی کتابوں سے لے کر سامیہ کی اپنی کتابیں، میگزین سب بکھرے ہوئے تھے۔

وہ بالکل نہیں سمجھ پایا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔

"آج ڈنر باہر کریں؟ "

سامیہ سربراہی کرسی پر بیٹھی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر نے اسکے ساتھ والی کرسی کی پشت پر ہاتھ جماتے سلام کے بعد بلا ارادہ پوچھا۔

"ہاں مزیئر بھی ہیپی میل کا کہہ رہا تھا"

سامیہ نے کاغذ پر قلم گھسیٹتے مصروف سا جواب دیا۔

وہ اسی طرح کے ہی جواب کی توقع کر رہا تھا۔

اسے یہ جواب پھر بھی کھلا۔

"میں ہم دونوں کی بات کر رہا ہوں صرف"

حیدر نے اسکے متوقع تاثرات دیکھنے کے لئے اسکے چہرے پر نظریں جمائیں۔

اب کہ سامیہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

آنکھوں میں واضع الجھن تھی جیسے اسے لگ رہا ہو کہ اسنے شاید غلط سنا ہے۔

"ممی کچھ دن پہلے کہہ رہی تھیں کہ ہم کہیں آتے جاتے نہیں اینڈ آل"

اسنے توجیح پیش کی۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ سراسر جھوٹ گھڑ رہا تھا۔

آمنہ نے اس سے واقعی کچھ دن قبل ذکر کیا تھا جس پر اسنے یہ کہہ کر کہ وہ دو نہیں چار ہیں اسلئے صرف دونوں کہیں نہیں جاتے انھیں ٹال دیا تھا۔

"ڈنر ہی تو ہے گھر پر یا کہیں باہر کیا فرق پڑتا ہے"

حیدر نے لہجہ حتی المقدور سرسری رکھا۔

"ممی کہہ رہی تھیں وہ دیکھ لیں گی ہادی اور مزیئر کو"

ایسا نہ ہو کہ سامیہ اس جواز کی بنا پر انکار کردے۔

"ٹھیک ہے"

سامیہ نے کچھ سوچتے ہوئے ہامی بھری۔

حیدر کو یقین نہیں آیا کہ وہ اتنی جلدی مان گئی ہے پر بات تو آمنہ نے سامیہ سے بھی کی تھی۔

یہ مثبت جواب اسی کا نتیجہ تھا۔

وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد واپس لاوٴنج میں آیا تو لباس تبدیل کر چکا تھا۔

جینز کے ساتھ ہلکے رنگ کی پلین ٹی شرٹ اور موسم کے مناسبت سے کوٹ نما جیکٹ پہنے وہ اچھا لگ رہا تھا۔

وہ آفس کے علاوہ اپنی ڈریسنگ پر خاص توجہ نہیں دیتا تھا۔

"تم تیار ہو جاوٴ تو نکلتے ہیں"

سامیہ اب بھی وہیں اسی حالت میں بیٹھی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ہوا کچھ یوں تھا کہ صبح ادھر ادھر بکھری کتابیں سمیٹتے ہوئے اچانک ہی یاد آیا کہ وہ پہلے مزیئر کے سکول کے داخلے اور بھر سال کا درمیان ہونے کی وجہ سے کورس ورک کی مصروفیت میں دو دن بعد ہونے والی بیس مارک کی پرزینٹیشن کی تیاری کرنا بھول گئی ہے۔ اور تب سے وہ دنیا بھلائے یہیں بیٹھی تھی۔

"ہاں، ایک منٹ میں یہ بکس سمیٹ لوں "

اسنے جملہ مکمل کر کے نقطہ لگایا اور کتابیں سمیٹنے کے لئے اٹھی۔

"ایسے ہی جاو گی تم؟ "

حیدر نے اس کے حلیے کو دیکھتے سوال کیا۔

وہ صبح کی طرح اب بھی سفید ٹراوزر کے ساتھ سیاہی مائل نیلا شیروانی کالر والا کرتا پہنے ہوئے تھی۔

بال بس سمیٹنے کی غرض سے کیچر میں الٹے سیدھے جکڑے ہوئے۔

حیدر نے خوامخواہ ہی اہتمام کر لیا۔

اب سامیہ کے سامنے اوور ڈریسڈ ہی لگتا تھا اسنے۔

"ہاں، کیوں؟ ٹھیک نہیں ہے؟ "

اسنے ایک نظر اپنے کپڑوں کو دیکھ کر کرتے پر ہاتھ پھیرا تاکہ اسکی سلوٹیں کچھ کم ہوں۔

"نہیں ٹھیک ہے، اٹس جسٹ، مجھے لگا ہم کہیں پروپر ڈائینگ کے لئے جائیں گے، بٹ مکڈانلڈ از فائن آئے گیس "

حیدر اپنا کوٹ گاڑی میں چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

سامیہ کو فاسٹ فوڈ کبھی بھی خاص پسند نہیں رہا تھا۔

اگر بچوں کے ساتھ نہیں جا رہے تھے تو واقعی کسی ٹھیک جگہ جانا چاہیے تھا جہاں ڈھنگ کا کھانا ملے۔

اسکا حلیہ کسی اچھی جگہ جانے جیسا نہیں تھا۔

"چلیں؟"

حیدر گاڑی کی چابی جیب سے نکال رہا تھا۔

"نہیں ایک منٹ، میں چینج کر کے آتی ہوں"

وہ کہتے ہوئے کمرے میں گئی۔

"اب چلیں "

دس منٹ بعد وہ آئی تو نفیس سے سلک ساٹن کے سفید ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھی جسکے گلے اور دامن پر سفید دھاگے کا کام تھا۔ کہیں کہیں سفید موتی ٹنکے تھے۔

بال اسنے کنگھا کر کے کھلے رہنے دیے۔ جو کیچر میں صبح سے جکڑے رہنے کے سبب اب لہریے دار ہو رہے تھے۔

یوں لگتا تھا جیسے عرصے سے اوڑھا سوگ آج اسنے اتار پھینکا ہے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ایسا نہیں تھا پر لگ رہا تھا۔

سوگ کی سیاہی چھٹ ضرور رہی تھی مگر آہستہ آہستہ۔

حیدر صوفے پر بیٹھا فون پہ مصروف تھا۔

اسکی آواز پر فون جیب میں ڈالتے اٹھتے ہوئے اسکی نظر سامیہ پر پڑی۔

وہ لمحہ لمحے بھر کو وہیں ساکت ہوا۔

سامیہ نے اسکا ٹھٹکنا نوٹ کیا۔

اسنے پہلے سے کان کے پیچھے موجود بال مزید پیچھے کیے۔

یہ حرکت اسکے اضطراب کی نشانی تھی۔

وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

اسے یہ رنگ پسند تھا پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ رنگ کسی پر اس قدر کھل سکتا ہے۔

اس ایک لمحے کی سست رفتاری کے بعد حیدر نے نگاہ کا زاویہ فوراً درست کیا۔

وہ گھر کے بیرونی حصے کی طرف بڑھا۔

بنا ایک لفظ کہے۔

وہ اسے اچھی لگنے کے لئے کسی رنگ کی محتاج نہیں تھی۔

وہ اسے خوبصورت لگنے سے زیادہ اپنی لگتی تھی۔

پر دل اسکا بدلا تھا سامیہ کا نہیں۔

دل کے بدلنے پر اسکا اختیار نہیں تھا نظر کے بدلنے پر تھا۔

اسکی نظر سامیہ کے دل کے بدلنے کا انتظار کر رہی تھی۔

یہ انتظار صبر کا متقاضی تھا۔

وہ اس دن بے دھیانی میں اس ایک ڈیزائن کے سفید اور سیاہ میں دو سوٹ لے آئی تھی۔

کالا وہ کچھ دن قبل ڈیڈ کے گھر ہونے والی دعوت پر پہن چکی تھی۔

وہ آج بھی وہی پہننا چاہتی تھی پر اسے ملا نہیں۔

شاید لانڈری سے نہیں آیا تھا ابھی تک، خود کو یہ تاویل دیتے اسنے سفید چنا۔

ممی کے مطابق حیدر کا پسندیدہ رنگ۔

سیاہ سوٹ الماری کے دوسرے خانے میں موجود تھا۔

ڈھونڈا جاتا تو باآسانی مل جاتا۔

اگر ٹھیک سے ڈھونڈا جاتا تو۔۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

لاشعور شعور سے ایک قدم ہمیشہ آگے ہوتا ہے۔

#-------------------#

شہر کے ایک فائیو سٹار ہوٹل کے خوابناک ماحول میں وہ دونوں اس وقت آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

سامیہ کتنے عرصے بعد ایسی کسی جگہ آئی تھی۔

گھر میں چھپ کر اتنا عرصہ گزارنے کے بعد باہر کی یہ روشنیاں اس کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔

"سو-- کیا کرنا ہے اب؟"

حیدر نے بہت دوستانہ انداز میں سوال کیا۔

"ڈنر؟"

کیا جواب دیا تھا سامیہ نے، وہ اتنے بہانے بنا کر اتنی تاویلیں گھڑ کر یہاں صرف کھانا کھانے تو ہر گز نہیں آیا تھا۔

"وہ ہم بات کرتے ہوئے بھی کر سکتے ہیں"

گھر میں انکی گفتگو بچوں اور گھر کے روزمرہ کے گرد گھومتی تھی۔

آج وہ اس دائرے کو سمیٹ کر محض ان دونوں تک محدود کرنا چاہتا تھا۔

"بات کر تو رہے ہیں"

اب بات کرنے میں بھلا کیا خاص تھا؟

"نہیں مطلب کچھ روٹین سے ہٹ کر"

"جیسے؟"

سامیہ نے پوچھا۔

"جیسے--"

وہ چند لمحے سوچنے کے کو رکا۔

"ہاں، ہم ایک دوسرے سے سوال کر سکتے ہیں، کچھ بھی جو تم پوچھنا چاہو"

حیدر نے کہا۔

"کچھ بھی؟"

سامیہ نے تصدیق چاہی۔

"ہاں"

حیدر نے تصدیق کی۔

"تم اتنا کیسے بدل گئے؟"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر اسکے انداز پر ہنسا۔

یہ سوال اسکے منہ سے یوں پھسلا جیسے عرصے سے نوکِ زباں پر مچل رہا ہو۔

اسنے کندھے اچکائے۔ "جیسے سب بدل جاتے ہیں وقت کے ساتھ"

"یہ تو بہت ہی بورنگ سا جواب ہے وہ بھی اس قدر ڈراسٹک ٹرانزیشن (بڑی تبدیلی) کے لئے "

سامیہ نے مایوس ہو کر افسوس سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔

ان میں اب اچھی دوستی تھی، سامیہ اپنی رائے دیتے جھجھکتی نہیں تھی۔

"کیا سننا چاہتی ہو تم؟"

وہ اسے بچکانہ سے انداز میں سر ہلاتے دیکھ رہا تھا۔

"سچ"

خیر وہ جھوٹ تو نہیں بول رہا تھا اب۔

یار ایسی کوئی ڈرامیٹک کہانی نہیں ہے میری کہ ایک دن کوئی ایسا حادثہ یا واقع پیش آیا جس نے میری زندگی کا ٹریک بدل دیا وغیرہ وغیرہ۔ "

"حقیقیت بورنگ ہی ہوتی ہے۔

یہی سچ تھا۔

حیدر نے بات جاری رکھی۔

خیر نیویارک جا کر بھی میری وہی روٹین تھی، بلکہ اٹ گاٹ ورسٹ، نائٹ کلبز، آئے دن کے جھگڑے، ایون ڈرگز، اب سوچتا ہوں تو حیرت " ہوتی ہے کہ میں ڈی پورٹ ہونے سے کیسے بچا رہا۔ یہاں یہ سب میں کرتا تھا تو لوگوں کو فرق پڑتا تھا، ممی ڈیڈ کنسرنڈ فیل کرتے تھے انکی اٹینشن ہمیشہ مجھ پر ہی رہتی تھی، رشتہ داروں کا پسندیدہ موضوع تھا میں، امیر حسن کا یتیم بیٹا بگڑ گیا اینڈ آل، وہاں مجھے کوئی جانتا ہی نہیں تھا کسی کو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا، مجھے احساس ہوا کہ یہ سب میں صرف اماں ابا کی موت کے غصے کی وجہ سے کرتا تھا، ان سے اتنی جلدی مرنے کا بدلہ لینے کی ایک بچکانہ کوشش، ورنہ یہ میں نہیں تھا، میں جلد ہی اکتا گیا، ایک سیمسٹر ضائع کرنے کے بعد جب کتابیں کھولیں تو مزہ آنے لگا، اپنی فیلڈ انڑسٹنگ لگنے لگی، پڑھتے پڑھتے قلم سے بھی دوستی ہوگئی، اس پروسیس میں تھوڑا بہت انسان بھی بن ہی گیا اور بس، "اب میری باری

سامیہ بہت غور سے اسے سن رہی تھی، آخری بات پر گڑبڑائی۔

"تمھاری؟ مجھ سے کیا پوچھو گے؟

اسکے پاس تو حیدر جیسے تفصیلی جواب نہیں تھے۔

"کچھ بھی"

" میرے بارے میں سب جانتے تو ہو تم"

"اب ایسا بھی نہیں ہے، ہم بس ساری زندگی ایک دوسرے سے واقف ہی رہیں ہیں بات تو کبھی ہم نے ڈھنگ سے کی نہیں"

اسنے سامیہ کی بات سے اختلاف کیا اور ایسا ہی تھا۔

امان انکے درمیان ایک کڑی ضرور تھا مگر براہراست انکا کوئی تعلق کبھی نہیں رہا تھا۔

"وہ تو میں تمھیں کبھی پسند ہی نہیں رہی اس لئے "

سامیہ نے روانی سے وجہ بتائی۔

"واٹ؟"

حیدر کی آنکھیں پھیلیں۔

اسے کب ناپسند رہی تھی وہ؟

"تم مجھے پسند نہیں تھیں؟ یہ میں تھا جو تمھیں نہیں پسند ہوا کرتا تھا مدام"

اسکا انداز سامیہ کے سامنے حقائق رکھنے جیسا تھا جو سامیہ اتنے ڈھڑلے سے نظرانداز کر رہی تھی۔

"ہاں بٹ اس لئے کیونکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تھے یو ور روڈ تو می (you were rude to me) "

سامیہ نے اعتراف کیا پر ساتھ توجیہہ بھی پیش کی۔

" کے وہ مجھے ناپسند تھے (that didn't mean) روڈ تو میں امان کے ساتھ بھی ہوا کرتا تھا، بلکہ سب کے ساتھ ہی ، دیٹ ڈڈنٹ مین "

یہ کیا بات تھی بھلا۔

"تم میری بہت سیریس باتوں پر بھی ایسے ہنسا کرتے تھے جیسے کوئی جوک ہو بلکہ اب بھی کرتے ہو کبھی کبھی"

یہ شکایت اسے حیدر سے بچپن سے تھی۔

سامیہ نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ کبھی اتنی آسانی سے اسکے سامنے یہ گلہ دہرائے گی۔

"وہ تو تم باتیں ہی اتنی بے وقوفانہ۔۔۔ "

سامیہ کے چہرے کے تاثرات بدلے، حیدر نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

"سی ، تم اب بھی کوئی خاص پسند نہیں کرتے ہو مجھے"

وہ اسے بےوقوف کہہ رہا تھا؟ اللہ

"(معصوم، نادان) ہاں یہ لفظ بہتر ہے naive اوکے، سوری، بےوقوف غلط لفظ ہے "

وہ اسے خاص پسند نہیں کرتا؟

کس قدر صریح الزام تھا یہ۔

دوسری طرف کیسی بے خبری تھی۔

"آئے دن تم سے معذرت کر رہا ہوتا ہوں، تمھیں لگتا ہے میں اپنے ناپسندیدہ لوگوں سے یوں معافیاں مانگتا پھرتا ہوں؟ "

حیدر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا۔ جواب مانگا۔

"وہ تو تمھاری غلطی ہوتی ہے "

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

پورے اعتماد سے فرد جرم عائد کیا گیا۔

"بالکل میری ہی غلطی ہوتی ہے ساری، اب میں پوچھوں؟"

وہ اتفاق کرتا واپس اپنی بات پر آیا۔

"پوچھو بھئی"

سامیہ نے ہار مانی۔

"تم کیوں نہیں بدلیں اتنے سالوں میں؟ "

اسنے سامیہ کا سوال ہی الٹ کر اس سے کیا۔

"نہیں بدلی میں؟ اتنا تو بدل گئی ہوں "

وہ یہی سمجھتی تھی، اسے حیرت ہوئی حیدر کو کیوں ایسا لگا۔

"نہیں حالات بدلے ہیں، وقت، تم اب بھی وہی ہو "

اسے تو وہ اب بھی وہی دہائی پرانی سامیہ ہی لگتی تھی۔

"اب اسکا کیا جواب دوں میں؟"

وہ الجھی۔

"سچ "

حیدر نے اسی کا انداز اپنایا۔

"شاید میں اتنی بگڑی ہوئی کبھی تھی ہی نہیں کہ مجھے بدلنا بلکہ سدھرنا پڑے "

سامیہ کی بات پر حیدر کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

کیا چوٹ کر گئی تھی سامیہ اس پر۔

اسنے حیدر سے خود کو بےوقوف کہنے کا بدلا لیا۔

اسی طرح کی بے مقصد چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا انھیں۔

سامیہ یہاں صرف ایک فارمیلٹی کے طور پر آئی تھی پر یہاں وہ کھل کر ہنسی تھی، بےفکری سے اسنے عرصہ بعد بنا رکے بولا تھا، تھوڑی پر ہاتھ رکھے توجہ سے اگلے کو بولتے سنا تھا۔

اسے مزہ آیا تھا آج۔

وہ خوشگوار موڈ کے ساتھ لوٹے۔

#------------------#

چاند کو آج چودھواں دن تھا۔ چاندنی مدھم، دھیمی، ٹھنڈی پھوار کی مانند آسمان سے برس کر ہر شئے کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

نشاۃ ثانیہ میں بنے قدیم مجسمے کی طرح وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر ایک ہی انداز میں پچھلے کچھ وقت سے نظروں کو ایک ہی زاویے پر ٹکائے بیٹھی تھی۔

یہاں سے اسکے اور امان کے کمرے کی گیلری نظر آتی تھی۔

آج امان کی سالگرہ تھی.اسکے جانے کے بعد اسکی دوسری سالگرہ۔

پہلی سامیہ نے ہادی کی پیدائش کے سبب ہسپتال میں بے ہوشی کی حالت میں گزاری تھی۔ ہادی اور امان کی سالگرہ میں دو دن کا فرق تھا صرف۔

کچھ سال قبل بھی ایسی ہی چاندنی تھی۔

امان گیلری میں کھڑا ریلنگ پر ہاتھ ٹکائے مسکاتی آنکھوں سے ماہ کامل کو تکتے زیر لب کچھ گنگنا رہا تھا۔

وہ خاموشی سے اسکے ساتھ آکر کھڑی ہوئی۔

امان نے ایک نظر اسے مسکرا کر دیکھا اور پھر چاند میں محو ہوگیا۔

سامیہ نے اسکی کہنی دونوں ہاتھوں میں تھامے اسکے کندھے پر سر رکھا۔

رات بہت پر سکون تھی۔

اسنے آنکھیں موند لیں۔

وہ اس سکون کو خاموشی سے اپنے اندر جذب کر رہی تھی دیگر وقتوں کے ہنگاموں کے لئے۔

"کیا گنگنا رہے ہو"

امان کی مدھم آواز پر اسنے آنکھیں موندے پوچھا۔

وہ خاموش ہوا، گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

اسکی آنکھوں کا ارتکاز محسوس کر سر اٹھا کر دیکھا تو امان نے جھک کر اسکے کان میں سرگوشی کی۔

"ہم نے چاند راتوں میں تم کو گنگنایا ہے۔۔"

وہ ہولا سا کھلکھلائی۔

وقت کی دھند میں کہیں گم ہوئے اس منظر کو سامیہ آج وہاں دور بیٹھی خالی آنکھوں سے اسی گیلری میں کھوج رہی تھی۔

وہ بھی اس کی آنکھوں کی ہی طرح ویران تھی۔

حیدر دروازے کی جالی سے اسے اسی انداز میں پچھلے دو گھنٹے سے بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

دس منٹ بعد ہاتھ میں دو کافی کے مگ لئے وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھا۔

وہ مزید یوں مجسمہ بنی بیٹھی رہتی تو شاید پتھر کی ہوجاتی۔

"کافی"

سامیہ نے اسکا اپنے پاس بیٹھنا محسوس ہی نہیں کیا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر کے کپ آگے بڑھا کر کہنے پر اسنے دیکھا۔
اسکی خالی ویران آنکھوں سے حیدر نے نظریں چرائیں۔
انھیں دیکھنا تکلیف دہ تھا۔
اسنے مگ تھام لیا۔
بہت تھکے تھکے انداز میں سامیہ نے اپنا سر اسکے کندھے سے ٹکایا۔
" میں بہت بزدل ہوں، مما نے بھی تو اکیلے رہ کر میری پرورش کی تھی بابا کے ہر تھرپٹ کے باوجود۔ میں نے آسان راستہ چنا، جب وہ کر سکتی تھیں تو میں کیوں نہیں، مجھے کیوں سہارہ چاہیے تھا۔"
وہ اسکے کندھے پر سر رکھے اسے بتا رہی تھی کہ وہ اس سے شادی پر پچھتا رہی ہے۔
انکے رشتے کو اپنی بزدلی قرار دے رہی تھی۔
اسے برا لگا۔
"آسان راستے کے ہوتے مشکل کو چننا بہادری تو نہیں "
وہ یہی کہہ سکا۔
وہ اتنی دلگزیدہ لگ رہی تھی کہ حیدر کو اس پر غصہ نہیں آیا۔
"تمھیں چاند پسند ہے ؟ "
وہ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتا اس سے سوال کر کے اسکا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔
"نہیں اسے پسند تھا"
وہ اب بھی چاند کو دیکھ رہی تھی۔
"ہی واز آ بگ ٹائم رومانٹک " (he was a big time romantic)
حیدر کے لہجے میں امان کی یاد تھی۔
"اور شاعری۔۔ "
سامیہ نے اضافہ کیا۔
وہ ہنس دیا۔
"میں جتنی بھی شاعری سے واقف ہوں اسی سے سنی ہے "
اسے امان کے رات گئے کے مشاعرے یاد آئے، وہ کبھی سرہانہ اپنے کانوں پر رکھتا، کبھی اسکے منہ پر۔ وہ پھر بھی ایک آخری شعر ایک آخری نظم کہتا اسکا دماغ کھاتا رہتا۔
"میں بھی۔۔ "
اسکا سر اب بھی ویسے ہی اس کے شانے پر ٹکا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

امان سے متعلق چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ان دونوں نے کافی ختم کی۔

"وہ کتنا چڑتا تھا کافی سے "

حیدر دونوں ہاتھوں میں تھامے کافی کے خالی مگ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کافی پینے والے سیدھا جنت میں جائیں گے۔۔ "

سامیہ نے کافی کے متعلق ابن انشاء کا مشہور جملہ دہرایا جو امان اکثر کوٹ کیا کرتا تھا۔

"کیونکہ کافی جیسی جہنم تو وہ دنیا میں ہی باخوشی گزار آتے ہیں "

دونوں نے یک زبان ہوکر جملہ مکمل کیا اور یوں کورس میں بولنے پر ہنس پڑے۔

اداس سی کسی اپنے کی یاد سے بوجھل ہنسی۔

سامیہ کو کافی کے نام پر امان کے منہ کے بگڑے زاویے یاد آئے۔

حیدر نے اپنا مگ ایک سیڑھی نیچے رکھا اور

ہاتھ بڑھا کر سامیہ سے اسکا مگ لینا چاہا۔

ایک ہاتھ دوسرے کے اوپر غلطی سے ٹھہرا۔

دونوں نے ایک دوسرے کے لمس کے احساس پر ایک دوسرے کو دیکھا۔ سامیہ نے اسکے شانے سے سر اٹھا کر اور حیدر نے گردن ترچھی کر کے۔

وقت نے اپنی چال دھیمی کر لی۔

وہاں اب نشاۃ ثانیہ میں بنے دو مجسمے موجود تھے جو برابر میں بیٹھے ایک کوزہ تھامے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے یوں کے انکے چہروں کے درمیان بمشکل چند انچ کا فاصلہ تھا۔

اسکا ہاتھ اب بھی مگ کے گرد جمے سامیہ کے ہاتھ کے اوپر موجود تھا۔

چاندنی نے جن کہکشاؤں کو آج کے دن آسمان سے ہٹا کر اسے اپنے نام کیا تھا وہ ان دونوں کی آنکھوں میں اتر آئیں۔

کچھ لمحے طلسمی ہوتے ہیں، یہ ان میں سے ایک تھا۔

وہ اتنا قریب تھی کہ اگر وہ مزید سر جھکاتا تو اسکا ناک اسکے چہرے سے مس ہوتا۔

ان عمیق آنکھوں میں ایسے جذبے پنہاں تھے کہ سامیہ اسکے ہاتھ تلے دبا اپنا ہاتھ ہٹا پائی اور نہ اسکی آنکھوں پر سے اپنی نگاہیں۔

جذبوں سے لبریز ان گہری آنکھوں کو ہاتھ بڑھا کر چھونے کی خواہش نے دل کی جامد دھڑکنوں میں اشتعال برپا کیا۔

دور کہیں فضا میں پولیس یا ایمبولینس کے سائیرن کی آواز گونجی۔

سحر ٹوٹا۔

وہ خود سے ڈر کر متوحش سی کھڑی ہوئی۔

یہ کیا ہوا تھا ابھی؟

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر اپنی جگہ پر بیٹھا سر اٹھائے اس کا اضطراب دیکھ رہا تھا۔

وہ اندر کی طرف بھاگی۔

یہ لمحہ یک طرفہ نہیں تھا۔

کیا یہ امید کا وہ سرا تھا جسکی دل کو کب سے تلاش تھی؟

کیا کوئی گنجائش اسکے لئے نکل سکتی تھی؟

لیکن وہ جس طرح متحوش سی بھاگی تھی۔

اسکے چہرے کا احساس جرم، خود پر[22] حیرت۔۔

وہ کوئی ایسی امید نہیں پالنا چاہتا تھا جسکے ٹوٹنے پر اور بھی بہت کچھ ٹوٹے۔

اسنے دونوں مگ اٹھائے، ایک نظر انھیں دیکھا اور کشمکش میں گھرا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اس ایک پل نے سب آسان کر دیا تھا یا پہلے سے بھی مشکل اسکا فیصلہ وقت نے کرنا تھا۔

#-------------------#

اسکی گاڑی پوری رفتار سے سڑک پر رواں تھی۔

اسے عرصہ ہوا تھا تیز رفتاری اور رش ڈراوئیگ چھوڑے ہوئے، پر آج وہ سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔ آج اسکے ایک کے بجائے تین چالان ہوجاتے بھی اسے پروا نہیں تھی بس وہ اتنی احتیاط کر رہا تھا کہ اسکی گاڑی سے کسی ذی روح کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

اسے آفس میں معمول کے کام نبٹاتے ہوئے نظیر کے نمبر سے کال آئی تھی جسے اٹھانے پر دوسری طرف سے سامیہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔ مزیئر کو چوٹ آئی تھی، وہ سیڑھیوں سے گرا تھا۔ اسنے بس ہسپتال کا نام سن کر فون رکھ دیا۔

وہ ریسپشن سے معلومات لے کر مطلوبہ راہداری کی طرف بڑھا تو سامیہ کو وہیں بینچ پر بیٹھے پایا، وہ اکیلی تھی۔

اپنی اور آتی قدموں کی چاپ سن کر اسنے سر اٹھایا تو حیدر کو موجود پایا وہ اٹھ کر اسکی طرف بھاگی۔

سامیہ کی کمیز پر موجود سرخ دھبے دیکھ ایک لمحے کے لئے اسکا دل ڈوب کر ابھرا۔ یہ اسکے بیٹے کا خون تھا۔ یہ احساس جان کن تھا۔

وہ ساری معلومات لے کر آیا تھا، مزئیر کا سر پھٹا تھا، ٹانکے لگنے تھے اور چوٹ اتنی گہری نہیں تھی۔ پر سامیہ کی حالت۔۔اسے لگا ریسپشن کے ساتھ کھڑے اس جونئیر ڈاکٹر نے اسے غلط بتایا ہے۔

"حیدر۔۔ میری غلطی ہے، میں نہیں دیکھ، آئی ایم سوری، اسے اتنی چوٹ آگئی میں نے خیال نہیں کیا، اتنا خون، یہ دیکھو"

وہ اپنی خون آلود ہتھیلیاں اسکے سامنے پھیلائے بے ربط جملے ادا کرتے رو رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا اسے تمھارا پرانا کمرہ دیکھنا ہے، ہم اوپر گئے تھے، واپسی پر ہادی بھاگ رہا تھا میرا دھیان اسکی طرف تھا، میں دیکھ نہیں پائی، اسکا " پاوں سلپ۔۔ میں کیسے بے دھیانی کر سکتی ہوں، میں نے ہادی کے لئے اس پر سے مظر ہٹائی اور اور وہ، آئی ایم سوری مجھے نہیں سمجھ

آرہا۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں، تم مجھ پر یقین کر کے اسے چھوڑ کر جاتے ہو، اسے اتنی چوٹ آئی ہے، اتنا سارا خون، وہ اتنا چھوٹا سا ہے، میری غلطی ہے، میں نے کیسے۔۔۔

"شش"

حیدر نے اسکی بات کاٹ کر اسے خود سے لگایا۔

بچوں کو چوٹ لگ ہی جاتی ہے، میں ہوتا تمھاری جگہ تو میں بھی ہادی کو دیکھتا کیونکہ وہ چھوٹا ہے، مزئیر بڑا ہے اسے سیڑھیاں اترنا آتی ہیں، "
"حادثہ تھا یہ، کسی کی غلطی نہیں ہے، تم رونا بند کرو، وہ ٹھیک ہے اب، صرف تین سٹیچز لگیں گے

وہ اسکی سر کی پشت تھپکتے اسے تسلی دے رہا تھا، جس کی ہچکیوں میں خاطر خواہ کمی آئی تھی حیدر کے الفاظ کے سبب۔

"تم اکیلی آئی ہو؟، ممی لوگ کہاں ہیں؟"

وہ اسکے بالوں پر ہولے سے ہاتھ پھیرتے پوچھ رہا تھا۔

مجھے خیال ہی نہیں آیا کسی کو بتانے کا، ولایت کو کہا کہ ہادی کو ممی کے پاس چھوڑ آئے اور خود نظیر کے ساتھ یہاں آگئی، آتے ہوئے "
رستے میں تمھیں کال کی بس۔۔ میں نے ایسی سچویش کبھی ہینڈل نہیں کی میں اتنا ڈر گئی تھی، اتنا خون، مزئیر اپنی چوٹ بھلائے مجھے تسلی
"دے رہا تھا، وہ میرا اتنا بہادر بیٹا ہے اور میں۔۔ تم مزید چند منٹ نہ آتے تو میں۔۔ میں پتا نہیں کیا کرتی

وہ زکام زدہ آواز میں سسکیاں لیتی حیدر کے وجود میں اپنے تمام خوف اور ڈروں سے چھپ جانا چاہتی تھی۔

ماہ تمام میں گزرے اس ایک لمحے کے بعد وہ اس سے کئی دن سے کترائی کترائی سی تھی۔

نا محسوس سا فاصلہ برتنے کی کوشش سامیہ کی طرف سے مسلسل تھی۔ پر آج اندیشوں، پچھتاووں اور خوف میں گھرے اسے صرف حیدر کو بلانا ہی یاد رہا، اور اس کی موجودگی سے جو اسکے دل کو تسلی ملی تھی شاید کسی اور کے ہوتے نہ ملتی۔

"تم نے سب اچھے سے ہینڈل کیا ہے، میں نہ بھی آتا تو تم کر لیتیں۔۔"

میں نے ڈاکٹر کو بہت دفعہ کہا ہے پر وہ سیریس ہی نہیں لے رہے، اسٹیچز کے بعد ہیڈ سی ٹی کرانا ہے، سر کی چوٹ ہے، مجھے کوئی "
رسک نہیں لینا، وہ کہہ رہے ضرورت نہیں ہے، پر کیسے ضرورت نہیں ہے تم انھیں کہو کہ ضرورت ہے، تم پلیز ان سے کہنا، میں اپنے بیٹے
"کو ایسے گھر نہیں لے جاوں گی، تم ان سے کہو۔۔

وہ کہتے کہتے پھر رو پڑی۔

"میں کہوں گا اور اگر انھوں نے منع کیا تو ہم کسی اور ہاسپٹل سے کروا لیں گے ڈونٹ وری، رونا بند کرو، بس اب۔۔"

حیدر نے اسے خود سے ذرا سا الگ کر کے اسکے آنسو پونچھے، وہ سمجھ سکتا تھا سامیہ ہیڈ سی ٹی پر کیوں زور دے رہی تھی اور سر کی معمولی سی چوٹ نے اسے کیوں اتنا حواس باختہ کر دیا ہے۔

امان کے دماغ کی شریان ایسی کسی پرانی چوٹ سے جمنے والے خون سے پھٹی تھی۔ یہ حادثہ اتنا بڑا نہیں تھا جتنا سامیہ کا اس سے جڑا ڈر بڑا تھا۔

کچھ لمحے بعد ڈاکٹر نے آپریٹنگ روم سے باہر آکر انھیں مزئیر سے ملنے کی اجازت دی تو حیدر اسکا ہاتھ تھامے کمرے کی جانب چل دیا۔

#-----------------#

" مزئیر، دوا کا ٹائم ہوگیا ہے"

سامیہ پانی کا گلاس لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

مزئیر بیڈ پر لیٹا لیپ ٹاپ گود میں کشن پر رکھے ملیسہ سے بات کر رہا تھا۔ پیشانی پر ایک چھوٹی سی بینڈیج کے علاوہ تین دن پرانی چوٹ کے کوئی آثار نہیں تھے، پر سامیہ اسے پلنگ سے کم ہی اترنے دے رہی تھی۔

ملیسہ اسکی چوٹ کے سبب دن میں دو تین دفعہ بات کرتی تھی۔

اسنے ملیسہ کی طرف پیٹھ کئے جھک کر مزئیر کے منہ میں چمچ رکھا۔

"سامیہ ؟ "

ملیسہ نے اسے پکارا تو وہ مزئیر کے لبوں سے پانی کا گلاس لگاتی پلٹی۔

اسنے ملیسہ کو صرف تصویروں میں ہی دیکھ رکھا تھا۔ دو دفعہ یو ایس جانے کے باوجود انکی ملاقات نہیں ہو پائی تھی، پہلی مرتبہ وہ کام کے سلسلے میں دوسرے شہر گئی ہوئی تھی، دوسری مرتبہ اسکی اور حیدر کی ڈائیورس کے بعد ملنے کا جواز ہی ختم ہو گیا تھا۔

پر اسنے ملیسہ کو یوں نہیں دیکھا تھا جیسے آج دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت خوبصورت تھی، سرخ سیدھے بال، سپید شفاف رنگت، تراشے ہوئے نقش، مینی کیورڈ لامبی انگلیوں والے ہاتھ، وہ اس وقت ٹی شرٹ میں بہت سادہ سے حلیے میں تھی اور پھر بھی اتنی جاذب نظر۔

سامیہ کو نجانے کیوں احساس کمتری ہوا۔

ملیسہ اس سے مزئیر کے ڈاکٹرز، دوا، صحت کے متعلق تشفی کر رہی تھی۔ اسکی حیدر سے بات ہوتی تھی پر وہ ماں تھی اتنی دور تھی۔

اسے جتنی تسلیاں دی جاتیں کم تھیں۔

"بہت شکریہ مزی کا اتنا خیال کرنے کے لئے یہ تمھارا بہت ذکر کرتا ہے "

ملیسہ واقعی شکر گزار تھی۔

"اینڈ آئی ایم رئیلی سوری فار امان، مجھے بہت افسوس ہے، وہ بہت خوبصورت انسان تھا "

اسے جیسے بات کرتے کرتے یاد آیا۔

سامیہ سمجھ نہیں پائی کہ ڈیڑھ دو سال بعد کی جانے والی تعزیت پر کیا رد عمل دے۔ وہ سر ہی ہلا سکی۔

"تم اب بھی اپنے ان لاز کے ساتھ رہتی ہو؟ آئی تھاٹ تم اپنے گھر واپس جا چکی ہوگی "

اسے ملیسہ کے سوال کا پس منظر سمجھ نہیں آیا۔

"مام یہ دادا دادی کے پاس کیوں رہیں گی، مما ہمارے ساتھ رہتی ہیں ناں "

مزئیر نے سامیہ کی جگہ جواب دیا۔

اسکے لئے ملیسہ اور سامیہ کا بات کرنا بہت پر جوش کر دینے والی بات تھی۔

"ود یو اینڈ ڈیڈ؟ "

ملیسہ نے دوبارہ پوچھا۔

اس میں پوچھنے والی کیا بات تھی؟

" یاہ، شیز مائے مما، ڈیڈز وائف، ویئر ایلس شی ول لِو؟ (yeah she is my mama, dad's wife, where else she will live?)"

مزئیر نے معصومانہ سمجھداری سے ہاتھ سوالیہ انداز میں اٹھائے۔

اور سامیہ نے ملیسہ کے چہرے پر ابھرنے والا شاک دیکھا۔

وہ نہیں جانتی تھی؟ حیدر نے اسے اپنی شادی کے متعلق نہیں بتایا تھا؟ کیوں؟

اس پر کچھ دیر قبل ہونے والا احساس کمتری دوبارہ ہاوی ہوا۔

وہ اتنی ارزاں تھی کہ حیدر نے ملیسہ سے اسکا ذکر تک ضروری نہیں سمجھا۔

"اف کورس شی ولڈ "

وہ مسکرائی۔

ملیسہ نے ایک لمحے کے اس شاک کے بعد خود کو سنبھال لیا تھا.

حیدر اپنے انکل اور آنٹی کو ممی اور ڈیڈ بلاتا تھا، مزئیر سامیہ کو مما بلاتا تھا تو اس میں کوئی ٹھٹکنے والی بات نہیں تھی۔ اسے لگا یہ وہاں کا کلچر ہوگا۔

اسنے سامیہ کو ایک نظر اور دیکھا۔ سنجیدہ سی گہری آنکھوں والی گھنے بالوں اور پلکوں والی اپنے حلیے سے بے نیاز خوشکل سی لڑکی، جس کی شخصیت میں سمجھداری، ذمہ داری سب کے باوجود معصومیت سی تھی۔

وہ حیدر کے ساتھ یقیناً اچھی لگتی ہوگی۔

ایک لمحے کو احساس زیاں جاگا، جسے اسنے کمال خوبی سے دبایا۔

وہ ایک باوقار عورت تھی۔ چند مزید باتیں کر کے اسنے کال بند کردی یہ جتائے بنا کہ اسے نہیں پتا تھا۔

حیدر کا رویہ بہت وقت سے ایک خاص فاصلہ برقرار رکھے ہوئے تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ وہ کسٹڈی بیٹل کو لے کر اب تک ناراض ہے شاید۔

وہ ناراض نہیں بس ان اویلایبل (unavailable) تھا.

#-----------------#

وہ کچن میں موجود چھوٹی سی ڈائیننگ ٹیبل پر بیٹھی بچوں کے لئے پھل کاٹ رہی تھی۔ حیدر کُکنگ رینج کے ساتھ کھڑا ملیسہ سے بات کرتے ہوئے قیش (ایک فرنچ ڈش) کے لئے پالک کے چھوٹے پتے الگ کر رہا تھا۔ وہ کبھی کبھار ویکنڈ پر برنچ یا ڈنر کے لئے خود ککنگ کر لیا کرتا تھا۔ وہ ایک اچھا کک تھا۔

سامیہ بہت سُستی سے حیدر اور ملیسہ کی گفتگو سنتے سیب کا چھلکا اتار رہی تھی۔
اسے چند دن پہلے ملیسہ سے ہونی والی گفتگو نے الجھا رکھا تھا۔
اتنا تیز ہے تمہارا مزی، اسکول میں ایکسٹرا لینگویج کلاسس میں فرنچ کے لئے سائن اپ کر کے آیا ہے، پی ٹی آیم پر میں گیا اور ٹیچر اسکی "
"کونک لینگوئج لرننگ ایبیلیٹی کی تعاریف کرتے نہیں تھک رہی، یہ تو اب مجھے ہی پتا تھا کہ جناب کو پہلے سے آتی ہے فرنچ
حیدر ملیسہ کو مزے لے کر مزئیر کی بابط بتا رہا تھا۔
وہ کیوں اتنا مسکرا رہا تھا، سامیہ کی سیب پر گرفت تیز ہوئی۔
"مجھ پر؟ نہیں تو، سمارٹ شارٹ کٹس کے معاملے میں تم پر گیا ہے وہ، ہر چیز کا کوئی آسان سست حل ہوتا ہے اسکے پاس "
اسنے پالک بھرا ڈونگا ایک طرف رکھ کر پیاز کاٹنی شروع کی۔
وہ کتنا بے تکلف تھا ملیسہ سے، وہ شروع سے ایسے تھے بس سامیہ کو اب احساس ہو رہا تھا اور کافی زیادہ ہو رہا تھا۔
اسے امان سے کچھ سال پہلے یو ایس سے کی جانے والی وہ ویڈیو چیٹ یاد آئی۔
وہ حیدر کے سٹوڈیو اپارٹمنٹ کے کاوچ پر ٹیک لگائے بیٹھا اسے سن کم اور دیکھ زیادہ رہا تھا۔
میں نے کیانی صاحب کو کہا کہ انھوں نے ہمیں کیا اتنا بے وقوف سمجھا ہوا ہے، ڈیمیجڈ گڈز سپلائی کر کے ڈبل پیمنٹ لیں گے۔۔ یہ "
" حیدر کے ساتھ کون ہے؟
سامیہ نے بات کرتے کرتے اس سے پوچھا۔
امان کے پیچھے فلیٹ کا داخلی دروازہ نظر آرہا تھا جہاں حیدر کے ساتھ غلاباً کوئی عورت کھڑی تھی پر کیمرہ میں ٹھیک سے نظر نہیں آرہی تھی۔
"ملیسہ ہے، مزئیر کو ڈراپ کرنے آئی ہے "
امان نے کان میں ائیر پوڈ ٹھیک کرتے ہوئے بتایا۔
تب ان دونوں کی طلاق کو محض چند ماہ ہی ہوئے تھے۔
ہوں، تو میں کہہ رہی تھی کہ کیانی صاحب نے مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر کے اچھا نہیں۔۔ یہ کیا کر رہی ہے ملیسہ" سامیہ کی بات کرتے "
کرتے آنکھیں پھٹیں۔
امان کی اپنی وڈیو سکرین مے کونے میں چھوٹی سی آنے کے سبب اسے اپنے پیچھے کیا ہو رہا تھا نظر نہیں آیا۔
اسنے سامیہ کے کہنے پر پیچھے مڑ کر دیکھا تو فوراً لاونج سے بھاگ کر گیلری میں آیا۔
ملیسہ حیدر کے ہاتھ میں موجود مزئیر کو بہت سے الوادئی بوسے دینے کے بعد اب حیدر کو بھی اسی انداز میں خدا حافظ کر رہی تھی۔
"کیا کرتی ہو یار، کتنا اِل مینرڈ لگا ہونگا میں یوں گردن موڑ کر انھیں دیکھتے ہوئے۔ مجھے لگا پتا نہیں کیا ہوگیا"
وہ اب گیلری میں کھڑا فون سامنے کیے سامیہ سے سر جھٹکتے مخاطب تھا۔
"اِل مینرڈ بھی تم لگے ہوگے اور وہ جو کر رہی تھی؟ یہی سب کرنا تھا تو ڈائیورس کیوں لی تھی اسنے، اللہ "
سامیہ کو اب تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

اسے اصل میں مسئلہ شادی شدہ ہونے کے لیبل سے تھا، حیدر سے تھوڑی، اور دوسرا وہ فرنچ ہے یہ قوم اجنبیوں سے بھی ایسے ہی ملتی "
"ہے، تم بس اپنے اندر کا دیسی کبھی مرنے نہ دینا

نہیں میرا مطلب تھا کہ ایسے ہی رہنا تھا تو پھر بچے بچارے کو خوامخوا میں رول۔۔ ایک سیکنڈ، ایک سیکنڈ، پھر تو یہ تم سے بھی ایسے ہی ملتی "
"ہوگی، امان! تم فوراً نیکسٹ فلائٹ سے واپس آو ورنہ میں خود پہنچ رہی ہوں وہاں

اسے بات کرتے کرتے خیال آیا، اور اب سامیہ کی چیختی آواز امان کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

تمھارے اسی خونخوار پنے کے چکر میں میں اسے دور سے ہاتھ ہلا کر بھاگ جاتا ہوں، اور وہ حیدر کو کہتی ہے کہ اسکا بھائی کتنا روڈ ہے، دیکھو "
"ذرا مجھے اور کوئی روڈ کہے

امان نے آنکھیں میچ کر اسکی چیختی آواز اپنے کانوں میں جذب کرتے صفائی دی۔

"تم روڈ ہی اچھے ہو، میں تمھیں پھر وارن کر ہی ہوں "

.سامیہ نے باقاعدہ انگلی اٹھا کر اسے دھمکایا

اور وہ ہنس دیا۔

"جیلیس ہوتے ہوئے تم کیوٹنس میں مزئیر کو بھی مات دے جاتی ہو "

"کوئی جیلس نہیں ہو رہی میں "

وہ اسکی والہانہ نگاہوں کا اثر زائل کرتے ہوئے صاف مکری۔

"ہو تو رہی ہیں آپ مدام "

امان نے کچھ فخریہ سے انداز میں بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"زیادہ اڑو نہیں تم اب "

سامیہ نے اسے نہیں بتایا کہ وہ یوں اسے چھیڑتے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے کتنا پیارا لگ رہا تھا۔

وہ کم ہی بتاتی تھی، اظہار کا شعبہ امان کا تھا۔ وہ اپنی محبت اس پر حق جتا کر، دھونس جما کر ظاہر کرتی تھی۔

.سامیہ؟" اسے یادوں کی وادی سے حیدر کی آواز کھینچ لائی"

ہاں؟" وہ جیسے ہوش میں آئی۔"

"میں پوچھ رہا ہوں تم ساسجز کھا لو گی یا شریڈڈ چکن ڈالوں؟ تم ٹھیک ہو؟ "

وہ شاید اپنا سوال پہلے بھی دہرا چکا تھا جسے سامیہ سن نہیں پائی تھی۔

"نہیں، ہاں، بس کچھ سوچ رہی تھی میں، دونوں ٹھیک ہیں، تم دیکھ لو "

اسنے سیب کو دیکھا جس کے چھلکوں کے بعد اب پھل بھی چھلکوں کی صورت بہت سا کٹ گیا تھا۔

اور اسے ذرا پروا نہیں تھی کہ وہ اپنی اس فرنچ ڈش میں کیا ڈال رہا ہے، وہ پاکستانی کھانے بھی تو بنا سکتا تھا؟ فرنچ ہی کیوں؟

"میری ملیسہ سے بات ہوئی تھی ایک دو ہفتے پہلے "

اسنے پوچھنے کی ٹھانی، وہ کب تک خود سے چیزیں اخذ کرکے الجھتی رہے گی، بہتر تھا وہ حیدر سے پوچھ لیتی۔

"اچھا؟"

وہ رخ موڑے کھڑا انڈے اور کریم پھینٹ رہا تھا۔

"تم نے اسے میرے بارے میں نہیں بتایا تھا؟ "

اسنے کچھ سوچ کر الفاظ ترتیب دیے۔

"کیا؟ "

حیدر نے ایک لمحہ ہاتھ روک کر سوال کیا۔

"میرے بارے میں حیدر "

اسنے اتنی مشکل سے بنا کسی بھاری لفظ کا استعمال کئے یہ جملہ ترتیب دیا تھا جو حیدر کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"تمھارے بارے میں کیا سامیہ ؟ "

حیدر نے سنجیدگی سے سوال کرتے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ اسے پہلے دفعہ واقعی سمجھ نہیں آیا تھا پر اب وہ صرف سامیہ کے منہ سے ان دونوں کے مابین تعلق کا اقرار سننے کے لئے نہ سمجھنے کی اداکاری کر رہا تھا۔

"یہی کہ۔۔ وی آر میریڈ"

اسنے بہت ٹھہر کر بمشکل جملہ مکمل کیا۔

زبان سے اقرار کر لیا جائے تو حقائق آنکھوں کے سامنے اپنے ہونے کا احساس دلانے کے لئے رقص کرنے لگتے ہیں۔

"ہاں ضروری نہیں سمجھا"

اسنے بہت سادہ سا جواب دیا۔

وہ اسکے غیر ضروری ہونے کا اعلان کس قدر معمول کے انداز میں کر رہا تھا۔ چاندنی رات کے اس ایک لمحے میں جو جذبے اسنے حیدر کی آنکھوں میں دیکھے تھے وہ اسے دوبارہ کھوجنے پر بھی نہیں ملے۔ وہ جس احساس سے نظریں چرا رہی تھی وہ تو فقط اسکا وہم تھا۔

اسے احساس توہین سے زیادہ دکھ ہوا۔

"تم نے میرا ذکر کرنا ضروری ہی نہیں سمجھا۔۔ "

اسنے خود اذیتی سے پُر خود کلامی کے انداز میں جملہ ادا کیا۔

حیدر نے اسکے انداز پر غور کیا تو فوراً سمجھ آیا کہ وہ کیا سمجھی ہے اور کتنا غلط سمجھی ہے۔

نہیں تمھارا، ہماری شادی کا ذکر ملیسہ سے کرنا غیر ضروری سمجھا، میری ملیسہ سے بات بس مزئیر کے متعلق ہوتی ہے، اسکے علاوہ میری "

"پرسنل لائف میں کیا ہو رہا ہے اسکا جاننا ضروری نہیں ہے

وہ کرسی کھینچ کر اسکے برابر بیٹھا۔

آنچ تیز تھی مکھن جلنے کا خطرہ تھا پر یہاں جو سامیہ کا چہرا دھواں ہو رہا تھا اسکے لئے وہ کچھ بھی آگ میں جھونک سکتا تھا۔

میں ایک پرائیوٹ پرسن ہوں، ملیسہ مزئیر کی ماں ہے اور میرے لئے بہت ہی قابل احترام ہے لیکن میری پرسنل لائف میں اب اسکی کوئی "
"جگہ نہیں بنتی سپیشلی میرا ریلیشن شپ سٹیٹس کیا ہے یہ سب میں اسے کیوں بتاوں گا؟

سامیہ کے چہرے کے تاثرات اب ٹھیک ہو رہے تھے۔

حیدر نے کہا تو اسے بھی یاد آیا کہ چاہے وہ ملیسہ سے کتنی ہی بے تکلفی سے بات کرے پر موضوع گفتگو مزئیر کے علاوہ کبھی بھی کچھ اور نہیں ہوتا تھا۔

وہ اسے بتا رہا تھا کہ ملیسہ ضروری نہیں رہی تھی۔

اسکی یقین دہانی پر سامیہ نے اپنا ملیسہ سے موازنہ کرنا بند کیا۔

وہ کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، کیا فرق پڑتا تھا۔

سامیہ نے ایک اور سوال کیا۔ "تم نیو یارک گئے تھے تو کہاں سٹے کیا تھا؟ "

"اپنے اپارٹمنٹ میں، تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ "

حیدر اسکے چہرے سے دھواں چھٹتا دیکھ اپنی ڈش کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا۔

وہ کیوں پوچھ رہی تھی؟ اسنے حیدر کا سوال خود سے کیا۔

یہ اقرار کتنا مشکل تھا کہ اسنے اس گزرے ایک ہفتے میں کیا کچھ اخذ نہیں کر لیا تھا، ان کے درمیان بے تکلفی، ملیسہ کی حیدر کی شادی سے بے خبری، نیو یارک میں گزرا وہ ایک ماہ۔۔ اور سب سے مشکل سوال یہ تھا کہ اسے یہ سب اتنا بے چین کیوں کئے ہوئے تھا۔

آج حیدر کی یقین دہانی نے اسکے جلتے دل پر پھوار سا کام کیوں کیا۔

اسے کیا ہونے لگا تھا، ان سب باتوں سے اسے کیوں فرق پڑنے لگا تھا۔

نہیں ایسے ہی" وہ کہتے فروٹ باول پکڑے اٹھ گئی ".

جذبات دلدل کی مانند ہوتے ہیں جتنی جدوجہد سے ان سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی جائے ہم اتنا ہی انکے اندر دھنستے چلے جاتے ہیں۔

حیدر نے یہ بات سالوں قبل سیکھی تھی، سامیہ اب سیکھ رہی تھی۔

#-----------------#

"مس، مجھے فائق احمد سے ملنا ہے، میرا نام حیدر امیر ہے، ہز کزن "

وہ ریسپشن سے فائق کے آفس کا پتا پوچھتا اب اسکی سیکرٹری سے مخاطب تھا۔

فائق نے اسے صبح کال کر کے تین بجے سے پہلے آفس آنے کا کہا تھا، کوئی ضروری پیپرز سائن کرنے تھے۔ وہ اپنے آفس سے لنچ بریک سے آدھا گھنٹا پہلے اٹھ آیا یہاں آنے کے لئے۔

"سر آپ نے اپائنٹمنٹ لی تھی؟ "

سیکرٹری نے معمول کا سوال کیا۔

"نہیں، اسنے کہا تھا میں کسی بھی وقت اس سے آکر مل لوں۔ "

سوری سر، باس نے آپ کے آنے کے متعلق مجھے کوئی بریفنگ نہیں دی اینڈ میں آپ کو جانے دیتی پر سر کی وائف آئی ہوئی ہیں، وہ "

"میم کے ساتھ لنچ کر رہے تو مجھے اسٹرکٹ آرڈرز ہیں کہ انھیں دسٹرب نہ کیا جائے، آپ اگر کچھ دیر ویٹ کر لیں

وہ لڑکی معذرت خواہانہ انداز میں گویا ہوئی۔

"شیور، تھیکنس "

حیدر کہتا ہوا لوبی میں موجود صوفوں پر بیٹھ گیا۔ وہ اب ایک طائرانہ نظر آس پاس ڈال رہا تھا۔ یہ کمپنی ڈیڈ اور ابا نے مل کر کھڑی کی تھی۔

سامنے بنے کاریڈور کے دائیں جانب اسکے ابا کا آفس ہوا کرتا تھا۔

وہاں بہت کچھ بدل گیا تھا۔ اسے تو یاد بھی نہیں تھا کہ وہ آخری دفع کب آیا تھا یہاں۔

سوچوں کے سلسلے کو فون کی گھنٹی نے توڑا۔

"یار تم آئے نہیں، میں انتظار کر رہا ہوں "

فائق نے سلام دعا بھی نہیں کی ، اسے ضروری دستخط چاہیے تھے حیدر کے ایک نئے پروجکٹ پر انوسٹمنٹ منظور کرانے کے لئے۔

"آگیا ہوں "

"تو کہاں ہو؟ "

"لابی میں"

"وہاں کیا کر رہے ہو؟ "

"انتظار "

"کس کا؟ اوہ۔۔"

فائق نے فون رکھ دیا اور دس سیکنڈ بعد وہ اسی کوریڈور میں بنے ایک دروازے سے نمودار ہوا اور اسکے سامنے سے گزرتے ہوئے کچھ برہم سے انداز میں سیدھا اپنی سیکرٹری کے کیوبکل تک گیا۔

حیدر فوراً اسکے پیچھے آیا، سیکرٹری کو متوقع درگت سے بچانے کے لئے۔

"مس زارا، میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں آپ نے کس حیثیت سے حیدر کو لابی میں انتظار کرنے کا کہا ہے؟ "

"سر وہ ۔۔۔ "

وہ اس اچانک افتاد پر اچھی خاصی گھبرائی۔

"جائیں اور سارے سٹاف کو اکھٹا کر کے لائیں، سیکیورٹی گارڈز کو بھی ،فوراً "

فائق نے اسکی وضاحت سنے بنا ایک اور حکم صادر کیا۔

وہ بچاری لڑکی سر پر پیر رکھ کر بھاگی۔

"کیا کر رہے ہو یار؟ وہ کام کر رہی تھی اپنا صرف "

حیدر نے اسکی کہنی پر ہاتھ رکھا۔

"ایک منٹ مجھے ان سب سے بات کر لینے دو۔"

فائق نے اسکی نہیں سنی۔

کچھ لمحوں میں وہاں چھوٹا سا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔

"سو مس زارا پہلے مجھے اس کمپنی کا نام بتائیں جہاں آپ کام کرتی ہیں "

فائق کی توپوں کا رخ دوبارہ زارا کی طرف مڑا۔

"احمد، امیر اینڈ سنز "

زارا نے مری مری آواز میں جواب دیا۔

اب میں اپنا پرانا سوال دہراتا ہوں کہ آپ نے کس حیثیت سے احمد، امیر اینڈ سنز کے فاونڈر امیر حسن کے بیٹے جو کہ یہاں کا ففٹی "

"پرسنٹ کا مالک ہے کو لابی میں انتظار کرنے کا کہا ہے ؟

زارا کے اوسان خطا ہوئے، نوکری ہاتھ سے جاتی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

آپ سب بہت غور سے سن لیں حیدر امیر یہاں جب چاہے آسکتے ہیں جس آفس میں جانا چاہیں جاسکتے ہیں، یہ آپ سے جو ڈاکیومنٹ "

"مانگیں آپ انھیں دینے کے پابند ہیں، جو آرڈر کریں آپنے ماننا ہے

فائق اپنے ہر ماتحط کو ایک ایک نظر دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"ایم ائی کلیئر؟ "

جسکا جواب سب نے کورس میں یس سر کہہ کر دیا۔

"گڈ، آپ سب جاسکتے ہیں، تم آو میرے ساتھ "

وہ سب سے کہتا آخر میں حیدر سے مخاطب ہوا۔

"اس سب کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی ویسے، میں جب یہاں آتا ہی نہیں ہوں تو ظاہر ہے یہاں مجھے کوئی نہیں پہچانتا ہوگا "

تمھیں اندازہ نہیں ہے میں کتنا شرمندہ ہوا ہوں، کیا سوچتے ہوگے تم کہ میں ہر چیز پر ایسے قابض ہوگیا ہوں کہ تمھیں اپنی ہی کمپنی میں "

"یوں انتظار کروایا جا رہا ہے

"شٹ اپ، میرا دماغ خراب نہیں ہوا کہ یہ سب سوچوں"

وہ فائق کے آفس میں آگے پیچھے داخل ہوتے ایک دوسرے سے ہمکلام تھے۔

"ہم تمھارا لنچ پر ویٹ کر رہے تھے اتنا لیٹ آئے ہو تم "

نمیرا حیدر کو دیکھ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"اپنے شوہر پر چیک رکھو بہت زیادہ سوپ اوبراز دیکھنے لگا ہے یہ "

وہ نمیرا کے مقابل رکھے صوفے پر ٹکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ہاتھ میں پکڑی فائل اسنے درمیان میں موجود میز پر رکھی۔

فائق نے فائل کے متعلق پوچھا۔ "یہ کیا ہے ؟ "

"تم پہلے بتاو کہاں سائین کرنا ہے پھر بتاتا ہوں "

"مجھے پندرہ منٹ دو میں سارے ڈاکیومنٹس ڈیڈ کے کیبن سے لاتا ہوں، اب تمھیں روز روز کیا تنگ کروں میں "

فائق کہتا ہوا دوبارہ باہر نکل گیا۔

"مجھے زرا تمھاری خبر لینی تھی اچھے ہاتھ لگے ہو "

چند ادھر ادھر کی باتیں کر کے نمیرہ نے اس گھیرا۔

"میں نے کیا کیا ہے ؟ "

حیدر کو تعجب ہوا۔

"سامیہ کو کیوں ملیسہ سے ان سیکیور کرتے پھر رہے ہو، شرم ورم آتی ہے کہ نہیں ؟ "

وہ کچہری لگانے کے موڈ میں تھی۔

"میں نے ؟ میں نے اسے ملیسہ سے ان سیکیور کیا ہے ؟ یہ تمھیں اسنے کہا ہے ؟ "

وہ حیرت سے مر جاتا بھی تو کم تھا۔

یہ تو نہیں کہا پر اس دن ہم پارلر گئے تھے تو جب میں نے اسے کہا کہ بال کلر کروا لے تو وہ کہتی ہے بھابھی آپ نے ملیسہ کے بال "

"دیکھیں ہیں وہ قدرتی سرخ ہیں میں کچھ بھی کر لوں میرے بال ویسے نہیں ہو سکتے، اب اسکا تو یہی مطلب ہوا ناں

"یہ سامیہ نے کہا؟ واقعی؟ مطلب وہ جیلس ہوئی ؟ "

وہ بہت خوشی سے مسکرا کر پوچھ رہا تھا، اچانک گفتگو میں اس کی دلچسپی بڑھ گئی۔

"تچ، تم سے یہ امید نہیں تھی مجھے، معصوم بیویوں کا دل جلا کر کون سی انا کو تسکین ملتی ہے تم مردوں کی؟ "

نمیرہ کو حیدر کے خوش ہونے پر افسوس ہوا ۔

وہ کیا کہتا اسے کہ اگر سامیہ جیلس ہوئی تھی تو اسکا مطلب تھا کہ وہ اسکے لئے کچھ محسوس کرتی تھی، کہ اسے فرق پڑتا تھا، اسے پروا تھی۔

اسے اب سامیہ کا ملیسہ کو ان کی شادی کے بارے میں لاعلم رکھنے پر ردعمل سمجھ آرہا تھا۔

وہ اتنے بڑے انکشاف پر خوش بھی نہ ہوتا اب؟

میں نے کچھ نہیں کیا وہ پتا نہیں کیوں سمجھی ایسا۔۔اور تم کیوں اسے بال رنگنے کے الٹے سیدھے مشورے دے رہی تھی؟ اتنا خوبصورت "

"رنگ ہے اسکے بالوں کا

حیدر کا دھیان سامیہ کے گہرے بھورے بالوں میں اٹکا۔

اوہ، اوہ، یہاں یہ حال ہے اور ادھر وہ دوسروں کی زلفوں سے مقابلوں میں لگی ہوئی ہے ، یو گائز سیریئسلی نیڈ ٹو ٹاک، بہت بڑا کمیونیکیشن "

"گیپ ہے بھئی۔

نیرا مصنوعی افسوس میں سر ہلا رہی تھی۔
وہ کتنے عرصے سے اپنے احساسات خودتک محدود رکھے ہوئے تھا کہ دوسری طرف ایسا کچھ نہیں ہے۔ اب وہ کم از کم ایک کوشش کر سکتا تھا۔ وقت لگنا تھا پر اسے یقین تھا سامیہ اپنی ہر کشمکش سے نکل کر انھیں ایک موقع دے گی۔
فائق آگیا تو وہ دونوں مصروف ہوگئے۔ سب سائن ہوگئے تو حیدر نے اپنے ساتھ لائی فائل فائق کی طرف بڑھائی۔
"یہ پاور آف اٹارنی تمھیں ٹرانسفر کر دی ہے میں نے، یہ روز روز کے سیگنیچر کے جھنجھٹ ختم ہو جائیں گے "
اس سے پہلے حیدر نے یہ امان کے نام کر رکھی تھی۔ اسکے بعد فائق مطلوبہ فائلز گھر لے آتا تھا سائن وغیرہ کے لئے۔
اسنے ایک ماہ پہلے ہی وکیل سے یہ بنوانے کا کہا تھا۔
"یہ کیا ہے حیدر؟ "
فائل میں کچھ مزید کاغذات بھی تھے۔
"اپنے کچھ شیئرز ٹرانسفر کئے ہیں میں نے، ٹیونٹی پرسنٹ، بچوں اور سامیہ کے نام "
"اس میں ثمید کا نام کیوں ہے؟"
فائق پڑھتے پڑھتے ٹھٹکا۔
"ثمید میرا بیٹا نہیں ہے کیا؟ پانچ پانچ پرسنٹ تینوں کے نام کئے ہیں، اور باقی پانچ سامیہ کے "
وہ اسے تفصیل بتا رہا تھا۔
احمد حسن اور امیر حسن کمپنی کے برابر کے مالک تھے۔ امیر کا حصہ پورا کا پورا حیدر کو وراثت میں ملا تھا جبکہ احمد کا امان اور فائق کے درمیان آدھا آدھا ہوا۔
اسے اس کاروبار میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کام نہیں کرتا تھا تو منافع پر بھی اپنا حق نہیں سمجھتا تھا۔ وہ بہت کم رقم اپنے پاس رکھ کر سالانہ پروفٹ انویسٹ کرنے کے لئے واپس بھیج دیا کرتا تھا۔
نیویارک میں اس ایک اپارٹمنٹ کے علاوہ اسنے کمپنی کے پروفٹ کو کہیں اور استعمال نہیں کیا تھا۔
پہلے یہاں امان، ڈیڈ، سامیہ اور فائق مل کر سب سنبھالتے تھے۔ امان کے بعد فائق اکیلا ہو گیا تھا۔
اسے فائق کو یوں اکیلے ہلکان ہوتے دیکھ احساس جرم ہوتا تھا۔
اس لئے اسنے اپنے شئیرز شیڈ (shed) کرنے کا سوچا۔
ثمید کو دیے جانے والے شئیرز کے بعد اب وہ اور فائق دونوں ہی تیس پرسنٹ کے مالک تھے۔
اسے اپنی جاب بہت پسند تھی، بزنس کی طرف رجحان نہیں تھا اسکا، یہ وہ آخری چیز تھی جو وہ کم از کم کر سکتا تھا۔
"اسکی ضرورت نہیں تھی حیدر "
فائق کو سمجھ نہیں آیا وہ اس سے کیا کہے۔
"پتا ہے، بس میرا دل کیا، چلو میں چلتا ہوں ایک میٹنگ ہے میری "

حیدر بات لپیٹے جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

#-----------------#

آفس سے واپسی پر کچھ دیر وہ بینک آیا تھا۔ چند کاغذات رکھوانے تھے۔ لاکر کھولا تو وہاں اماں کا زیور بھی موجود تھا۔
وہ کافی وقت سے سامیہ کو کوئی تحفہ دینا چاہ رہا تھا پر جس طرح سامیہ اپنے اخراجات تک کے لئے اس سے کوئی تعاون قبول نہیں کرتی تھی وہ جانتا تھا وہ تحفہ بھی نہیں لیتی۔
اور وہ دیتا بھی تو کس حیثیت سے؟
پر آج نمیرا کی بات نے اسکا حوصلہ بڑھایا تھا کہ اماں کے زیورات میں سے یہ سب سے خوبصورت اور نفیس لاکٹ حیدر اس کے لیے لے آیا تھا۔
وہ اسے کچھ خاص دینا چاہتا تھا اس کی ماں سے جڑی کسی شئے سے زیادہ اس کے لئے کچھ خاص نہیں تھا۔
سامیہ بہت نرم نگاہوں سے ہاتھ میں پکڑے زیورات کے ڈبے میں موجود اس لاکٹ سیٹ کو دیکھ رہی تھی۔ انگوٹھی کے ننھے سے ہیرے پر ہاتھ پھیرتے اسے سعدیہ آنٹی کا ملیح چہرہ یاد آیا۔
اسے بہت دھندلا ہی سہی پر حیدر کی مدر جنھیں وہ امان کی چچی ہونے کی حیثیت سے جانتی تھی کا محبت بھرا انداز یاد تھا۔
"اماں کی باقی جیولری بہت ٹریڈشنل سی تھی، تمھیں کبھی پہنتے نہیں دیکھا، یہی سمجھ آیا تمھارے لئے "
وہ جو سر جھکائے زیورات کو دیکھ رہی تھی، حیدر کی بات پر حیرت سے سر اٹھایا۔
"میرے لئے؟ "
لہجے میں صرف اچھنبا تھا۔
حیدر نے اسکے سوال پر سر اثبات میں ہلا کر یقین دہانی کرائی۔
"کیوں؟ "
کیونکہ اسکا دل چاہ رہا تھا، وہ یہ نہیں کہہ پایا۔
وہ سمجھی تھی وہ صرف گھر میں رکھنے کے کئے اپنی مدر کی جیولری لایا ہے۔
اس کے لئے لایا تھا وہ؟
"کیونکہ شادی کے بعد میں نے تمھیں کچھ بھی نہیں دیا، اسے ویڈنگ گفٹ سمجھ لو "
تحفے کی بھی تاویلیں دینی پڑ رہی تھیں، انکے تعلق میں ہر سادہ شئے ریاضی کے کلیوں سی پیچیدہ تھی۔
"اس فارمیلٹی کی ضرورت نہیں تھی ویسے کوئی، اور میں یہ نہیں رکھ سکتی۔ تم اپنی وائف کو دینا "
سامیہ نے دھیمے سے ہنستے ہوئے سر جھٹک کر ڈبہ بند کر کے حیدر کی طرف بڑھایا جسے حیدر نے دیکھا تک نہیں۔
نمیرا کیا کہہ رہی تھی اور سامیہ کا رویہ۔۔
وہ خود اتنی الجھی ہوئی تھی کہ حیدر کو بھی اپنے پل پل بدلتے مزاج سے الجھا دیتی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"تو اور کسے دے رہا ہوں میں؟"

کیسی بنا سر پیر کی باتیں کرتی تھی وہ۔

"یہ ہمارا مصنوعی تعلق ہے۔ پر یہ، یہ تمہاری مدد کا ہے۔ آئی مین اصلی والی، اور اگر کوئی اور چیز ہوتی تو میں بھی فارمیلٹی نبھانے کے لئے رکھ لیتی، پر یہ، یہ تمہاری مدد کا ہے۔ ہمارا یہ مصنوعی تعلق ان کی کسی بھی نشانی کی توہین ہوگا۔ میں نہیں لے سکتی۔"

اب کہ اسنے ڈبہ حیدر کے ہاتھ میں پکڑیا اور خود جانے لگی۔

ایک قدم کے بعد وہ بے اختیار رکی، حیدر کا اسکے سامنے پھیلا بازو راستہ مفقود کر چکا تھا۔

وہ حیدر تھا، اسنے ساری عمر کبھی کوئی فارمیلٹی نہیں نبھائی تھی۔

"تمھیں کیا میں پاگل لگتا ہوں جو اپنا اچھا بھلا پر سکون گھر چھوڑ کر تیسری شادی کرنے نکل پڑوں گا؟"

اسنے کچھ بگڑ کر پوچھتے ہوئے اسکا ہاتھ تھاما اور اس پر وہ ڈبہ رکھا۔

سامیہ کو اسکے انداز پر حیرت ہوئی جو اب اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہا تھا۔

"اصلی، نقلی، مصنوعی تم جو کہو تمھاری مرضی، پر وائف تو اب تم ہی ہو، اور یہ گارنٹی میری ہے کہ یہ تمھیں پہنتے دیکھ اماں کو خوشی ہی ہوتی"

وہ کہہ کر رکا نہیں۔

بہت عام سے لہجے میں بولے جانے والے جملے بھی اسکی آنکھوں کی آنچ کے سبب معنی بدل جاتے تھے۔

جب وہ آنکھیں چپ ہوتیں تو وہ ان میں معنی کے استعارے کھوجتی تھی اور جب بولنے لگیں تو وہ یوں ہی نظریں چرا کر بے پرواہ بن جاتی۔

وہ ان بولتی آنکھوں کا کیا کرے؟

اپنے دل کا کیا کرے؟

وہ وھیں کھڑی مخملیں نیلے ڈبے کو دیکھتے خود سے سوال کر رہی تھی۔

#-------------------#

اوائل سرما کی ڈھلتی دھوپ کی تاثیر سکون آور تھی۔

وہ اپنے رہائیشی علاقے کے پارک میں موجود بینچ پر بیٹھی ہادی اور مزمیر کو گیند سے کھیلتے دیکھ رہی تھی۔

ہادی نے نیا نیا چلنا شروع کیا تھا اور وہ شاید بیٹھنا بھول گیا تھا۔

وہ یا سارا دن چلتا تھا یا پھر تھک کر سو جاتا۔

اب بھی وہ مزمیر کے ہاتھ میں پکڑی گیند لینے اسکے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

سامیہ کی نظر اسکے قدموں پر تھی کہ کہیں وہ لڑکھڑا کر گر نہ پڑے۔

حیدر اسکے برابر ٹانگیں سیدھی کیے بہت ریلیکس انداز میں بیٹھا فون استعمال کر رہا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سامیہ کو کبھی کبھی حیرت ہوتی تھی کہ وہ دفتر میں آٹھ گھنٹے سیدھے فارمل انداز میں روز کیسے بیٹھ لیتا ہوگا۔

آج موسم اچھا تھا تو وہ بچوں کو لے کر کچھ دیر کے باہر نکل آئے۔

"تم کہہ رہے تھے اس دن کہ تم کبھی بھی اس تعلق سے نکل کر آگے بڑھنا نہیں چاہو گے "

حیدر کی موبائل سکرین پر تھرکتی انگلیاں سامیہ کی آواز پر ساکت ہوئیں۔

اسنے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ نظریں غروب آفتاب پر جمائے اس سے مخاطب تھی۔

"ہاں "

وہ اور کیا کہتا؟

"اگر میں جانا چاہوں تو؟"

سابقہ انداز میں سامیہ نے یہ سوال کیا، حیدر کی دل کی دھڑکن ایک لمحے کو ساکت ہوئی۔

وہ جواب نہیں دے پایا۔

وہ یقین نہیں کر پایا کہ اس سے یہ کہا گیا ہے۔

ہم کب تک کھینچ سکتے ہیں اس بے روح تعلق کو، زندگی رہی اگر تو کچھ وقت بعد، ایک دہائی شاید، تب اگر میں جانا چاہوں؟ تم زندگی سے "

" دوسرا موقع نہیں چاہتے، فلحال میں بھی نہیں چاہتی، پر کبھی اگر دل نے آگے بڑھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔۔

بے روح؟ وہ کتنی ظالم تھی کیسے کیسے لفظ استعمال کرتی تھی۔۔

وہ اب بھی خاموش تھا۔

سامیہ کو لگا وہ شاید بات نہیں کرنا چاہتا۔

اسنے بھی گزشتہ اوڑھی چپ پھر سادھ لی۔

آسمان پر گلابی اور سرخ رنگ بکھرنے لگے۔

"یہ تمھارا فیصلہ ہو گا "

کئی ساعتیں گزرنے کے بعد حیدر نے بھی ڈھلتے سورج پر نظر ٹکائے کہا۔

"میں تمھیں نہیں روکوں گا"

وہ یہی سننا چاہتی تھی پر اسے سن کر دکھ ہوا۔

وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ اسے نہیں جانے دیگا یا یہ کہ وہ رک جائے۔

وہ کیسے سوال کرنے لگی تھی جن کہ مثبت اور منفی دونوں جواب ایک سی تکلیف سے دوچار کرتے تھے۔

"لیکن۔۔ "

وہ کہہ کر رکا، سامیہ نے اسے دیکھا، اسکی نظروں کا زاویہ بدلا۔

وہ اب سامیہ کے چہرے پر ٹکیں تھیں۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"میں چاہوں گا، بلکہ ریکویسٹ ہی کر سکتا ہوں کہ اس سے پہلے تم ہمیں ایک موقع دو"
وہ کیا کہہ رہا تھا؟ وہ جو وہ سننا چاہتی تھی یا وہ جو سننے سے بھاگ رہی تھی۔
اب کے وہ لاجواب ہوئی تھی۔
وہ کچھ نہیں کہہ پائی۔
اس سے پہلے سب نگاہوں کے معنی، لفظوں کے پردوں میں پوشیدہ تھا۔
اب وہ سیدھا سیدھا سوال کر رہا تھا۔
وہ سوال جس کا کوئی سیدھا جواب سامیہ کے پاس نہیں تھا۔
اسے یہ جواب ڈھونڈنا تھا۔

#-------------------#

گہری نیند سے حیدر کی آنکھ کسی انجانے احساس کے تحت کھلی۔
اسنے چہرے سے بازو ہٹا کر دیکھا تو قریب سامیہ کو پلنگ کے کنارے پاوں لٹکائے سر جھکائے بیٹھے پایا۔
اسکا ایک ہاتھ حیدر کے ہاتھ کو بھینچے ہوئے تھا، یخ، پسینے میں تر، کانپتا ہاتھ۔
وہ فورًا اٹھ بیٹھا۔
اسنے گھڑی کی طرف دیکھا جو صبح کے چار بجا رہی تھی۔
سامیہ کو پھر برا خواب آیا تھا۔
آج کل آفس میں لوڈ زیادہ تھا، آڈٹ ٹیم آئی ہوئی تھی اس کے علاوہ ہیڈ کوارٹرز سے بھی ایک دو دن تک وزٹ آنا تھا۔ اتنے دن کی بے آرامی کے سبب وہ رات جلدی سو گیا تھا تب باقی سب جاگ رہے تھے۔
بیڈ کی دوسری طرف بستر کسی بھی شکن سے پاک تھا جسکا مطلب تھا وہ بچوں کے ساتھ سوئی تھی۔
"سامیہ؟"
اسنے ٹیبل لیمپ جلاتے پوچھا۔
روشنی ہوتے ہی اسنے سر اٹھایا۔
روشنی نے اسکے اعصاب کو کچھ پر سکون کیا۔ "اندھیرے سے ڈر لگ رہا تھا مجھے"
"تم لائٹ جلا لیتیں"
سامیہ نے اسے یوں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا واقعی اندھیروں سے نکلنے کا حل اتنا آسان ہے؟
"بہت اندھیرا تھا، تم بھی نہیں تھے۔۔"
وہ اب بھی خودکلامی ہی کر رہی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہ کمرے کے اندھیرے کی نہیں اپنے خوابوں کے اندھیروں کی بات کر رہی تھی۔

اسکی گرفت حیدر کے پلنگ پر دھرے ہاتھ پر اب بھی مضبوط تھی۔

"دیکھو اندھیرا نہیں ہے اور میں بھی ہوں، وہ خواب تھا صرف، تم دوبارہ سونے کی کوشش کرو"

حیدر نے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

اسکے چہرے پر وحشت اس قدر تھی کہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسکی بات ٹھیک سے نہیں سن رہی۔

"پھر اندھیرا ہو جائے گا، تم چلے جاو گے، سب چلے جائیں گے، بس میں رہ جاوں گی، میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتی ہوں"

یہ سامیہ نہیں اسکا خوف بول رہا تھا۔

اسکے ڈاکٹر کے ساتھ سیشن اچھے چل رہے تھے۔ پچھلے چھ ماہ سے اسے ایسا کوئی خواب نہیں آیا تھا۔ ڈاکٹر نے اب اسکی دوا بھی بند کر دی تھی۔ دو ماہ بعد ایک تھیرپی (Therapy) سیشن کے علاوہ وہ اب ٹھیک تھی۔

کم از کم انھیں یہی لگا تھا۔

حیدر نے بائیں ہاتھ سے ساتھ سائڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور سامیہ کے ہونٹوں سے لگایا۔

سکون آور دوا کے بغیر اسے اب نیند بمشکل آتی۔

ایسے نائٹ ٹیررز کے ایپیسوڈ کے بعد اسے لگلے کئی دن بنا ادویات کے خوابوں کے ڈر سے نیند نہیں آتی تھی۔

گلاس واپس رکھتے حیدر نے کچھ سوچتے ہوئے کھسک کر اپنے قریب جگہ بنائی۔

"سب ٹھیک ہے سامیہ، تم دوبارہ سونے کی کوشش کرو"

اسنے سامیہ کے کندھے پر ہولے سے ہاتھ رکھا۔

جیسے اسنے جھٹک دیا، وہ نیند کے تصور سے ڈری ہوئی تھی۔

وہ ہیجان آمیز کیفیت کے زیراثر مسلسل نفی میں گردن ہلا رہی تھی۔

"یہاں، مجھے دیکھو، تم نہیں سونا چاہتی ٹھیک ہے، کم از کم لیٹ جاو، پتا نہیں کب سے یوں بیٹھی ہو"

ہاتھ سے سامیہ کا رخ اپنی اور کر کے وہ اسے کہہ رہا تھا۔

"میں یہی ہوں، لائٹ بھی آن ہے، تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاو، ہوں؟"

اب کے اسنے کوئی احتجاج نہیں کیا۔

اسکا ہاتھ اپنی کسی کتاب کی طرح دونوں ہتھیلیوں میں دبائے، ان پر سر رکھے وہ لیٹ گئی تھی۔

سامیہ کی طرف رخ کئے کروٹ کے بل لیٹے اسنے سامیہ کی اپنے چہرے پر مسلسل جمیں آنکھوں کو دیکھا۔ جیسے اسے ڈر ہو کہ اگر وہ نظر ہٹائے گی تو وہ کہیں غائب ہو جائے گا۔

نجانے کتنا وقت اسے یوں ہی تکتے رہنے کے بعد اب اسکی آنکھیں بھاری ہونے لگی تھیں۔

وہ سو گئی تو حیدر نے اسکے ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

سامیہ کی ذات میں چل رہے تنازعے، اسکی اندرونی کشمکش اسکے رویے سے چھلکتی تھی۔
کچھ دن قبل وہ اسے چھوڑ جانے کا کہہ رہی تھی اور اب اسکا ہاتھ یوں سختی سے تھامے ہوئے تھی جیسے اسکے چھوٹ جانے سے بڑا اسے کوئی ڈر نہ ہو۔

#-------------------#

اسٹڈی ریک میں اپنی کتابیں سیٹ کرتے ہوئے ایک کتاب اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر گری اور کھل گئی۔
سامیہ نے جھک کر کتاب اٹھائی تو اس پر مانوس لکھائی میں اردو میں کچھ لکھا تھا۔
یہ بیچلرز کے زمانے کی چند کتابیں وہ کچھ دن پہلے اپنے ایک کورس میں مدد کے لیے اپنے اور امان کے پرانے کمرے سے لائی تھی۔
وہ امان کی لکھائی تھی۔
وہ لیکچر لیتے ہوئے بور ہوکر اکثر کتابوں پر کچھ نہ کچھ لکھا کرتا تھا۔
اس وقت ذہن میں آتے خیالات، شاعری۔۔۔
امان کی یہ عادت سامیہ کی نفیس طبیعت پر کبھی بہت گراں گزرا کرتی تھی۔
آج وہ بہت محبت سے اس لکھائی پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔
وہ کوئی نظم تھی۔
وہ پڑھنے لگی۔
"انکشاف"

.

نہ وعدہ ہے کوئی تم سے
کوئی رشتہ نبھانے کا
نہ کوئی اور ہی دِل میں
تہیہ یا اِرادہ ہے
کئی دن سے مگر دل میں
عجب الجھن سی رہتی ہے
نہ تم اس داستاں کے
سرسری کردار ہو کوئی
نہ قصہ اتنا سادہ ہے
تعلق جو میں سمجھا تھا

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

کہیں اُس سے زیادہ ہے۔

وہ پڑھتے پڑھتے وہیں ساکت ہوئی۔

یہ نظم، یہ لفظ، یہ واقعی انکشاف تھا۔

کسی نے اسکی الجھنوں کو یوں لفظ دے دیے تھے۔

دنیا میں معجزے بہت کم ہوتے ہیں، ہوتے بھی ہیں تو کم از کم اس کے لئے کبھی نہیں ہوئے۔

یہ اتفاق تھا محض پر جیسے امان جو اس کی ہر سوچ پڑھ کر انھیں الفاظ میں ڈھال لیا کرتا تھا۔

اس نے آج پھر وہی کیا تھا۔

اسے لگا امان کہیں اپنی مسکاتی آنکھوں کے ساتھ کندھے اچکاتے ہوئے اس سے کہہ رہا ہوگا،

"بس، اتنی سی بات تھی بدھو، تم ہر آسان چیز کو اتنا مشکل کیوں بنا لیتی ہو؟"

یا

"میرا دوست اتنا برا بھی نہیں ہے، سوچا جا سکتا ہے اسکے بارے میں"

ایک آنسو نظم کے عنوان پر ٹپکا، تو اسنے جلدی سے اسے صاف کیا۔

یہ امان کی لکھائی تھی، اس کے لئے بہت معتبر۔

اسنے فوراً آنسو صاف کئے مبادا وہ کہیں مزید صفحے پر گر کر سیاہی نہ پھیلائیں۔

وہ اسکے چلے جانے پر اب تک روتی تھی، آج وہ جانے کے بعد بھی اس کے اتنے قریب ہونے پر روئی۔

جن سے محبت ہوتی ہے ان سے تعلق ان کے موجود ہونے کا محتاج نہیں ہوتا۔

#-------------------#

kahaniblogpk.wordpress.com/

پچھلے ایک گھنٹے سے مزئیر اسے لئے بیٹھا اسائنمنٹ بنا رہا تھا۔

سٹڈی ٹیبل کی مین کرسی پر حیدر موجود تھا اور مزئیر ساتھ رکھے ایک اسٹول پر۔

اسے سائنس کی ٹیچر نے اپنے تصور کو بروئے کار لاکر زیر سمندر بسنے والی زندگی کی تصویر بنانے کا کہا تھا۔

مزئیر ڈرائینگ مکمل کرتے ہی باہر بھاگا، اسے ثمید بلا رہا تھا۔

"اپنا نام تو لکھ کر جاو اس پر"

حیدر نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"آپ کر دیجئے پلیز"

اس کی آواز کمرے کے باہر سے آئی۔

حیدر نے گہری سانس لے کر صفحے کو دیکھا، اور جھک کر اس پر سیاہ مارکر سے کونے میں مزئیر کا نام لکھا۔

تبھی سامیہ مزئیر کے چھوڑے اسٹول پر آکر بیٹھی۔

"ہو گیا مکمل اسائنمنٹ۔ "

حیدر نے صفحہ اسے دکھاتے مسکرا کر کہا۔

"میں نے تمھیں ڈسٹرب کیا رات، تم پورے ہفتے کے تھکے ہوئے تھے "

وہ معذرت کرنا چاہتی تھی پر صبح وہ اسکے جاگنے سے پہلے آفس جاچکا تھا۔ اور دفتر کے بعد وہ مسلسل مزئیر کے ساتھ مصروف تھا۔

"تمھارے طبیعت ٹھیک نہیں تھی،اور کسے ڈسٹرب کرتیں تم؟ اینڈ آئے ڈونٹ مائنڈ بیینگ دسٹربڈ بائے یو "

اسکے الفاظ اب واضح ہوا کرتے تھے۔

اظہار اسکی معمول کی سرسری باتوں کا حصہ بن گیا تھا جیسے۔

"تم شروع سے دیتے آئے ہو، میرے مسئلے، میری مینٹل کنڈیشن، میری کنفیوزن، تم تھکتے نہیں ہو؟ تم نے کوئی ٹھیکا تو نہیں لیا ہوا "

وہ خود سے بہت تنگ آئی ہوئی تھی۔

"نکاح کرنا ٹھیکا لینا ہی ہوتا ہے اور نہیں میں نہیں تھکتا "

وہ اسے دیکھ کر سادہ سا مسکرایا۔

"وہ تو ہادی کے لئے تھا "

سامیہ نے پرانی بات کا حوالہ دیا۔

"پر اب وہ صرف ہادی کے لئے نہیں رہا ناں "

حیدر نے اسے نئی پیش رفت بتائی۔

"پر میں احسان لیتے لیتے تھک گئی ہوں، میں کب ٹھیک ہوں گی "

وہ چڑی ہوئی تھی۔ کل کے خواب کا اضطراب اب بھی موجود تھا۔

"یہاں دیکھو"

وہ پورا کا پورا سامیہ کی طرف گھوما، اور دونوں ہاتھ زرا بڑھا کر اسکے سامنے کھولے کہ اگر وہ اپنے ہاتھ ان میں دینا چاہے۔

وہ ان بڑھے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

اسے صبح پڑھی اس نظم کا آخری حصہ یاد آیا۔

تعلق میں جو سمجھا تھا

کہیں اس سے زیادہ ہے۔-

یہ تعلق اتنا زیادہ تھا کہ وہ اب اسکے خوابوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اسکے وہ خواب جن میں اسکی تھیراپسٹ کے مطابق وہ لوگ آتے ہیں جن سے اسے بہت محبت ہے۔ وہ لوگ جنھیں وہ کھو چکی ہے یا وہ جنھیں وہ کھونے سے ڈرتی ہے۔

وہ اسے کھونے سے ڈرتی تھی۔

وہ اس سے محبت کرتی تھی۔

یہ کب ہوا ؟

جب وہ مایوس ہو کر ہاتھ واپس کھینچنے لگا تبھی سامیہ نے زرا جھجک کر اپنے دونوں ہاتھ ان ہاتھوں میں دے دیے۔

یہ اسکا انداز آمادگی تھا کہ ہاں وہ ایک موقع خود کو اور اسے دینا چاہتی ہے۔

کہکشائیں حیدر کی آنکھوں میں اتریں۔

"احسان مند تو میں ہوں، میں نے نہیں سوچا تھا کہ اماں کا بنایا یہ گھر جو انکے بعد بس مکان رہ گیا تھا وہ میرے لئے دوبارہ کبھی گھر بن سکتا ہے، پر اسے تم نے بنایا۔ مزئیر کو لے کر میرا گلٹ اس قدر بڑا تھا، میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو اس گھر میں اپنے جیسا بچپن دے سکتا ہوں، اسے یہ تم نے دیا ہے۔ ہادی کی زندگی میں میرے لئے جگہ تم نے بنائی ہے۔ تم نہ ہوتی تو میں آج بھی اکیلا نیویارک میں ایک مشینی زندگی لیڈ کر رہا ہوتا، کیونکہ میرے ڈائیورس نے مجھے یہ یقین دلایا تھا کہ میں فیملی مین نہیں ہوں، مجھے شادی نہیں کرنا چاہئے تھی۔ میں نہ محبت کر سکتا ہوں اور نہ اسے نبھا سکتا ہوں، میرا خود پر یہ اعتماد تم نے بحال کیا ہے، محض ایک مینٹل کنڈیشن یا موو ان کرتے ہوئے تمھاری کشمکش تمھیں دفائن نہیں کرتی سامیہ، تم ان سے کہیں زیادہ ہو"

وہ اس کی طرف آگے ہوکر بیٹھا اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے ان کی پشت کو اپنے انگوٹھے سے دھیمے سے رگڑتے اسے یقین دلا رہا تھا کہ وہ کتنی اہم ہے، کتنی ضروری، کتنی نا گزیر۔۔

حیدر کے الفاظ اسکی رگوں میں سکون گھول رہے تھے۔

"صاحب، مالی پوچھ رہا ہے وہ کل آئے یا پرسوں؟"

وہ کچھ کہنے لگی تھی پر ولایت کے اچانک دروازے پر نمودار ہونے سے بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

سامیہ نے جھٹ ہاتھ پیچھے کرنے چاہے جنھیں حیدر نے اپنی گرفت اور مضبوط کر کے نہیں ہونے دیا۔

ولایت نجانے کس خاطے میں شرم سے سرخ ہوئی۔

"اسے کہو پرسوں آجائے"

حیدر نے اسی انداز میں بیٹھے ولایت کو دیکھ کر اس قدر سنجیدگی سے جواب دیا کہ وہ فوراً بھاگی۔

اتنی مشکل سے سامیہ نے اسکے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دیے تھے،کم از کم ولایت کی وجہ سے تو وہ انھیں نہیں چھوڑتا۔

"یہ بھی بہت بڑا ڈرامہ ہے"

حیدر نے ولایت کا سرخ چہرہ یاد کر کر سر جھٹکا۔

"تمھیں آج پتا چلا ہے؟"

سامیہ تو اس سے اول روز سے تنگ تھی۔

"مجھے تو بہت کچھ آج پتا چلا ہے"

وہ پھر سامیہ کی طرف متوجہ ہوا۔

-

اسکے انداز پر آج پہلی مرتبہ وہ نظریں چرانے کے بجائے ہنس دی تھی۔

#----------------#

"تمھیں پتا ہے جب سے میں نے اسے بتایا ہے تمھیں سفید رنگ پسند ہے سامیہ یہ رنگ زیادہ پہنے لگی ہے"
آمنہ سامیہ کو دیکھتے ہوئے حیدر سے مخاطب تھیں۔
حیدر نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا اور مسکرایا۔
وہ سفید شیفون کی کلیوں والی فراک اور چوڑی دار میں ہم رنگ دوپٹہ لئے باقی سب کے ساتھ بیٹھی مہندی لگوا رہی تھی۔
بال پھولوں سے سجے جوڑے میں مقید تھے۔
وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔
آج احمد کے کزن کے بیٹے اشعر کی شادی تھی۔ کووڈ کے سبب شہر سے دور اس فارم ہاوس پر بس قریبی لوگ مدعو تھے۔
لنچ سے پہلے مایوں کی رسم ہوئی، اب مہندی ہو رہی تھی۔
مغرب کے بعد نکاح اور ڈنر تھا۔
حیدر ایسی تقاریب سے ہمیشہ سے ہی بھاگتا آیا تھا پر آج یہاں اسے سامیہ ضد کر کے لے آئی تھی۔
کل اسے دفتر کے سلسلے میں اسلام آباد جانا تھا ایک ہفتے کے لئے۔
اب وہ لان میں قدرے الگ تھلگ پڑی ان کرسیوں پر آمنہ کے ساتھ بیٹھا دور سے ہی فنکشن انجوائے کر رہا تھا۔
اسے رش سے الجھن ہوتی تھی۔
"تم نے اسے یہ کیوں کہا تھا کہ تمھیں سیاہ رنگ پسند ہے؟"
انھیں سامیہ کی کبھی کہی بات یاد آئی۔
جسکا سیاق و سباق حیدر نہیں جانتا تھا۔
ایسی کوئی بات انکے درمیان کبھی نہیں ہوئی تھی۔
"کیونکہ اس دن اس نے سیاہ پہنا تھا"
اسنے بنا تامل جھوٹ گھڑا۔
آمنہ ہنس پڑیں۔
وہ مہندی لگواتے ساتھ بیٹھی نمیرا سے ہنستے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی، خود کو دیکھتے حیدر پر نظر پڑی تو اسنے ایک مسکراہٹ اسکی طرف بھی اچھال دی۔

حیدر نے آج کل میں کئی دفعہ اسکے لیپ ٹاپ پر اکثر ایسے نفسیات پر مبنی آرٹیکلز کھلے دیکھے تھے جو موو کرنے پر، spouse کی موت کے بعد نئے رشتے کو قبول کرنے کے متعلق تھے۔
وہ سامیہ تھی، اسے مشورے بھی سند یافتہ سورسز سے چاہیے ہوتے تھے۔
لیکن یہ بتاتا تھا کہ وہ اسکے ساتھ اگے بڑھنے پر کس قدر سنجیدہ ہے۔
اسے اسنے پہلی دفعہ کسی موقع کے لئے خیرداری کرتے، اہتمام سے تیار ہوتے دیکھا تھا۔
.وہ صرف سامیہ کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر اسکے ساتھ آیا تھا
اب فوٹوگرافی سیشن ہو رہا تھا۔
نمیرا اسے اور آمنہ کو بلانے آئی۔
چند گروپ فوٹوز بنوانے کے بعد وہ جانے لگا تو برابر کھڑی سامیہ نے اسے کہنی سے پکڑ کر روک لیا اور فوٹوگرافر کو انکی اکیلے تصوایر اتارنے کا اشارہ کیا۔
نکاح والے دن کے علاوہ انکی کوئی ساتھ تصویر نہیں تھی۔
اور وہ بھی کیسی تصویریں تھیں، دھواں دھواں سی سامیہ اور لاتعلق سا حیدر۔
وہ اسکی کہنی تھامے کھڑی کیمرے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور حیدر اسے۔
فوٹوگرافر نے پوز بدلنے کا کہا تو سامیہ نے اسکی کہنی چھوڑ پشت پر اپنا بازو پھیلایا۔
اس تصویر میں بھی حیدر اسکے ہنستے چہرے کو ہی تکتا رہا۔
وہ جس اعتماد اور خوشی سے اسکے ساتھ کھڑی تصاویر عکس بند کروا رہی تھی، وہ حیدر کے لئے حیران کن تھا۔
"حیدر کیمرے کو بھی دیکھ لو یار"
فائق نے پیچھے سے ہانک لگائی۔
اسنے مڑ کر دیکھا تو نمیرا اسکے ساتھ کھڑی ہنس رہی تھی، ضرور اسی نے فائق کی توجہ حیدر کی اور دلائی تھی۔
فائق کے جملے پر سامیہ جھینپی۔
"میں مزئیر اور ہادی کو لے کر آتی ہوں"
وہ کہتی منظر سے غائب ہوئی۔
وہ شرماتی بھی تھی؟

#-----------------#

وہ واشروم سے شاور لے کر نکلا تو واشروم سے ملحقہ ڈریسنگ روم کی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سامیہ کو کھڑے پایا۔
وہ ممی کی تھکاوٹ کے خیال سے انھیں اور بچوں کو لے کر جلدی گھر آگیا تھا۔ سامیہ کو نمیرا نے روک لیا تھا۔ وہاں کوئی میوزکل نائٹ کا پروگرام تھا دیر سے۔

"پیکنگ ہوگئی؟ "

سامیہ بچوں کو دیکھ کر چینج کرنے یہاں آئی تھی اس لئے اسنے ان کے متعلق نہیں پوچھا۔

.وہ سو رہے تھے

وہ ہاتھوں سے گجرے اتار رہی تھی۔ جو اب قدرے مرجھا گئے تھے۔

"ہوگئی "

حیدر ڈریسنگ روم کے دروازے کے فریم کے ساتھ کندھا جمائے ٹک گیا۔

"تم آج خوبصورت لگ رہی تھیں "

وہ اسے آئینے میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

آج سے پہلے اسنے کبھی اسکی یوں تعاریف نہیں کی تھی۔

"تم بھی "

سامیہ نے کان سے بندے اتارتے اسکے عکس کو دیکھ کر کہا تو اسنے ہنس کر سر جھٹکا۔

کرتے شلوار میں آدھے بالوں کی پونی میں اسنے بھلا کیا اچھا لگنا تھا۔

اسنے آج حیدر کا دیا لاکٹ سیٹ پہنا تھا۔

ٹاپس اتارنے کے بعد اسکے ہاتھ جھوڑے کی طرف بڑھے۔

"کچھ دیر رہنے دو انھیں "

وہ اب بھی ہنوز اسی انداز میں کھڑا شیشے میں نظر آتے اسکے عکس سے مخاطب تھا۔

وہ کل پورے ہفتے کے لئے جا رہا تھا، جانے سے پہلے یہ کچھ وقت وہ اسکے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔

سامیہ کے ہاتھ رکے۔

اسے شیشے میں حیدر کا بڑھا ہاتھ نظر آیا۔

جسے اسنے مڑ کر تھاما۔

چند لمحے وہ یوں ہی بازو بڑھائے اسکا ہاتھ تھامے اسے دیکھتا رہا۔

سامیہ نے ایک قدم اسکی آنکھوں میں جھانکتے اسکی طرف بڑھایا۔

باقی کا فاصلہ حیدر کے دو قدموں نے پاٹا جیسے وہ اسکی طرف سے پہل کے انتظار میں تھا۔

وہ اب ایک دوسرے کے بلکل قریب کھڑے چہروں پہ مسرور سی مسکراہٹ لیے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔

سامیہ نے اپنا دوسرا بازو اسکی گردن کے گرد حمائل کیا اور حیدر نے اسکی کمر کے۔

اسکا ہاتھ حیدر کی گردن پر پڑے گیلے بالوں سے نم ہوا۔

"تم آج بہت خوبصورت لگ رہی تھیں "

حیدر نے اپنا جملہ دہرایا۔

"تم بھی "

سامیہ نے بھی، وہ پھر ہنس دیا۔

سامیہ اب بھی اسکی سیاہ گھور آنکھوں میں جھانک رہی تھی، اسنے ایک لمحے کو بھی نظر نہیں ہٹائی تھی۔

اسکی وہ چندھائی ہوئی سی آنکھیں جیسے وہ مسلسل اگلے کو اندر تک پڑھنے میں مصروف ہوں۔ مسکراتے ہوئے وہ مزید چھوتی ہو جاتی تھیں جیسے اب ہو رہی تھیں۔

انھیں دیکھتے ہوئے، کب ذہن کے پردے پر ویسی ہی سیاہ لیکن ہمیشہ مسکاتیں روشن آنکھیں نمودار ہوئیں اسے نہیں پتا چلا۔

اتنے قریب سے تو وہ بس وہی آنکھیں دیکھنے کی عادی تھی۔

اسکے لہو میں عجیب سی بے چینی دوڑی۔

اسنے نظروں کے ساتھ گردن بھی جھکا لی۔

یہ حیا کے سبب نہیں تھا، وہ نہیں چاہتی تھی حیدر اسکی آنکھوں اور چہرے سے ٹپکتی وحشت دیکھے۔

اسکے ہاتھوں میں غیر محسوس سی کپکپاہٹ شروع ہو گئی تھی جسکا احساس حیدر کو نہیں ہو پایا۔

وہ اب جھک کر اسکے کان میں کوئی سرگوشی کر رہا تھا جسکا مطلب اسکا دماغ درج کرنے سے قاصر تھا۔

اسے بس اسکے دائیں کان اور گال پر پڑنے والی پر حدت سانسیں محسوس ہو رہیں تھی جنکی تپش اسے پگھلا رہی تھی۔

اسنے ضبط کی کوشش میں حیدر کی گردن پر دھرے اپنے ہاتھ کو بھینچ کر مٹھی میں بدلا۔

وہ اگر مزید کچھ دیر بولتا رہتا تو وہ ضرور گھل کر ٹھوس سے سیال بن جاتی۔

وہ چپ ہو گیا۔

سامیہ نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی پر اپنی گردن پہ محسوس ہوتے اس لمس نے اسے اگلی سانس نہیں لینے دی۔

ہزیانی کیفیت میں اسنے اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر دونوں ہاتھ اسکے سینے پر رکھے اسے پیچھے دھکیلا.

حیدر سمجھ نہیں پایا کہ ہوا کیا ہے۔

سامیہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

وہ رو رہی تھی؟ وہ تو ٹھیک تھی، کتنی خوش تھی۔ چند لمحوں میں کیا بدلا تھا؟

اسنے یہ پوچھنے کو کہ کیا ہوا ہے وہ آگے بڑھا تو سامیہ ڈر کر پیچھے ہوتے ہوئے الماری سے جا لگی۔

وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے کبھی اپنا وہ ہاتھ رگڑتی جو حیدر نے تھاما ہوا تھا، کبھی اپنی گردن، جیسے انھیں صاف کرنا چاہ رہی ہو، جیسے ان پر کچھ کراہیت آمیز شئے لگ گئی ہو۔

ہاتھ کی پشت رگڑتے اسکا ہاتھ حیدر کی دی ہوئی انگوٹھی سے ٹکرایا تو اسے اسنے فوراً ہاتھ سے اتار کر دور پھینکا۔

اسی اضطراب میں اپنی گردن میں پہنا لاکٹ نوچا کر پرے اچھالا۔

حیدر گنگ سا اسے یہ سب کرتے دیکھ رہا تھا۔

وہ وارڈ روب سے کمر ٹکائے بیٹھتی چلی گئی۔

وہ اب بھی مسلسل اپنی گردن اور ہاتھ رگڑ رہی تھی۔

حیدر نے ایک آخری نظر اسے دیکھا اور پھر فرش پر بکھرے اپنی ماں کے زیور کو۔

اتنی تحقیر؟

اسنے جھک کر انگوٹھی اور لاکٹ اٹھایا اور بنا ایک لفظ کہے دروازے سے نکل گیا۔

سامیہ سن سی وہیں بیٹھی رہی۔

وہ کتنی خوش تھی، دو سال بعد، پورے دو سال بعد اسنے خود کو خوش ہونے کی ہنسنے کی اجازت دی تھی۔

اپنی ذات کے اندر چلتے کتنے تنازعات سے لڑ کر، ان سے جیت کر اسنے زندگی کا ہاتھ تھاما تھا۔

اور آج اسے لگ رہا تھا وہ تو آج بھی صفر پر کھڑی تھی۔ سب شروع سے شروع کرنا تھا اگر شروع کرنے کے لئے کچھ بچا تھا تو۔

اسے حیدر کے چہرے کا شاک اور جاتے ہوئے سپاٹ تاثرات یاد آئے۔

اگلے دن حیدر اس سے بنا ایک لفظ کہے صبح صبح اسلام آباد کے لئے بائے روڈ نکل گیا تھا۔

#-----------------#

بہت تناؤ میں ڈرائیونگ کرتے وہ صبح دس بجے تک اسلام آباد پہنچ گیا تھا۔ آج کی میٹنگ بارہ بجے شروع ہونی تھی۔ وہ اس وقت ہوٹل کے اس روم کے واشروم میں سنک پر جھکے منہ دھو رہا تھا۔

وہ ساری رات سو نہیں پایا تھا، سامیہ کی وہ نگاہیں، اسکے آنسو، اسکا ڈر کر پیچھے ہٹنا۔ جیسے اس نے اسے مجبور کیا تھا۔ زبردستی کی تھی۔

وہ پچھلے ایک سال سے خاموش تھا، وہ جو بھی محسوس کرتا تھا وہ خود تک ہی محدود رکھے ہوئے تھا۔ وہ یہ مزید بھی کر سکتا تھا اگر اسے سامیہ کے رویے سے یہ نہ لگتا کہ وہ بھی یہی چاہتی ہے۔

اسکی رضا کے بنا تو وہ اسے کسی ایسی نظر سے دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کجا کہ دست درازی۔

وہ کوئی بہت اچھا انسان نہیں تھا، اسنے زندگی میں بہت کچھ برا کیا تھا، وہ بہت کچھ ہو سکتا تھا پر مخالف صنف پر جبراً تسلط جمانے والا کبھی نہیں۔

اسنے جھک کر چند مزید چھپاکے تیز تیز اپنے چہرے پر مارے۔

اسنے کبھی کسی عورت کی آنکھوں میں اپنے لئے وہ نہیں دیکھا تھا جو سامیہ کی آنکھوں میں تھا۔ وہ چاہ کر بھی اسکا چہرہ جھٹک نہیں پا رہا تھا ذہن سے۔

وہ خود سے راضی نہ ہوتی وہ اسکا ساری زندگی بھی انتظار کر سکتا تھا۔

https://qissakahaniblog

وہ منع کر دیتی تو وہ اسکے انکار کا بھی اتنا ہی احترام کرتا۔

پر اسنے کیا کیا تھا۔

وہ گھر سے بنا تیار ہوئے اسی حلیے میں نکل آیا تھا۔ اسے میٹنگ سے پہلے تیار ہونا تھا۔ خود کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اسے ایک لمبے شاور کی ضرورت تھی۔

ایک گھنٹا یخ ٹھنڈے اور پھر کھولتے پانی کے نیچے گزار کر وہ کچھ پر سکون ہوا۔

تولیے سے بال رگڑتے شیشے پر نظر پڑی تو چہرے پر پریشانی کے گہرے جال نظر آئے۔

وہ پریشان بہت کم ہوتا تھا۔ کم عمری میں ماں باپ کی موت کے بعد اسے لگتا تھا کہ اگر وہ یہ سروائیو کر سکتا ہے تو کچھ بھی جھیل سکتا ہے۔

اسے امان یاد آیا۔

ان دنوں ملیسہ کے طلاق کے مطالبے پر وہ مزیئر کو لے کر کافی پریشان رہتا تھا۔

"یار تم پریشان مت ہوا کرو، تم پریشان ہوتے ہو ناں تو بالکل حیدر نہیں لگتے"

وہ ٹی وی کھولے صوفے پر بیٹھا گہرے دھیان میں گم تھا، جب امان اسکے برابر دھپ سے کہتے ہوئے بیٹھا۔

"پھر کیا لگتا ہوں؟"

حیدر نے پوچھا۔

"انسان لگتے ہو"

وہ ایسے ہی کسی جواب کی توقع کر رہا تھا پھر بھی اسکے جواب پر ہر پریشانی بھول ہنس دیا تھا۔

ہنسی کے عکس نے آج بھی اسکے چہرے پر امان کو یاد کرتے ہوئے چھب دکھائی۔

وہ ہوتا تو اسکے بہت بدکنے پر بھی اسکا اترا چہرا دیکھ یہ کہہ کر اسے بھینچ کر گلے لگا لیتا کہ وہ جتنا نہ مانے پر اسے اس وقت اس جھپی کی ضرورت ہے۔

وہ ہوتا تو رونا ہی کیا تھا پھر۔۔

اسکا یہ ہفتہ مصروف گزرنا تھا۔ کچھ مزید شعوری کوشش کر کے اسنے خود کو ہر دھیان جھٹک کر مزید کام میں غرق کر لیا۔

وہ مزیئر کے ٹیب پر اس سے اور ہادی سے بات کرلیا کرتا تھا۔

جیسے دن گزر رہے تھے اسے سمجھ آرہا تھا کہ سامیہ نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا کچھ بھی۔ وہ ایک میچیور انسان تھا، انا کا مسئلہ نہیں بناتا تھا چیزوں کو، لیکن پھر بھی وہ سامیہ سے کوئی رابطہ نہیں کر پایا تھا۔

سامیہ نے بھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

#-------------------#

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہ کیسے کرتی کوشش؟ کس منہ سے کرتی۔ وہ حیدر سے نظریں ملانے جیسی بھی نہیں رہی تھی۔

اس ایک ہفتے میں وہ دو بار اپنی تھیراپسٹ کے پاس ہو آئی تھی جسکا کہنا تھا اسنے جو کیا وہ اسکا قصور نہیں تھا اور کوئی ایسی اچھوتی بات بھی نہیں تھی۔

کسی بڑے ٹراما یا لاس (loss) کے بعد نئے نارمل، نئے لوگ اور نئے لمس اپنانے میں انسانی نفسیات وقت لیتی ہے۔ ہمیں خود بھی نہیں پتا چلتا کہ ہم اگلا قدم اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک ہم وہ قدم اٹھا نہیں لیتے۔

سامیہ کے ساتھ یہی ہوا تھا۔ پھر بھی کوئی توجیہہ اسے حیدر کا دل دکھانے کے تاسف سے نہیں نکال سکتی تھی۔

اسنے اسے کال تک نہیں کی تھی، وہ اس سے ضرور سخت ناراض ہوگا۔

اسے ہونا بھی چاہیے تھا۔

وہ اس خیال سے ہی بے چین تھی۔

اور یوں وہ ایک ہفتہ اختتام کو پہنچا، شہر میں بہت بڑے ہنگامے کے ساتھ۔

ریاست اور ملک کی ایک باثر مذہبی جماعت کے درمیان پر تشدد ٹکراو نے پورے صوبے کو ہی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ دارالحکومت کے حالات سب سے زیادہ خراب تھے وہاں دھرنا پولیس کے لاٹھی چارج کے سبب اب شہر کا امن و امان خراب کر چکا تھا۔

جس دن حیدر نے واپس آنا تھا اس دن لاہور میں نیٹورک بند تھے، انٹرنیٹ کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہو پارہا تھا۔ اسکا فون وائی فائی یا ڈیٹا سے کنکٹڈ نہیں تھا۔

وہ اس دن نہیں پہنچا واپس، انھیں لگا وہ حالات کے پیش نظر وہیں رک گیا ہوگا۔

اگلے دن جب یہاں نیٹورک کھلے تو اسکا فون بند تھا۔ اسکے کلیگ کے مطابق وہ کل ہی واپس چلا گیا تھا۔

شہر کا فساد اب نکل کر ہائی وے پر پھیل چکا تھا۔ جگہ جگہ جلی ہوئی گاڑیاں۔ جام ٹریفک۔ پولیس اور مخالفین کے فائیرنگ کے تبادلے میں مسافروں کا جانی نقصان۔

ہراسان خاندان، روتے ہوئے بچے۔

اور آخری کثر ریاست نے پورے ایریا کے نیٹورک بند کر کے کردی۔

راستے بند ہوچکے تھے رابطے بھی۔

فائق خود جا کر اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ پر ہائی وے بند تھا، وہ فلائٹ سے اسلام آباد چلا بھی جاتا تو حیدر کے کلیگز کے مطابق وہ وہاں سے نکل چکا تھا۔ ہوٹل چیک آوٹ کی خبر دے رہا تھا۔

سارا گھر پریشان تھا پر سامیہ کی طرح کسی کا اندیشوں کے مارے دل نہیں بند ہو رہا تھا۔

انکے مطابق حیدر بچہ نہیں تھا وہ اپنا خیال رکھ سکتا تھا۔

سامیہ کے مطابق وہ اس معاملے میں اتنی بدقسمت تھی کہ اگر حیدر کو کچھ ہوجانے کا صرف ایک فیصد بھی چانس ہو تو اس کی قسمت اسے بڑھا کر سو فیصد کرنے پر قادر تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اگلی رات بھی گزر گئی، وہ نہیں آیا۔

ہر گزرتے لمحے کی خاموشی آسیب بن کر اس کے حواس پر طاری ہو رہی تھی۔

اور حیدر کا مسلسل بند فون۔

بچے ممی کی طرف تھے اور وہ اس کمرے میں کھڑکیاں، دروازہ بند کئے بیٹھی تھی۔

جیسے وہ بند جھروکے کوئی بری خبر اس تک پہنچنے سے روک لیں گے۔

دو راتوں بعد تیسرے دن سپہر میں اس کی گرد سے اٹی ٹوٹی ونڈ شیلڈ والی گاڑی پورچ میں داخل ہوئی تھی۔

وہ آگیا تھا۔

ہادی اور مزیئر بھاگتے ہوئے اسکے پیروں سے لپٹ گئے تھے۔

سامیہ کا دل کیا تھا وہ بھی یہی کرے۔ وہ نہیں کر پائی اس میں نہ اب ہمت تھی اور نہ سکت۔

وہ کہہ رہا تھا کہ اسکا فون گم ہو گیا تھا اسلام آباد سے نکلتے ہوئے۔

وہ گاڑی کے پہیے چیک کروانے رکا تھا جب تک مکینک اپنا کام کر رہا تھا اسنے قریب کے اسٹور سے پانی لینے کا سوچا۔

پر ابھی وہ دکاندار کو پیسے ہی دے رہا تھا جب وہاں ڈنڈا بردار مجمع نعرے لگاتا نظر آنے والی ہر شئے پر ڈنڈے برساتا وہاں پہنچا تھا۔ بھاگ کر گاڑی تک پہنچتے ہوئے جیب سے فون کہاں گرا اسے نہیں پتا چل پایا تھا۔

بہت پھرتی دکھانے کے باوجود بھی ایک ڈنڈا اسکی ونڈ شیلڈ پر مکڑی کے جالے جیسی درار ڈال ہی گیا۔

دو دن ہائی وے پر ٹریفک میں پھنسے رہنے کے بعد وہ بالآخر گھر پہنچا تھا۔

حیدر نے ایک رسمی سے سلام کے علاوہ دوبارہ اسے دیکھا بھی نہیں، اسے برا نہیں لگا تھا۔

وہ واپس آگیا تھا، ممی کو ہنس کر گلے لگاتے انھیں تسلی دے رہا تھا۔

سامیہ کی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں، کان اسکی آواز سن سکتے تھے۔

شکر کرنے کے لئے اس کے پاس بہت کچھ تھا۔

#-------------------#

حیدر بڑے سے اسٹول نما گول سٹر پر بیٹھا سپرے سے جھک کر کھڑکی کے پاس رکھے پودوں کو پانی دے رہا تھا۔

چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں تھیں۔

سامیہ اسے کچھ دیر دروازے پر کھڑی دیکھتی رہی۔

آج اسے واپس آئے دو دن ہو گئے تھے۔

اسنے آنے کے بعد خشک لہجے میں رسمی سلام دعا کے علاوہ اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ تو اسے دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

وہ خاموشی سے چلتی ہوئی اسکی طرف پیٹھ کیے اسکی کمر سے ٹیک لگائے اسی سٹول پر بیٹھ گئی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر کا سپرے کرتا ہاتھ رکا۔

وہ سیدھا ہوکر بیٹھا۔

سامیہ نے چند ساعتیں خاموش رہ کر اسکے اٹھ کر چلے جانے کا انتظار کیا۔

وہ یوں ہی بیٹھا رہا۔

"تم مجھے نہیں بتاو گے کہ تم مجھ سے کتنے ناراض ہو؟"

"نہیں"

حیدر کا یک لفظی جواب بہت سنجیدہ تھا۔

"پھر مجھے بتانے دو کہ میں تم سے کس قدر شرمندہ ہوں"

وہ یوں ہی اسکی پیٹھ سے ٹیک لگائے بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے"

وہی سنجیدہ سا ٹھہراو۔

"کیسے نہیں ہے، تم اتنے ناراض ہو، تم مجھے دیکھ بھی نہیں رہے"

اب کے سامیہ کے لفظوں میں بے چینی تھی، اسے حیدر کی ناراضگی کی کہاں عادت تھی۔

"میں ناراض نہیں ہوں"

وہ اس سے خفا نہیں تھا؟ پھر کیا تھا؟ مایوس؟

"میں ڈر گیا ہوں۔۔ میں ڈر گیا ہوں کہیں پھر سے میری کوئی نظر، لفظ یا جنبش تمھیں اس دن جیسا برتاو کرنے پر مجبور نہ کر دے۔"

پچھلے دس دن میں یہ پہلا طویل جملہ تھا جو حیدر نے اس سے کہا۔

"تم نے کچھ نہیں کیا، میرا قصور تھا، میں شاید لفظوں میں بھی نہیں بتا سکتی کہ مجھے کیا ہوا تھا، پر میں بہت شرمندہ ہوں"

اس سے تو بہتر تھا وہ اس سے ناراض ہوجاتا۔

"I shouldn't have rushed things میں نے کہا ناں اسکی ضرورت نہیں ہے، "

وہ ایک ایسی شئے کا الزام خود پر لے رہے تھے جس میں ان دونوں کا ہی قصور نہیں تھا۔

سامیہ کچھ لمحے چپ رہی، پیر اٹھا کر اسٹول پر رکھے، گھٹنوں کے گرد بازو باندھے۔

اسے لمبی بات کرنی تھی۔

میرا آفس کا پہلا دن تھا، ہم آفس سے پہلے مما سے ملنے گئے تھے، میں بہت خوش تھی اس دن،انھوں نے دروازہ نہیں کھولا تو میں اپنی کی سے دروازہ کھول کر اندر گئی، پورا گھر ڈھونڈنے کے بعد وہ ہمیں اپنے بیڈ پر ملیں، مجھے لگا وہ سو رہی ہیں، میں نے انھیں جگایا وہ نہیں اٹھیں، وہ سو نہیں رہیں تھیں، ان کا دل بند ہو چکا تھا، شی واز ڈیڈ۔۔"

وہ سانس لینے کے لئے رکی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"امان نے اس دن آفس جانے سے پہلے مجھے ڈنر ریزرویشن کا بتایا تھا، وہ یو ایس جانے سے پہلے مجھے ہمیشہ میرے پسندیدہ ریسٹورنٹ میں ڈنر کرواتا تھا، میں کہتی تھی وہ مجھے یوں چھوڑ جانے کی بھرپائی کے لئے رشوت دیا کرتا ہے۔ مجھے بہت انتظار تھا اس ڈنر کا۔ شام کے بجائے دوپہر میں اسکا وجود گھر آگیا، وہ نہیں آیا، پھر کبھی نہیں آیا۔۔"

اسکے لفظوں میں اذیت کی آنچ تھی، جسے حیدر نے خود پر محسوس کیا۔

"تم یہ سب دہرا کر کیوں خود کو تکلیف۔۔"

"چپ ہو جاو، مجھے بات مکمل کرنے دو"

سامیہ نے قدرے درشتگی سے اسے ٹوکا۔

"مما اور امان بہت اچانک میری زندگی سے چلے گئے۔ میں نے کھو دینے کے عذاب جھیلے ہیں لیکن کسی کو کھو دینے کا خوف کیا ہوتا ہے، یہ میں نہیں جانتی تھی۔ تمھیں لے کر میں دو دن اس عذاب سے گزری ہوں، وہ دو دن نہیں تھے، دو زمانے تھے جو مجھ پر گزرے، اس ڈر نے مجھے بوڑھا کر دیا، تم نے مجھے بوڑھا کر دیا۔۔"

اسنے اسے کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے لئے کتنا ضروری ہو گیا ہے ، وہ آج بتا رہی تھی۔

"ہر آہٹ پر کسی بری خبر کا خوف، میں اتنی بدقسمت رہی ہوں اس معاملے میں مجھے ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا تمھارے ٹھیک ہونے کا، میں نے ٹی وی پر نشر ہونے والی ہر موت کو تمھاری سمجھ کر رویا ہے ان دنوں"

اس کی آواز کی لرزش اس کے الفاظ کی سچائی کی ضامن تھی۔

حیدر بھول گیا کہ وہ اس سے گریزاں تھا۔ وہ سامیہ تھی وہ تکلیف میں ہو تو وہ اسکا ہر قصور بھلائے اس کی دلجوئی کر سکتا تھا۔ اور یہ تو پھر سراسر اسکا اپنا قصور تھا اسے زیادہ کوشش کرنی چاہیے تھی گھر رابطہ کرنے کی۔

اسکی آواز گیلی تھی، وہ اسکے آنسو صاف کرنے کو اٹھنے لگا تو سامیہ نے اسے روک دیا۔

"ایسے ہی بیٹھے رہو، ورنہ میں وہ نہیں کہہ پاوں گی جو کہنے جا رہی ہوں"

ایسا کیا کہنا تھا اسنے ؟

وہ رک گیا، وہ عجیب خفا خفا سی شرمندہ تھی۔

"مجھ میں بہت سے مسئلے ہیں، میں ڈیمیجڈ ہوں، مجھے ٹھیک ہونے میں پتا نہیں کتنا وقت لگے گا، میں خود کو لے کر کسی معاملے میں شیور نہیں ہوں سوائے اسکے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ کیوں؟ شاید اس لیے کہ تم بہت اچھے ہو۔ کیسے؟ مجھے نہیں پتا۔ کب سے؟ یہ بھی نہیں پتا پر یہ جذبہ دبے پاوں بہت آہستہ آہستہ میرے وجود میں سرائیت کر گیا ہے"

سامیہ نے تھک کر شکشتگی کے عالم میں اپنا سر پیچھے کر کے حیدر کی گردن کے پیچھے ٹکایا، آنکھیں موند لیں۔

جذبے بڑا بھاری بوجھ ہوتے ہیں، وہ اظہار کر کے خود کو کسی بدلی سا محسوس کر رہی تھی

"میں اپنی ذات میں پڑی یہ گرہیں کھولنا چاہتی ہوں، ٹھیک ہونا چاہتی ہوں، تمھارے ساتھ خوش رہنا چاہتی ہوں۔۔ تمھیں ڈرانا تو بلکل نہیں چاہتی"

https://qissakahanihblogpk.wordpress.com/

اسٹول پر دھرے حیدر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے وہ شاید اسے اپنے الفاظ کا یقین دلانا چاہتی تھی۔

وہ بہت خوش امید ہوتا بھی تو بس اتنا سوچ سکتا تھا کہ سامیہ اسکی محبت کو قبول کرلے، یہاں وہ اسے کہہ رہی تھی کہ اسے اس سے محبت ہوگئی ہے۔

زندگی اتنی مہربان تو حیدر امیر پر کبھی نہیں رہی تھی۔

"مجھے بھی ہے "

وہ کتنے دن بعد کھل کر مسکرایا تھا۔

"کیا؟"

اسنے آنکھیں موندے پوچھا۔

"تم سے محبت "

حیدر نے بھی پیچھے گرا کر اسکے سر سے اپنا سر ٹکایا۔

ان دونوں نے اس عام سے دن کو یوم اظہار بنا کر امر کیا۔

"مجھے پتا ہے "

وہ مسکرائی، آنکھیں اب بھی بند تھیں ۔

حیدر تو کب کا بتا چکا تھا بس لفظوں کا استعمال آج کر رہا تھا۔

"کا پتا ہے؟ (wedding vows) تمھیں ویڈنگ واوز "

سامیہ نے یہ انوکھا سا خیال آتے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"کیسے نہیں پتا ہوگا تم نے تو لیے بھی ہونگے ملیحہ کے ساتھ"

خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتے اسکا موڈ خراب ہوا۔

"نہیں، میں نے کورٹ میرج کی تھی "

حیدر نہ دیکھ کر بھی ملیحہ کے ذکر پر اسکے منہ کے بگڑے زاویے تصور کر سکتا تھا۔

"گڈ، اب میرے ساتھ لو "

وہ ایک دم ہی خوش ہوئی۔

"کیا وعدہ چاہیے تمھیں مجھ سے؟"

وہ دھیما سا مسکرایا۔

سامیہ کی پیٹھ نہ ہوتی تو وہ کہتی حیدر اسکی بات پر ہنس رہا ہے۔

" تمھیں مجھ پر چاہے کتنا ہی غصہ ہو، کتنی ہی بیزاری ہو، تم مجھ سے محبت کرنا نہیں چھوڑو گے، تم دوبارہ یوں چھوڑ کر نہیں جاو گے "

سامیہ کو کسی ہالی وڈ سیریز کا کوئی بھولا بسرا سین یاد آیا۔ اسنے وہی الفاظ ترجمہ کر کے دہرا دیے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسے حیدر سے یہی وعدہ چاہیے تھا۔

"میں چھوڑ کر نہیں گیا تھا میری میٹنگ۔۔"

اسنے اپنی صفائی دینا چاہی۔

"وعدہ کرو"

سامیہ نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"!وعدہ"

"نہیں کرو گے چاہے میں تمھیں کتنا ہی مجبور کیوں نہ کردوں، ہم پر کبھی گو اپ نہیں کرو گے (give up) مجھ پر کبھی گو اپ"

سامیہ نے دوسرا vow بتایا۔

"نہیں کرونگا"

جسے حیدر نے من و عن دہرایا۔

"دوبارہ کبھی اپنا فون نہیں بند رکھو گے"

اسے یہ دو دن اسکا مسلسل بند فون یاد آیا اور اپنی سراسیمگی بھی۔

"بند نہیں رکھا تھا گم ہو گیا۔۔"

حیدر نے پھر توجیہہ دینی چاہی۔

"وعدہ کرو"

جسے سامیہ نے اب بھی نہیں سنا۔

"وعدہ"

"ملیسہ سے چھ فٹ دور رہ کر ملو گے"

اسے کیمرہ کی سکرین سے دیکھا گیا سالوں پرانا وہ منظر بھی یاد آیا۔ اب جب وہ اتنی تابعداری سے اسکی کی ہر بات مان ہی رہا تھا تو۔۔

"روڈ لگے گا"

حیدر نے ہنسی دبائی۔

"لگتا رہے، تم وعدہ کرو۔۔ ابھی"

اسنے نے کہتے ہوئے بازو پیچھے کر کے اسے کہنی ماری۔

"وعدہ بھئی"

حیدر نے فوراً سرنڈر کے انداز میں ہاتھ کھڑے کیے۔

"میرا لاکٹ اور رنگ لے گئے تھے تم"

بادل چھٹ چکے تھے، سنہری نرم دھوپ اب اسکے لہجے میں جھلک رہی تھی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"وہ تو تمھیں اب ایسے نہیں ملیں گے"

وہ اسکے لیپ ٹاپ بیگ میں اب بھی ویسے ہی رکھے تھے جیسے اس نے تب رکھے تھے۔

"وہ میرے ہیں، تم اپنے پاس نہیں رکھ سکتے"

سامیہ نے حق جتایا۔

"اب تو رکھ لیے، قیمت چکا سکتی ہو تو بات کرو۔۔ "

حیدر نے شرط رکھی۔

رخ موڑے ایک دوسرے کے سہارے بیٹھے، بے تکی، ادھوری باتیں کرتے وہ ہنس رہے تھے۔

یہ ایک مکمل منظر تھا۔

زندگی بہت سے دکھ، سو تکلیفوں کے ساتھ ایسے ایک عاد مکمل خوشنما منظر بھی ہمارے دامن میں بھر ہی دیتی ہے جو ہر ادھورے پر درد احساس کو بھرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔

مسائل تو چلتے رہتے ہیں بس آپ کے ساتھ محبت ہو تو وہ اتنے بڑے نہیں لگتے، ان سے لڑنا اتنا مشکل نہیں لگتا۔

#-------------------#

سامیہ کی تھیراپسٹ کے کلینک کے قریب یہ ایک رہائشی ایریا کا پارک تھا۔ چھوٹے سے کیفیٹریا کے قریب دس بارہ کرسیوں کا دائرہ سا بنا ہوا تھا جن پر مختلف عمر کی خواتین موجود تھیں۔

یہ ڈاکٹر شازیہ کا تشکیل کردہ سپورٹ گروپ تھا۔ ان کے ان پیشنٹس کے لئے جو زندگی میں کسی بہت اپنے کو کھو چکے ہیں۔ خواتین پر مشتمل اس گروپ میں بیشتر وہ تھیں جن سے موت نے انکے ہمسفر چھینے تھے۔

ایک کرسی پر سامیہ بھی بیٹھی تھی۔ اسکے گہرے بھورے بال اب کندھوں تک کٹے ہوئے تھے جنھیں اس نے چھوٹے سے کیچر میں باندھ رکھا تھا۔ زیور کے نام پر وہی ننھے سے ہیروں والا لاکٹ سیٹ اسنے آج بھی پہن رکھا تھا۔ چہرے پر گہرے بھورے رنگ کے فریم کا ہی چشمہ موجود تھا جو اسکے بالوں اور آنکھوں کے رنگ کے ساتھ جچ رہا تھا۔

چہرے پر دلکش سی میچیورٹی بتاتی تھی کہ پیچھے ایک دہائی گزر چکی ہے۔

اسنے پانی کی چھوٹی بوتل منہ سے لگائی۔ گلا کھنگھارتے شیشی بند کر کے اپنے پاس زمین پر رکھتے اسنے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

میں کوئی پبلک اسپیکر نہیں ہوں پر جب ڈاکٹر شازیہ نے مجھے یہاں آپ سب سے بات کرنے کا کہا میں منع نہیں کر پائی۔ میں نے "

"زندگی میں دو بہت اہم لوگ کھوئے ہیں، میری مدر اور میرا بچپن کا سب سے اچھا دوست، میرا ہزبنڈ۔۔۔

آخری بات پر اسکے مقابل سر جھکائے بیٹھی اس مضمحل سی لڑکی نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ سفید پر سیاہ چادر پہنے، پھیکا پڑتا چہرا، الجھی سی پونی۔ سامیہ کو لگا وہاں کوئی آئینہ رکھا ہے جس میں وہ اپنا بارہ سال پرانا عکس دیکھ رہی ہے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

موت جتنی بڑی حقیقت ہے یہ اتنی ظالم بھی ہے۔ یہ پیچھے رہ جانے والوں کی بھی بس جان نہیں لیتی باقی سب لے لیتی ہے۔ اس سے " لوگوں کا۔ یہ آپ سب جانتے ہیں۔ میں یہاں یہ کہنے vulnerable کوپ کرنا، اس سے موو آن کرنا مشکل ہے خاص کر ہم جیسے آلریڈی "آئی ہوں کہ جن سے دل کا تعلق ہوتا ہے وہ جسمانی طور پر چاہے موجود نہ بھی رہیں وہ ہمیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاتے۔۔۔

اسے لگا وہ ہزار بار کی کہی باتیں دہرا رہی ہے جس کا کسی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ان سب نے یہ الفاظ اتنی بار سن رکھیں ہونگے کہ انکے لئے یہ اپنا معنی کھو چکے ہونگے۔

اس نے دماغ میں موجود اپنی سپیچ بدلی اور اسے مزید ذاتی رنگ دیا۔

امان کے جانے کے بعد میں اس کی باتیں، اس کے مشورے زیادہ ماننے لگی ہوں۔ آج بھی میں فوٹو فریم میں کوئی پرفکٹ تصویر ڈالتے " ہوئے رک جاتی ہوں کیوں کہ امان کو وہ بورنگ لگے گی۔ کسی مشکل کام کو سر پر سوار کر کے بنا رکے اسے کرتے رہنے کے بجائے اس "کی بات مان کر ہر چیز پر مٹی پا کر بریک لے لیتی ہوں۔

وہ دھیما سا ہنس دی جیسے بلکل ابھی اس کے سامنے امان نے کسی مشکل سے کام سے عاجز آکر کہا ہو، " مٹی پاو سامیہ آو کچھ اور کریں، "اسے بعد میں دیکھیں گے

اسکی کتابوں پر لکھے اسکے ٹیچرز پر کمنٹس، کلاس گوسپس، شاعری وہ اس سب کے ذریعے آج بھی مجھ سے بات کر لیتا ہے۔ وہ ہمارے " بیٹے کی مسکراہٹ میں زندہ ہے، اس کے میتھس کا سوال کرتے ہوئے الجھ کر انگلی سے ناک کی نوک کھجانے کی عادت میں زندہ ہے۔ وہ "میری محبت میں زندہ ہے، بارہ سال یا بائیں وہ میرے زندہ رہنے تک مجھ میں زندہ ہے

"آپ ایک باہمت سنگل مدر ہیں "

دائیں جانب بیٹھی اس تیس بتیس سالہ لڑکی نے اسے رشک سے دیکھتے کہا جو اپنے گھر والوں کی دوبارہ شادی کرنے کے اسرار پر اب تھک کر ہاں کرنا چاہ رہی تھی۔

میں سنگل مدر نہیں ہوں، آئے ایم ہیپیلی میریڈ، یہ دیکھیں یہاں ہم غلطی کرتے ہیں کیونکہ آپ کو لگا میں امان کا نام اس قدر حق سے، " محبت سے لے رہی ہوں تو ضرور میں اب تک سنگل ہوں گی۔ ہم عورت کے دل کو ایک چھوٹی سی ڈبیا جتنا ہی کیوں فرض کر لیتے ہیں کہ ایک محبت کی جگہ بنانے کے لئے ہمیں پہلی کو نکال باہر کرنا ضروری لگنے لگتا ہے۔ یہ تو بہت وسیع شئے ہے، یہاں بہت سی محبتیں ایک ساتھ سما سکتی ہیں اپنی اپنی جگہ بنا سکتی ہیں، سانس لے سکتی ہیں۔ امان سے اب تک محبت کا مطلب یہ نہیں کہ مجھے حیدر سے محبت "نہیں ہے۔ وہ میرا بچپن کا نہیں پر بہت اچھا دوست ہے۔ یہ جو عقل والی باتیں میں آپ سے کر رہی ہوں یہ اسی سے سیکھی ہیں۔

اسے کے لہجے میں محبت کی گھلاوٹ تھی۔

میں نے اپنے دکھ سے اس گزرے وقت میں یہ سیکھا ہے کہ زندگی کے دیے ٹراما اگر ہماری ذہنی صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ہمیں خود " کو الزام دینے کے بجائے پروفیشنل ہلپ لے لینی چاہیے۔ میں نے سیکھا ہے سوگ کے ختم ہونے کا کوئی مقررہ وقت نہیں ہوتا کہ کسی اپنے کی موت کے ٹھیک اتنے وقت بعد یہ دکھ ختم ہو جائے گا، کسی کو کم وقت لگتا ہے کسی کو زیادہ۔ ہمیں خود کو یہ وقت دینا ہے۔ "ہمارے آس پاس موجود لوگوں کو ہمیں یہ وقت دینا چاہیے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

اسنے ایک لمحہ رک کر سب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔

" اگر آپ کے دکھ نے آپ کو پہلے جیسا نہیں رہنے دیا خود کو زبردستی پہلے جیسا کرنے کی کوشش مت کریں، اپنے دکھ کو اوور over کم ضرور کریں، پر اپنی پرسنالٹی میں آئی تبدیلیوں سے ضد مت کریں۔ ایکسیپٹ کرنا سیکھیں خود کو، اپنی سچائی کو، زندگی میں موجود نئے come امکانات کو"

"آپ بہت لکی رہی ہیں، آپ کے لیے کہنا آسان ہے "

ایک کونے سے امید کھوتی جھنجھلائی سی آواز آئی۔

سپورٹ گروپ میں ہمیں صرف اپنی باری آنے پر بولنا ہوتا ہے اور باقی سب نے محض سننا بنا کوئی سوال کئے پر یہ کونسپٹ پاکستان میں نیا تھا وہ سب اسے سیمینار کی طرح لے رہی تھیں، سوال کر رہی تھیں۔

" ایسا ہی ہے میں خود کو واقعی خوش قسمت مانتی ہوں۔ میری زندگی میں مما تھیں، امان تھا، حیدر ہے، میرے بچے ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ ہم میں سے اکثر کو یہ سپورٹ نہیں ملتا، یہ سپورٹ گروپ اسی لیے ہے کیونکہ یہ ضروری ہے۔ مگر سب سے زیادہ ضروری ہم خود ہیں۔ سپورٹ ہو یا نہ ہو یہ جنگ آخر کار صرف ہماری ہوتی ہے اور اسے ہمیں لڑنا ہوتا ہے۔ آپ کی زندگی اگر کسی ایک حادثے کے سرہانے سے اٹھنے سے انکاری ہے، اگر آپ میں خود کش خیالات پروان چڑھ رہے ہیں تو مدد لیں، اپنے اندر ول پاور پیدا کریں، پروفیشنل ہلپ لیں، اسے اضافی خرچہ یا چونچلے سمجھنے کے بجائے سمجھیں کہ آپ کی آنے والی زندگی اس پر منحصر ہے۔ ذہنی مسائل بھی تو مرض ہی ہیں، جس کا علاج ممکن ہے، اسے اپنی تمام شخصیت مت بننے دیں، آپ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ آپ سب جو یہاں موجود ہیں آپ سب بہت بہادر ہیں کیونکہ آپ پہلا قدم اٹھا چکے ہیں"

اسکی مسکراہٹ حوصلہ افزاء تھی۔

" اور آخر میں، ہمارا معاشرہ ایک مشکل معاشرہ ہے، خاص کر عورت کے لئے۔ اسے جتنا کمزور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے اتنی بڑی اور غیر حقیقی توقعات اس سے وابستہ کر لیتا ہے۔ میں پھر کہوں گی میں لکی رہی ہوں، ہم سب ہوں یہ ضروری نہیں۔ آپ سب میں سے یقیناً بہت سی مائیں ہونگی جو نہیں ہیں انھوں نے آگے جا کر یہ عہدہ سنبھالنا ہے۔ ہماری زندگی میں کون آتا ہے اور آکر اسے کیا رنگ دیتا ہے یہ بہت حد تک ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوتا لیکن ہماری اولاد آگے جاکر کسی کی زندگی میں کیا کرتی ہے یہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہم انھیں کوزہ گر کی طرح اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ انھیں سکھائیں محبت ہو نہ ہو ایک تعلق میں احساس ہونا چاہیے، احترام ہونا چاہیے۔ انھیں احساس کرنا سکھائیں، احترام کرنا سکھائیں، انتظار کرنا سکھائیں، کسی انسان کو اپنی ملکیت سمجھنے کے بجائے انسان سمجھنا سکھائیں، اسکے جذبات کو اہمیت دینا سکھائیں۔ میرے دو بیٹے ہیں اور یہ جدوجہد مجھے روزانہ کی بنیاد پر کرنی ہوتی ہے۔ کسی دن مجھے لگتا ہے میں کامیاب ہوگئی ہوں اور اگلے دن لگتا ہے بری طرح ناکام ٹھہری۔ لیکن ایک چیز جو پورے وثوق سے میں کہہ سکتی ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے کوشش کرنا نہیں چھوڑی ہے۔ زندگی کی جھولی میں ہمارے لئے کیا رکھا ہے یہ ہم طے نہیں کر سکتے پر ہمیں اس سے کیسے ڈیل کرنا ہے یہ ہم طے کرتے ہیں۔ کوشش کرتے رہیں۔ اپنے دکھ سے نکلنے کی کوشش، نئے جذبات کو جھٹکنے کے بجائے اپنانے کی کوشش، جن حقائق کو بدل نہ سکیں انھیں قبول کرنے کی کوشش، دوبارہ مسکرانے کی کوشش۔۔"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

وہاں سب اسے اب غور سے سن رہے تھے۔ نشست برخاست ہوئی تو کافی لڑکیاں اسکے پاس شکریہ کہنے آئیں۔
وہ ان سب سے ملتی اس لڑکی کے پاس آکر بیٹھی جو اب بھی اپنی کرسی پر بیٹھی گود میں دھرے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ زمان و مکان سے بے نیاز۔
سامیہ کے اسکے پاس آکر بیٹھنے پر اسنے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔
"آپ اچھا بولتی ہیں "
اسکی نرم مسکراہٹ کے جواب میں اس لڑکی نے اسکی تعاریف کی۔
"میرا گھر یہاں سے بہت دور نہیں ہے، تم یہاں تک آجاتی ہو تو میرے پاس بھی آنا"
سامیہ نے پرس سے نکال کر اپنا کارڈ اسکی طرف بڑھایا۔
"آپ میرا نام تک نہیں جانتیں۔"
اس لڑکی نے جھجھکتے ہوئے وہ کارڈ تھاما۔
وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن سامیہ کے گرد اتنے لوگوں کا جھرمٹ دیکھ وہ نہیں اٹھ پائی تھی۔ اسے رش والی جگہوں اور گھما گھمی سے اضطراب ہونے لگتا تھا۔
سانجھے دکھ سے بڑی کوئی پہچان نہیں ہوتی۔ مجھے ابھی گھر پہنچنا ہے پر میں تمھاری کال کا انتظار کروں گی، اگر تم نے نہیں کی کال تو "
"ڈاکٹر شازیہ سے تمھارا اتہ پتہ پوچھتی ہوئی تمھارے گھر پہنچ جاوں گی
سامیہ شفقت سے اس کا گال تھپکتی اٹھی۔
وہ اسے اپنے جیسی لگی تھی۔ اسکی آنکھوں کا خالی پن سامیہ کو لگا جیسے اس کی اپنی آنکھوں سے نکل کر وہاں جا بسا تھا۔
اسے اس کی ان اندھیروں سے نکلنے میں مدد کرنی تھی۔
♤♤♤♤♤♤♤
حیدر کچن ٹاپ کے پاس کھڑا بہت مہارت سے مشروم کاٹ رہا تھا۔ آج سامیہ کا سپورٹ گروپ تھا۔ وہ وہاں اتنے مضمحل چہرے دیکھ کر ضرور جذباتی تھکن کا شکار ہو کر گھر واپس آئے گی۔ اس خیال سے وہ اس کی پسندیدہ مشروم فلنگ کے ساتھ قیش بنا رہا تھا۔
سامیہ اس بچاری ڈش سے کتنا چڑا کرتی تھی صرف اس لئے کیونکہ وہ بھی ملیسہ کی طرح فرنچ تھی۔ پر ان گزرے سالوں میں یہ اسکے پسندیدہ کھانوں کی فہرست میں اب سب سے اوپر جگہ بنا چکی تھی۔
وہ چھری چلاتے چلاتے سامیہ کا خیال آتے مسکرایا۔
سرمئی نیلے رنگ کی ٹی شرٹ اور سیاہ ٹراوزر میں وہ آج بھی دس سال پہلے جیسا ہی لگتا تھا۔ پچھلے ایک سال سے اسکے بال پھر پہلے کی طرح کانوں سے نیچے تک آتے تھے۔ آنکھوں کے گرد چند لکیروں اور داڑھی میں چند سفید بالوں کے علاوہ اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔
کھڑکی کی پار لان چئیرز پر بیٹھے ممی ڈیڈ بچوں کے ساتھ لوڈو کھیلتے بہت مصروف سے نظر آرہے تھے۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ہادی اور مزئیر کشنز رکھے گھاس پر بیٹھے تھے۔ مزئیر کے گلے میں پیچھے سے دونوں بازووں کا ہار ڈالے اس کے کندھے پر تھوڑی رکھے بغور گیم دیکھتی وہ اس کی چار سالہ بیٹی تھی۔

عبیر حیدر۔

جو ہوبہو سامیہ جیسی تھی بس اسکی گالوں کے گڑھے سامیہ کی مما پر گئے تھے۔

وہ آمنہ کی گڑیا تھی جسے وہ روز اپنی مرضی سے سنوارتی تھیں۔ اسکے کمر تک آتے لمبے بال بھی آمنہ کا ہی شوق تھے۔ جنھیں آج انھوں نے آدھے بالوں کی دو پونیوں میں باندھا تھا جن میں باریک چٹیوں کی بھی تین تین لٹیں تھیں۔

احمد کہتے تھے وہ انکے خاندان کی تین پیڑھیوں میں پہلی بیٹی ہے اور اسکا ہر لاڈ اٹھانا ان پر فرض ہے۔

وہ اکثر دادا اور بھائی کے کندھوں پر ہی جھولتی ملتی تھی۔

مزئیر ایک ہاتھ پیچھے کر کے بہن کو پکڑے کیونکہ وہ اپنا سارا وزن ہی اس پر ڈالے ہوئے تھی، ایک ہاتھ سے لوڈو کھیل رہا تھا۔

وہ اب پندرہ سال کا تھا، قد میں حیدر کے برابر آتا تھا۔

ان کی شکلوں کے علاوہ آوازوں میں اتنی مماثلت تھی کہ اکثر سامیہ بھی فون پر نہیں پہچان پاتی تھی۔

وہ دو دن پہلے ملیسہ کے پاس گرمیوں کی چھٹیاں گزار کر برلن سے واپس لوٹا تھا۔ اور تب سے عبیر اس سے یوں ہی چپکی ہوئی تھی جیسے وہ کہیں دوبارہ نہ چلا جائے اسے چھوڑ کر۔

ہادی کی سنجیدہ طبعیت پر بہن بھائی کے کھلے لاڈ کے یہ مظاہرے بڑے گراں گزرتے تھے۔ اسکا خیال تھا کہ عبیر کو ضرورت سے زیادہ بگاڑا جا رہا ہے۔

ہادی کا آئیڈیل حیدر تھا۔ کچھ وہ مزاجاً اس جیسا تھا اور باقی وہ شعوری کوشش کرتا تھا بابا کو کاپی کرنے کی۔ وہ پڑھائی کو سنجیدہ لینے والا، کتابوں کا رسیا بچہ تھا۔ شکل میں وہ یوں لگتا تھا کہ وقت گیارہ سالہ امان احمد کو ایک چشمے کے اضافے کے ساتھ ماضی سے حال میں کھینچ لایا ہو۔

مزئیر ہادی سے متفق نہیں تھا وہ اکثر سامیہ کے کان میں کہتا پایا جاتا،

"ڈونٹ یو تھنک بابا نیڈز تو سمائل لٹل مور؟"

امان کا مزاج مزئیر نے چرایا تھا۔ اسکے چہرے کی بے ریا مسلسل مسکراہٹ، محبتوں کے کھلے مظاہرے۔

"جس پر سامیہ ہنس کر کہتی تھی،" ہی سمائلز کوائٹ انف

"جواباً مزئیر آنکھیں گھما کر کہتا" اف کورس، یو ول سے دیٹ، آپ کی تو مجبوری ہے، ہیز یور ہزبنڈ

مزئیر سامیہ کا لاڈلا تھا جیسا کہ حیدر اسے کہتا تھا، ہادی حیدر کا اور عبیر سارے گھر کی۔

"مجھے نجانے کیوں لگ رہا تھا آج تم مجھے کچن میں ملو گے"

سامیہ کی آواز اسے عقب سے سنائی دی۔

"میں تمھیں کہہ رہا تھا میری گاڑی لے جاو، کہاں کی؟"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

گیٹ کھلنے کی آواز نہیں آئی تھی جسکا مطلب تھا کہ وہ ٹیکسی پر آئی ہے۔

اسکی گاڑی کی دائیں طرف کے پچھلے پہیے کی ہوا کم تھی۔ حیدر اسے صبح کہہ بھی رہا تھا کہ اسکی گاڑی لے جائے پر اسنے نہیں سنا تھا۔

"وھیں آفس کے پاس ہی مین روڈ پر، تمھارا ویبنار کیسا رہا؟ "

اسکے بلکل ٹھیک اندازے پر وہ ہنس دی۔

"ٹھیک تھا، بلکہ آدھے گھنٹے بعد ہی دے آفرڈ کہ میں انکے اگلے ماہ ہونے والی لیکچر سیریز میں بھی حصہ لوں "

فائق اسلام آباد میں نئی برانچ سیٹ کرنے پچھلے ایک سال سے اپنی فیملی کے ساتھ وہیں شفٹ ہو گیا تھا۔

یہاں کا آفس اب سامیہ اکیلے دیکھتی تھی، اس پر کافی بوجھ بڑھ گیا تھا۔

ممی اور ڈیڈ بھی انکے ساتھ رہتے تھے اب۔

حیدر نے سب دیکھتے ہوئے اپنی جاب چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا پر اسکے ادارے نے استعفی لینے کے بجائے اسے ڈیڑھ سال کی ان پیڈ لیو آفر کردی تھی جسے اسنے قبول کرلیا۔

سامیہ نے اس بار اسے نہیں روکا کیونکہ وہ اس عرصے میں اپنی کتاب مکمل کرنے کا سوچ رہا تھا جو وہ دفتر کی مصروفیات میں نہیں کر پاتا تھا۔

ڈویلپمنٹ سیکٹر کے بین القوامی ادارے میں جس عہدے پر وہ اتنا عرصہ کام کر چکا تھا پاکستان کے ترقیاتی ڈھانچوں کے بنیادی نقائص اور انکے حل کے موضوع پر اس سے اچھی کتاب اور کوئی نہیں لکھ سکتا تھا۔

سامیہ اسکی کتاب کے لئے بہت ایکسائیٹڈ تھی۔

کتاب کے علاوہ وہ سیمینارز، ویبنارز میں بھی بطور گیسٹ اسپیکر ماہ میں چار پانچ دفع نظر آہی جاتا تھا۔

"واہ، مطلب بہت ہی اچھا رہا"

وہ خوش ہوئی ، کینیڈا کی اس یونیورسٹی کی آنلائن لیکچر سیریز کی آفر بڑی بات تھی۔

"کہہ سکتے ہیں، تم بتاو میٹنگ کیسی رہی؟"

وہ ایسی باتوں کو زیادہ سر پر سوار نہیں کرتا تھا۔

اچھی، بلکہ پتا ہے جب میں نے انھیں بتایا کہ اب ہم اسلام آباد سے بھی آپریٹ کرتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ اپنی وہاں کی برانچ کے " "لئے بھی ہمیں ہی ہائیر کریں گے، بلکہ فائق بھائی کی کال بھی آئی تھی کہ ان سے رابطہ کیا ہے ان لوگوں نے

وہ عادتاً اسے آفس میں گزرے دن کے متعلق تفصیلاً بتا رہی تھی۔

"گڈ، اور سپورٹ گروپ؟ "

حیدر کو اصل فکر یہ تھی، اسی نے اسے وہاں جانے کے لئے ہامی بھروائی تھی۔

سامیہ کوئی جواب دینے کے بجائے چلتی ہوئی اسکے پاس آکر اس کا بازو اٹھا کر اپنے کندھے پر اور اپنا ہاتھ اسکی پیٹھ پر پھیلا کر حیدر کے کندھے پر سر رکھے باہر کا منظر تکنے لگی۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"تھک گئیں؟"

وہ اسکے کچھ نہ کہنے کا یہی ترجمہ کر پایا۔

وہاں سب اتنا ڈپریسنگ تھا، شروع میں مجھے لگا کہ شاید یہاں سے مجھے سیدھا ڈاکٹر شازیہ کے پاس نئے سرے سے تھیراپی کے لئے جانا "

"پڑے گا، تم پر اتنا غصہ آیا کہ تم نے کیا سوچ کر مجھے یہاں آنے کے لئے کنونس کیا تھا۔

وہ اسکے کندھے پر سر رکھے بتا رہی تھی۔

"خیر مجھ پر غصہ کرنے کے لئے تمھیں کسی بہانے کی ضرورت کہاں ہوتی ہے"

حیدر نے لاپرواہ سی خفگی سے کہا۔ وہ مسکرائی۔

پر جب آخر میں سب میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ کیسے میرے لفظوں نے انھیں امید دی ہے، حوصلہ دیا ہے، وہ ایک منظر، میری "

"ساری کلفت چھٹ گئی، اٹ واز ورتھ اٹ۔

وہ اسے سیدھا شکریہ نہیں کہہ رہی تھی اسے وہاں جانے کے لئے راضی کرنے پر، پر دراصل کہہ بھی رہی تھی۔

"پھر مجھ پر پیار ویار بھی آیا یا غصے پر ہی اکتفا کر لیا؟"

حیدر نے اسکے جواب سے مطمعین ہوکر ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

"آیا ناں"

اسنے عبیر کی طرح سر ہلا کر ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یہ سب اتنے مگن ہیں مجھے آتے دیکھا ہی نہیں کسی نے"

لوڈو کا کھیل اب سنسنی خیز موڑ اختیار کر چکا تھا۔ سب بہت سنجیدہ چہرے بنائے بورڈ پر نظریں ٹکائے ہوئے تھے۔

"تمھارا لاڈلا مسلسل چیٹنگ کر رہا ہے"

مزئیر کی گوٹ چلتے ہوئے شریر سی دبی دبی مسکراہٹ اتنی دور سے بھی حیدر کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ پائی تھی۔

"گیم ہی ہے"

سامیہ نے دھیان نہیں دیا۔

"پر ہادی سیرئیس ہو کر ایمانداری سے کھیلتا ہے"

حیدر کو مسئلہ تھا۔

"اچھا ہے ہادی کو بھی سمجھ آئے کہ گیم کو گیم کی طرح لیتے ہیں اتنا سیریس نہیں ہونا چاہیے اسے لے کر"

حیدر جتنا مزئیر کی غیر سنجیدگی سے پریشان تھا سامیہ اتنی ہی ہادی کی سنجیدگی سے۔

"اور تمھاری پرنسس کا دن کیسا گزرا؟"

سامیہ نے موضوع بدلا ورنہ مزیئر کے حصے کا لیکچر اسے سننا پڑتا۔

"مت پوچھو، ایلی گم ہو گئی ہے، پورے گھر میں سرچ آپریشن شروع تھا صبح سے پھر بھی نہیں ملی"

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

حیدر کو آج ہونے والا ہنگامہ یاد آیا اور عبیر کی ڈبڈباتی آنکھیں۔

ایلی عبیر کے سٹفڈ ہاتھی کا نام تھا۔ جو وہ ہر جگہ ساتھ لیے پھرتی تھی۔

"وہ تو میں نے ڈرائے کلینگ کے لئے دی تھی میلی ہوگئی تھی "

سامیہ نے روٹین کے انداز میں اطلاع دی۔

"یار بتانا تھا ناں، اب مزئیر نے ایلی کی پوری فیملی آرڈر کی ہے تب جا کر ہچکیاں کی ہیں عبیر کی "

حیدر کو یقین نہیں آیا کہ ایلی کی گمشدگی کے ڈرامے کا یہ ڈراپ سین ہونا تھا۔

عبیر کے آنسوؤں نے ڈیڈ کو اتنا مضطرب کیا تھا کہ انکا بس نہیں چل رہا تھا وہ ایف آئی آر کٹوا آتے ایلی کی گمشدگی کی۔

وہ خود جو مزئیر اور ہادی پر فرمائشوں کے معاملے میں اچھا خاصا سخت تھا عبیر کے لٹکے ہونٹوں کی تاب نہیں لا پاتا تھا۔

"مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ تم کال کر لیتے۔ گھر کا تو حشر کر دیا ہوگا تینوں نے مل کر۔ "

سرچ آپریشن کا مطلب وہ اچھے سے جانتی تھی۔

"وہ رونا تمھارے سامنے ولایت روئے گی "

"اللہ بچاری۔۔"

سامیہ کو اس پر بے اختیار ترس آیا۔ گزرے سالوں نے ولایت کو بھی گھر کا لازمی جز بنا دیا تھا۔

"آج علین آئی تھی "

حیدر نے اپنے امیریکن کولیگ کی ٹین ایجر بیٹی کا ذکر کیا۔ انکا گھر اسی ایریا میں تھا، وہ مزئیر کی کلاس فیلو تھی۔

"پھر سے "

وہ ابھی کل ہی تو آئی تھی۔

"نوٹس لینے کا کہہ رہی تھی "

"ویکیشنز میں؟"

سامیہ کو حیرت ہوئی۔

"مجھے لگتا ہے اسے تمھارے بیٹے پر کرش ہے "

حیدر نے اسے چھیڑا۔

"میرا بیٹا ابھی چھوٹا ہے "

"اگلے ماہ سولہ سال کا ہو جائے گا، یو ایس میں اس ایج میں ڈرائیونگ لائسنس ایشو ہو جاتے ہیں "

"یہ یو ایس نہیں ہے "

"تمھارا بیٹا تو ہے یو ایس سٹیزن اور علین بھی "

حیدر کو مزہ آرہا تھا۔

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

"علین کو نہیں جانتی میں، پر میرا بیٹا پاکستانی ہے "

سامیہ نے حتمی انداز میں کہا۔

"شیور؟ "

وہ اور اسکے شیور آج بھی اسکا پارہ ویسے ہی چڑھاتے تھے۔

سامیہ چند لمحے مزئیر کو مشکوک انداز میں گھورتی رہی جو اب بہن کو کندھوں پر بٹھائے اپنی چیٹنگ سے جیتی ہوئی میچ سیلیبریٹ کر رہا تھا اور پھر سر جھٹکا۔

حیدر بھی ناں۔

اسکے کندھے پر سر رکھے، کھڑکی کے پار وہ ہنستے چہرے دیکھ رہی تھی جو اس کی زندگی تھے۔

آج سے بارہ سال پہلے والی سامیہ شاید سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ یوں آسودگی سے کبھی دوبارہ مسکرائے گی۔

پھر سے کوئی ایسا وقت آئے گا جب جینا وبال نہ ہوگا، سانس لینا عذاب نہ ہوگا۔

جب زندگی پھر کھلکھلائے گی۔

زندگی ہم سے سب کچھ لے کر مزید صرف ایک چیز مانگتی ہے، دوسرا موقع۔

اگر اسے یہ ایک شئے ہم دے دیں تو وقت کے ساتھ بہت سی چیزیں یہ دوبارہ ہمیں واپس لوٹا بھی دیتی ہے جیسے خود اعتمادی، جینے کی خواہش، سچی مسکراہٹ۔

#-------------------#

زیست کی تپتی شاہراہ پہ
ننگے پیر، بنا کسی سہارے
تھک کر گرنے سے پہلے
میں نے تھامے ہاتھ تمہارے
تم نے میرے دل میں کھبے
ڈر اور تکلیف کے کانٹے
دھیرے دھیرے سب نکالے
اور جھک کر میرے بکھرے بال سنوارے
خواب کنارے
ہاں، خواب کنارے

#-------------------#

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

ختم شد

خوش رہیے

For More QissaKahani by Mah Ara do visit our Website
https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/

https://qissakahaniblogpk.wordpress.com/